حفیظ جالندھری
(1900ء تا 1982ء)

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام محمد حفیظ، حفیظ تخلص، جالندھر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ بعض حالات کے سبب تعلیم ادھوری چھوڑ کر لاہور چلے آئے۔ حفیظ نے گیارہ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کیے۔ فارسی کے مشہور شاعر مولانا غلام قادر گرامی کے شاگرد تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ شاعری میں نکھار آتا گیا۔ علامہ اقبال سے بہت متاثر تھے۔ ان کا قول ہے کہ "اگر اقبال نہ ہوتا تو حفیظ بھی نہ ہوتا۔" انھوں نے اپنی محنت اور لیاقت سے دنیائے شعروادب میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔

1925ء میں نواب خیر پور سندھ نے تین سو روپے ماہوار مشاہرے پر درباری

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

شاعر کے طور پر حفیظ کو یاد کیا لیکن حفیظ کو یہ زندگی پسند نہ آئی۔ان کی مشہور نظم ''رقاصہ'' اسی زمانے کی یادگار ہے۔دوسری جنگ عظیم کے وقت سانگ پبلسٹی آرگنائزیشن کے ڈائریکٹر جنرل بنے۔مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو فوجی بھرتی پر آمادہ کریں۔قیام پاکستان کے بعد آزاد کشمیر کے شعبہ نشرواشاعت میں کام کیا۔حفیظ کو پاکستان کے قومی ترانے کا خالق ہونے کا شرف حاصل ہے۔ایک عرصے تک وہ بساط شعروادب پر چھائے رہے۔

حفیظ کا قومی اور ملی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اسلام کی درخشندہ اور تابناک تاریخ کو نہایت اثر آفرین انداز میں نظم کیا ہے چنانچہ شاہنامہ اسلام کو قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔

تصانیف: ان کی اہم تصانیف یہ ہیں: شاہنامہ اسلام (چار جلدیں) نغمہ زار۔ سوزوساز۔ تلخابہ شیریں' تصویر کشمیر' حفیظ کے گیت' حفیظ کی نظمیں' بزم نہیں رزم' چراغ سحر وغیرہ

وفات: حفیظ جالندھری نے 1982ء میں وفات پائی۔ان کا مزار اقبال پارک لاہور میں واقع ہے۔

مرکزی خیال

اس حمد کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ سے ساری دنیا کو پیدا کیا ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔ اس نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے ایک حرف کن سے ساری دنیا کو پیدا کیا اور اس میں گہما گہمی بھر دی۔ اس دنیا اور آسمان کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ زمین پر موسموں کا بدل بدل کر آنا جانا، انسان کے لیے ہر قسم کی نعمتوں کی فراوانی، پھل، پھول اور اناج، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام مخلوقات جن، انسان، چرند، پرند، حیوانات غرض کہ دنیا کی ہر شے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اس نے انسان کو نیک فطرت

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

پر پیدا کیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے نام پر قربان ہونے کا جذبہ دلوں میں رکھا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
کن	ہو جا	عالم	دُنیا
کشاکش	کشمکش، کھینچا تانی	صدا	آواز
[illegible]	گہما گہمی	نظامِ آسمانی	آسمان کا انتظام
حکمران	بادشاہ	جاودانی	ہمیشہ رہنے والی
باغبانی	باغ کی حفاظت کرنا	جلوہ آرا	ظاہر ہونا، نمایاں ہونا
مظاہر	ظاہری چیزیں	داتا	روزی دینے والا مراد اللہ تعالیٰ
دسترخوان	وہ کپڑا جسے بچھا کر کھانا کھایا جاتا ہے	نعمت	انعام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا انعام
سرد و گرم	مراد ہر طرح کا موسم	[illegible]	گیلا، بھیگا
تاریکی	اندھیرا	اجالا	روشنی
شان	شوکت	کائنات	دنیا
مخلوقات	مخلوق کی جمع، لوگ	خالق	پیدا کرنے والا
نباتات	جڑی بوٹیاں	جمادات	بے جان چیزیں
حیوانات	حیوان کی جمع، جانور	بشر	انسان
فطرت	قدرت	شیدا	عاشق، فدائی

www.downloadclassnotes.com

نظم کی تشریح کے اصول

تمہید

نظم کی تشریح نثر کی تشریح سے یکسر مختلف ہے۔ نثر میں مصنف اپنے خیالات کو کھول کر اور وضاحت سے بیان کر سکتا ہے جب کہ نظم میں شاعر کو اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اختصار سے کام لینا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اسے اشارے کنائے سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس لیے نظم کی تشریح کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس کے نفس مضمون کو سمجھا جائے اور پھر جس مفہوم کو شاعر نے اختصار کے ساتھ پیش کیا اسے وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے شاعر تو قافیے اور ردیف کی پابندی کی وجہ سے کسی خیال یا تصور کو دو مصرعوں میں بیان کرنے پر مجبور ہے لیکن تشریح کرتے وقت آپ پر ایسی کوئی پابندی یا مجبوری نہیں ہے بلکہ آپ زیادہ سے زیادہ الفاظ میں اس خیال یا مضمون کو خوب کھول کر اور وضاحت کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔

درست ادائیگی

سب سے پہلے آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ نظم کے اشعار کو صحیح طور پر ادا کیا جائے۔ نظم کو سمجھنے کے لیے نظم کی صحیح اور درست ادائیگی نہایت ضروری ہے۔ ظاہر ہے نظم کو پڑھتے وقت ہمیں کہیں رکنا پڑتا ہے اور کہیں کم اور کہیں زیادہ زور دینا پڑتا ہے۔ اس لیے آپ تشریح کرنے سے پہلے شعر کو دو مرتبہ درست ادائیگی کے ساتھ پڑھیں اور ترنم سے دہرائیں۔ اس سے شعر کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملے گی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ قوالی، گیت اور نغموں کو بڑے اہتمام سے ترنم کے ساتھ موسیقی کے سازوں کی مدد سے خاص لَے سے پیش کیا جاتا ہے جس سے سننے والے محظوظ بھی ہوتے ہیں اور پیش کردہ اشعار کو خوب سمجھ بھی لیتے ہیں۔

حوالۂ متن

اس عنوان کے تحت متعلقہ نظم اور شاعر کا حوالہ دیں۔

نثری ترتیب

ظاہر ہے شعر میں الفاظ کی ترتیب نثر سے بالکل مختلف ہوتی ہے کیوں کہ شاعر کو قواعد کے اصولوں کے مقابلے میں شعر کے وزن کا زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس لیے اکثر الفاظ آگے پیچھے ہو جاتے ہیں لہٰذا آپ تشریح کرنے سے پہلے شعر کو نثری ترتیب دے لیں۔ اس سے شعر کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔ جیسے یہ شعر ہے کہ

[illegible] خلق ترستی تھی خا[illegible]
[illegible] برستی تھی خاک پر

اس کی نثری ترتیب یوں ہو گی۔

"خلق خاک پر آبِ خنک کو ترستی تھی گویا ہوا سے خاک پر آگ برستی تھی"۔

اس سلسلے میں یہ خیال رہے کہ نثری ترتیب میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ شعر کے الفاظ ہی کو ترتیب میں لے آنا چاہیے، البتہ حسبِ ضرورت حروفِ اضافت، عطف اور بیان وغیرہ کا استعمال ہو سکتا ہے اور وہ بھی (قوسین (بریکٹ) میں جیسے کا، کے، و، تو، کہ، وغیرہ۔

حلِ لغت

تشریح طلب شعر میں جو مشکل الفاظ ہوں ان کے معنی لکھ دیں۔

سیاق و سباق

اگرچہ اشعارِ نظم کی تشریح کے لیے سیاق و سباق مطلوب نہیں ہے بلکہ صرف حوالۂ متن ہی کافی ہے، تاہم تشریح کرتے ہوئے متعلقہ نظم کے مجموعی نفسِ مضمون، پس منظر اور مرکزی خیال کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر شعر کی تشریح صحیح طور پر

نہیں ہو سکتی۔ جیسے علامہ اقبالؒ کی نظم ''شکوہ'' کے اشعار کی تشریح کرنی ہو تو یہ بتانا پڑے گا کہ شاعر نے اس نظم میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کی ہے کہ مسلمان تیرے نام لیوا ہوتے ہوئے دنیا میں ذلیل و رسوا کیوں ہیں؟

مرکزی خیال

اگرچہ شعر کے مرکزی خیال کا الگ عنوان قائم کرنا ضروری نہیں ہے، تاہم اس کا تعین کر لینا ضروری اور مفید ہے کیوں کہ مرکزی خیال واضح ہو جائے تو شعر کی تشریح بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرکزی خیال ہی شعر کا بنیادی تصور ہوتا ہے جس کی تشریح وضاحت کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

تشریح

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، تشریح میں شعر کے مفہوم کو خوب واضح کریں اور اسے کھول کر بیان کریں۔ صرف شعر کے ظاہری اور مختصر الفاظ کو نہ دیکھیں بلکہ اس مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں جو ان الفاظ کے پردے میں پوشیدہ ہے۔ پھر آپ مختلف مثالوں، واقعات اور تجربات کی مدد سے تشریح کریں۔ حوالے دیں، مقولے لکھیں۔ ہم مضمون اشعار پیش کریں اور جہاں ضروری اور موقع ہو قرآنی آیات و احادیث (یا ان کا ترجمہ) کا بھی حوالہ دیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس سلسلے میں آپ کا مطالعہ وسیع ہونا چاہیے۔ اس مطالعے کی مدد سے آپ مختلف معلومات حوالوں اور مثالوں سے کام لے سکتے ہیں اور اس طرح اپنی تشریح کو زیادہ سے زیادہ مفصل، موثر اور جامع بنا سکتے ہیں یعنی جتنا گڑ ڈالیں گے، اتنا ہی میٹھا ہو گا۔ اگر شعر میں کوئی تلمیح یعنی تاریخی حوالہ ہے تو اس کی وضاحت کر دیں جیسے دمِ عیسیٰؑ ایک تلمیح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دیا تھا کہ مردے کو زندہ کر دیتے تھے اور مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں جان ڈال دیتے تھے۔ اس طرح خضر ایک تلمیح ہے، جو ایک بزرگ ہیں، جنھوں نے آبِ حیات پیا تھا اور ہمیشہ زندہ رہیں گے، وہ کسی نہ کسی روپ میں خشکی اور تری میں بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھا جاتے ہیں۔

تبصرہ

تبصرہ کا مطلب ہے رائے زنی، یعنی آپ شعر کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں کہ وہ زبان و معنی کے لحاظ سے کیسا ہے؟ آپ اسے تنقید یا ادبی محاسن کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ تنقید کے معنی ہیں پرکھنا، یعنی کسی چیز کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لینا۔ ادبی محاسن سے مراد ہے ادبی خوبیاں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو مختصر طور پر یہ بتانا ہے کہ شعر میں زبان و الفاظ کیسے استعمال کیے گئے ہیں اور اس کا مضمون کیسا ہے؟ اگرچہ اس کا الگ عنوان قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے تاہم آپ تشریح کے دوران میں رائے زنی اور تبصرہ کر سکتے ہیں اس کے لیے اعلیٰ ذہانت اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے مثال کے طور پر آپ اس قسم کے جملے استعمال کر سکتے ہیں اس سلسلے میں موقع محل اور مناسبت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

1- زبان و معنی (مضمون) کے لحاظ سے عمدہ شعر ہے۔
2- شعر میں سادگی، سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔
3- شعر فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے یاد رہے کہ فصاحت زبان کی عمدگی کو اور بلاغت معنی کی عمدگی کو کہتے ہیں۔
4- بہت عمدہ تشبیہ بیان کی گئی ہے (ایک چیز کو کسی دوسری چیز کی مانند قرار دینا)۔
5- الفاظ و تراکیب ایسی ہیں جیسے ہیرے جواہرات جڑے ہوں۔
6- فلاں لفظ یا ترکیب قواعد کے لحاظ سے درست نہیں۔
7- خوب منظر کشی کی ہے۔
8- مجھے شاعر کے تصور سے اتفاق ہے/اتفاق نہیں ہے۔
9- جذبات کی بہترین ترجمانی کی گئی ہے۔
10- شاعر نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔
11- شعر ادبی محاسن کا بہترین نمونہ ہے۔
12- شعر میں بلند اور منفرد تخیل پیش کیا گیا ہے۔

www. .com

اشعار کی تشریح

شعر نمبر: 1
اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے بھر دیا عالم

حلِ لغت

حمد: ایسی نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے۔ کُن: ہو جا۔ عالم: دُنیا۔ کشاکش: کھینچا تانی، کشمکش۔ صدا: آواز۔ ہاؤ ہُو: گہما گہمی۔

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے ایک حرف کن کہہ کر دنیا کو پیدا کیا اور اس میں گہما گہمی بھر دی۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا خالق ہے۔ اس نے یہ دنیا ہمارے لیے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دُنیا لفظ "کُن" کہہ کر بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا "کُن" یعنی ہو جا اور "فیکون" یعنی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ پھر انھیں دُنیا میں بھیج دیا۔ پھر اس دنیا کو رونق بخشنے کے لیے دنیا میں بے شمار چیزیں پیدا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ آج دنیا میں ہر طرف گہما گہمی ہے، رونق ہے۔ انسانوں کی سہولت اور ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں بنائی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہی ہے جو کہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

شعر نمبر: 2
نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اسی کی باغبانی سے

حلِ لغت

نظامِ آسمانی: آسمان کا نظام۔ حکمرانی: بادشاہت۔ بہارِ جاودانی: ہمیشہ رہنے والی بہار۔ باغبانی: باغ کی دیکھ بھال کرنا

www.downloadclassnotes.com

مفہوم: آسمان کا نظام بھی اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہی سے ہے اور دنیا کے باغ میں اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔

تشریح: شاعر اس شعر میں خدا تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! یہ آسمان کا نظام تیرے ہی حکم سے چل رہا ہے۔ تو ہی وہ واحد ہستی ہے جو اس نظام کو چلا رہی ہے۔ سورج کا اپنے وقت پر نکلنا اور اپنے وقت پر غروب ہونا تیرے ہی حکم کے تابع ہے۔ دن رات کا بدل بدل کا آنا اور جانا تیرے ہی حکم سے ہوتا ہے۔ تیری بادشاہت زمین و آسمان پر ہے۔ اے اللہ! تیرے دم سے ہی اس دنیا کی ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔ شاعر نے اس دنیا کو ایک باغ سے تشبیہ دی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس باغ کا رکھوالا کہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس باغ کا مالی ہے اس لیے اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور اس کا باغباں نہیں ہو سکتا ہے۔

شعر نمبر 3: زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دسترخوان نعمت کے

حل لغت

جلوہ آرا: جلوہ دکھانا، جھلک دکھلانا۔ مظاہر: ظاہر، سامنے کی چیز۔
دسترخوان: کھانا کھانے کا کپڑا۔ نعمت: انعام

مفہوم: ہر طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اسی نے ہمارے کھانے کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس زمین کی ہر چیز میں رب تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس زمین پر بسنے والی ہر چیز اس بات کی گواہ ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کے لیے طرح طرح کی نعمتیں اتاری ہیں۔ پہاڑ،

سمندر، دریا اور درخت سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان سب چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب نعمتیں انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان اور باقی تمام مخلوقات کا رازق ہے اور وہی سب کو روزی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر قرآن پاک کی سورت الرحمٰن میں کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "پس اے گروہ جن و انس! تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔" ہمیں ان تمام نعمتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے ہمارے لیے ایسی پیاری نعمتیں پیدا کی ہیں۔

شعر نمبر ۸: یہ سرد و گرم، خشک و تر، اجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اسی کی ذاتِ باری کی

حلِ لغت

سرد و گرم: ٹھنڈا اور گرم۔ تر: بھیگا۔ اجالا: روشنی۔ تاریکی: اندھیرا۔
ذاتِ باری: اللہ تعالیٰ کی ذات

مفہوم: ہر طرح کے موسموں میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی شان نظر آتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ دنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں، سب میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ سردی، گرمی، بہار، خزاں ہر خشک اور گیلی چیز، روشنی اور اندھیرا، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔

جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

انسان اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جاننا چاہے تو اسے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں طرح طرح کی چیزیں پیدا

کی ہیں۔ مختلف قسم کے موسم بنائے ہیں جو بدل بدل کر آتے اور جاتے ہیں۔
اسی طرح رات اور دن بدل بدل کر آتے ہیں۔ ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ
ہی کی ذات کا جلوہ نظر آتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''یقیناً دن رات کے بدل بدل کر آنے
میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

انسان دنیا میں ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ کبھی حالات اچھے
ہوتے ہیں اور کبھی یہ انسان کے موافق نہیں ہوتے۔ مگر ہر قسم کے حالات اللہ
تعالیٰ ہی کے پیدا کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اپنے بندوں کی
آزمائش کرتا ہے۔ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

شعر نمبر: 5

وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق

حلِ لغت

کائنات: دنیا۔ مخلوقات: تمام مخلوق۔ نباتات: جڑی بوٹیاں۔
جمادات: بے جان چیزیں۔ حیوانات: جانور

مفہوم: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ اس ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس دنیا کی تمام مخلوقات بھی
اسی نے پیدا کی ہیں۔ وہ سب کا خالق و مالک ہے۔ اس دنیا میں جتنے بھی
درخت اور پودے ہیں، سب اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیے ہیں۔ ہر جان دار اور
بے جان چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ شاعر اس شعر میں بتانا یہ چاہتا ہے
کہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ وہ
چیز جان دار ہو یا بے جان، پہاڑ ہوں، دریا ہوں، پودے ہوں، درخت ہوں یا
چرند پرند، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس دنیا میں بے شمار

چیزیں ہیں۔ کچھ معلوم ہیں اور کچھ نامعلوم۔ کچھ جان دار ہیں اور کچھ بے جان، کچھ ہماری نظروں کے سامنے ہیں اور کچھ نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ جو چیز بھی اس دنیا میں موجود ہے اس کا بنانے والا ایک اللہ ہی ہے۔

سبھی کچھ خدا کا بنایا ہوا ہے
یہ گلشن اسی کا لگایا ہوا ہے
یہ آگ اور مٹی ہوا اور پانی
سبھی کچھ خدا ہی کی ہے مہربانی

شعر نمبر: 6 وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

حل لغت

خالق: پیدا کرنے والا۔ نیک ارادہ: اچھا ارادہ۔ باپ دادا: بزرگ

مفہوم: اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔ وہ ہمارا اور ہمارے آباؤاجداد کا مالک ہے۔

تشریح: شاعر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر ارادے سے واقف ہے۔ ہمارے دلوں میں جو خیال پیدا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہم دل میں کسی نیک کام کا ارادہ کریں تو ہمیں جان لینا چاہیے کہ اس نیک کام کی تحریک اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں نیکی کے کاموں کی طرف راغب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اپنی بخشش کا سامان کرے۔ اس کے لیے وہ اپنے پیارے بندوں کو نیک کام کرنے پر تیار کرتا رہتا ہے اور ان نیک کاموں کے لیے آسانیاں مہیا کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مالک ہے اور ہمارے بزرگ بھی اسی کے بندے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ازل سے ہے اور ابد تک

رہے گی۔

شعر نمبر 7:
بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

حل لغت

بشر: انسان، آدمی۔ فطرتِ اسلام: اسلام کے اصول۔ شیدا: فدائی، قربان ہونے والا

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں حضور ﷺ کے نام پر قربان ہونے کا جذبہ رکھا ہے۔

تشریح: شاعر اس شعر میں بیان کرتا ہے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر ہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے اسلام کے اصولوں پر چلنا سکھایا۔ کائنات کے اسرار و رموز سے واقفیت دلائی۔ وہی کائنات کا خالق ہے۔ انسان اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا ہے اور زندگی سے لطف اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات حضرت محمد ﷺ کے لیے ہی تخلیق کی ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ اگر میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق نہ کرتا تو کائنات نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ سے بہت محبت کرتا ہے۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے، نقشِ روحِ محمد بنایا گیا
پھر اس نور سے لے کے کچھ روشنی، بزمِ کون و جہاں کو سجایا گیا

اور

جمالِ حسنِ یوسف پر فقط عاشق زلیخا تھی
خدا خود جس پہ عاشق ہے وہ ہے صورت محمد ﷺ کی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حضرت محمد ﷺ کا شیدائی بنایا ہے۔ انسان آپ ﷺ سے محبت کرتا ہے کیونکہ یہ کائنات انھی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان

www.do

کے دل میں حضرت محمد ﷺ کی محبت رکھی ہے۔ آپ ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے بھی ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم آپ ﷺ سے محبت کریں اور آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اگر تم کو مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے تو حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔''

تبصرہ

حمد ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کی جائے۔ حفیظ جالندھری نے بڑے دلکش پیرائے میں یہ حمد لکھی ہے۔ اس حمد کے شعروں میں روانی اور موسیقیت بہت زیادہ ہے۔ لفظوں کا چناؤ عمدہ ہے۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔

حلِ مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کون سا ایک لفظ کہہ کر بنائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ ''کن'' کہہ کر یہ ساری کائنات بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کن یعنی ہو جائے اور فیکون یعنی ہو گیا۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن نعمتوں سے نوازا ہے؟ چند ایک تحریر کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر سورۃ الرحمٰن میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج بنا کے بزمِ جہاں کو رونق بخشی۔ ہوا، پانی، آگ، مٹی، پھل، پھول، سبزیاں، اناج، پہاڑ، دریا، سمندر، سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

(ج) اجالے اندھیرے اور خشک و تر کس کے مظاہر کے نمونے ہیں؟

جواب: اجالے اندھیرے اور خشک و تر اللہ تعالیٰ کے مظاہر کے نمونے ہیں۔

(د)　حمد میں خالق کی کن مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے؟
جواب:　حمد میں بتایا گیا ہے کہ نباتات، جمادات، حیوانات اور ہمارے باپ دادا سب اُسی خالق کی مخلوق ہیں۔ سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔
(ہ)　انسان کو کس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے؟
جواب:　انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔

-2　درج ذیل الفاظ سے مصرعے مکمل کریں:
مخلوقات، آسمانی، مظاہر، بشر
(الف)　نظام ______ ہے اسی کی حکمرانی سے
(ب)　زمیں پر جلوہ آرا ہیں ______ اس کی قدرت کے
(ج)　وہی ہے کائنات اور اس کی ______ کا خالق
(د)　______ کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
جواب:　(الف)　نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
(ب)　زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
(ج)　وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
(د)　بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے

-3　نظم "حمد" کے متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) کا نشان لگائیں۔
(الف)　نظم "حمد" کس شاعر کی تخلیق ہے؟
(i) احسان دانش　　(ii) جمیل الدین عالی
(iii) حفیظ جالندھری　　(iv) جوش ملیح آبادی
(ب)　کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کے:
(i) احکامات کا نتیجہ ہے　　(ii) چاہنے کا نتیجہ ہے
(iii) حرفِ کُن کا نتیجہ ہے　　(iv) ارادے کا نتیجہ ہے
(ج)　نظام آبادی اور بہار جاودانی میں کون سی بات مشترک ہے؟
(i) خالق ایک ہے　　(ii) ردیف ایک ہے
(iii) دونوں کائنات کا حصہ ہیں　　(iv) ایک ہی نظام کے عناصر ہیں

(د) یہ عالم اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے بھر دیا ہے؟
(i) رنگ و بُو سے　(ii) مخلوقات سے
(iii) جمادات و نباتات سے　(iv) کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے

(ہ) ذاتِ باری تعالیٰ کی شان کہاں نظر آتی ہے؟
(i) سرد و گرم میں　(ii) خشک و تر میں
(iii) اُجالے اور تاریکی میں　(iv) ان سب میں

(و) اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرتِ اسلام پر پیدا کر کے کون سا اور احسان کیا؟
(i) رزق دیا　(ii) صحت و تندرستی میں
(iii) اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شیدا کیا　(iv) عقل و شعور کی دولت دی

جواب

(iv)	(د)	(i)	(ج)	(iii)	(ب)	(iii)	(الف)
				(iii)	(و)	(iv)	(ہ)

4- کالم (الف) کو کالم (ب) سے ملائیں:

کالم (الف)	کالم (ب)
اک حرفِ کُن	عالم کا پیدا ہونا
بہارِ جاودانی	با فراوانی سے
بشر کا پیدا ہونا	فطرتِ اسلام
کائنات	خالق
بچھائے	دسترخوانِ نعمت

5- درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

الفاظ	متضاد
شمس	قمر
سرد	گرم

تر	خشک
تاریکی	اجالا
خالق	مخلوق
ثابت	سیارا، ٹوٹا

درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

حرفِ کُن، صدائے ہاؤ ہُو، کشاکش، بہارِ جاودانی، جلوہ آرا، جمادات، بَشر

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
حرفِ کُن	ایک حرف کہہ کر۔ ہو جا	صدائے ہاؤ ہُو	آواز کی گہما گہمی
کشاکش	کشمکش، کھینچا تانی	بہارِ جاودانی	ہمیشہ رہنے والی بہار
جلوہ آرا	ظاہر ہونا	جمادات	بے جان چیزیں
بَشر	انسان		

7- حمد کے مطابق الفاظ کو ترتیب دے کر مصرعے بنائیں۔

(الف) قدرت، اس کی، جلوہ آرا، زمیں پر، ہیں، مظاہر، کے
(ب) کا، خالق، نباتات و جمادات، حیوانات اور
(ج) سے، نظامِ آسمانی، حکمرانی، اسی کی، ہے
(د) جس نے، بشر کو، پیدا کیا، فطرتِ اسلام پر
(ہ) باپ دادوں، کا، ہمارا، وہی مالک، اور ہمارے

جوابات

(الف) زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
(ب) نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
(ج) نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
(د) بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
(ہ) وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

8- حمد کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

9- حمد کے ہر شعر میں ہم آواز الفاظ موجود ہیں۔ ان کی نشان دہی کیجیے۔

جواب: حمد میں آنے والے ہم آواز الفاظ درج ذیل ہیں۔

کر، بحر۔ حکمرانی، باغبانی۔ قدرت، نعمت۔ تاریکی، باری کی

مخلوقات، حیوانات ارادوں، دادوں پیدا، شیدا

10- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگایئے:

حرفِ کن، جمادات، نباتات، بشر، نعمت

جواب: حَرفِ کُن، جَمَادات، نَبَاتات، بَشَر، نِعْمَت

11- حمد کے تیسرے اور چوتھے شعر کی تشریح کیجیے۔

جواب: دیکھیے تشریح

نظم

نظم کے لغوی معنی تنظیم اور ترتیب کے ہیں۔ اصطلاحِ سخن میں نظم ایسی مسلسل اور مربوط صنف ہے جس میں خیالات کو ترتیب کے ساتھ پیش کیا جائے۔ ہر نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے اور شاعر اس مرکزی خیال کی مختلف جہات پر روشنی ڈالتا ہے۔ ہر نظم کا ایک عنوان بھی ضروری ہے۔

اردو ادب کو اقبال، ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری، جوش ملیح آبادی اور احسان دانش جیسے شعرا نے نظم کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔

غزل

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے یا عورتوں کے بارے میں باتیں کرنا کے ہیں۔ ہرن جب خوف زدہ ہو کر دردناک چیخ مارے تو اسے بھی غزل کہتے ہیں۔ اصطلاح میں غزل شاعری کی وہ قسم ہے جس میں حسن و عشق کی مختلف کیفیات کا ذکر ہوتا ہے اور اس میں درد و سوز بھی پایا جاتا ہے۔

غزل کا ہر شعر ایک اکائی ہوتا ہے اور پوری غزل ایک بحر اور وزن میں ہوتی

ہے۔ اس کے مطلع کے دونوں مصرعے ہم ردیف و ہم قافیہ جب کہ دیگر اشعار کا ہر دوسرا مصرع ہم ردیف و ہم قافیہ ہوتا ہے۔ میر تقی میر، اسد اللہ خاں غالب، داغ دہلوی اور فیض احمد فیض کے علاوہ بھی بہت سے نمایاں غزل گو شعرا ہیں۔

نظم اور غزل میں فرق

غزل بنیادی طور پر تو نظم ہی ہے البتہ معروف معنوں میں نظم کے اشعار مرکزی خیال کے مطابق ایک ترتیب میں ہوتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر الگ اکائی ہوتا ہے۔ غزل کے ہر شعر کا الگ مفہوم ہو سکتا ہے، جو سوز و گداز غزل کا لازمہ ہے وہ نظم کا نہیں ہے اور جو شکوہ لفظی نظم میں ممکن ہے وہ غزل میں نہیں۔

نمونے کی نظم

تغیر

اے ہم نشیں ! کلام مرا [illegible] کلام ہے
سُن! زندگی تغیرِ پیہم کا نام ہے
راتوں کو ہے سحر کی تجلی کا انتظار
ہے ہر صدا فراقِ خموشی میں بے قرار
سوئے خزاں ، بہارِ گلستاں روانہ ہے
ہر برگ کا سکوت سراپا فسانہ ہے
نکہت کی کوششیں کہ نکلنا نصیب ہو
موسم کو یہ لگن کہ بدلنا نصیب ہو
شمس و قمر کو ضد ہے کہ گرمِ سفر رہیں
بے رنگیوں میں خالقِ [illegible]ام و سحر رہیں
شہروں میں انقلاب ، بیاباں میں انقلاب
محفل میں انقلاب ، شبستاں میں انقلاب
کس پر یہاں تغیرِ نو کا فسوں نہیں
اس بزم میں نصیب کسی کو سکوں نہیں

نمونے کی غزل

گل کو ہوتا صبا! قرار اے کاش!
رہتی اک آدھ دن ، بہار اے کاش!

یہ جو دو آنکھ ، مند گئیں میری
اس پہ وا ہوتیں ، ایک بار اے کاش!

[illegible] نے اپنی مصیبتیں نہ کہیں
رکھتے میرے بھی غم ، شمار اے کاش!

جان [illegible] تو جانے والی تھی
[illegible] اس پہ کی ہوتی ، میں نثار اے کاش!

اس میں لذت سخن نکلی تھی
شعر ہوتا ترا شعار ، اے کاش!

شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر
اس سے ہوتے نہ ہم ، دو چار اے کاش!

سرگرمیاں

1- طلبہ باری باری یہ حمد تحت اللفظ پڑھیں۔

جواب: طلبہ خود پڑھیں۔

2- خوش الحان طلبہ یہ حمد ترنم سے پڑھیں۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش الحان بچہ اس حمد کو ترنم کے ساتھ پڑھے اور باقی بچے خاموش بیٹھ کر سنیں۔

3- اس حمد میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں، انھیں جملوں میں ایک چارٹ پر خوش خط لکھیں اور اسے جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

جواب: یہ سب باتیں ایک چارٹ پر لکھوائی جائیں اور اس چارٹ کو جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حرفِ کُن سے ساری کائنات کو پیدا کیا۔
اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا حاکم ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر چیز میں نمایاں ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمارے دل اور دل میں پیدا ہونے والے نیک ارادوں کا خالق ہے۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضرت محمد ﷺ کا سچا عاشق بنایا ہے۔

4- کسی اور معروف شاعر کی حمد تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیں۔

جواب: مجھے مولانا ظفر علی خاں کی یہ حمد بہت پسند ہے۔

پہنچتا ہے ہر اک میکش کے آگے دور جام اُس کا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطفِ عام اُس کا
گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی
دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں' سچا ایک نام اُس کا
ہر اک ذرّہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے
ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اُس کا
نظام اپنا لیے پھرتا ہے کیا خورشید نور افشاں
ہزاروں ایسی دنیاؤں کو شامل ہے نظام اُس کا
میں اس کو کعبہ و بت خانہ میں کیوں ڈھونڈنے جاؤں
مرے ٹوٹے ہوئے دل ہی کے اندر ہے مقام اُس کا
سراپا معصیت میں ہوں' سراپا مغفرت وہ ہے
خطا کوشی روش میری' خطا پوشی ہے کام اُس کا
مری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی
کہ گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن ہے تھام اُس کا
ہوئی ختم اس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر
کہ پہنچایا ہے ان سب تک محمد ﷺ نے کلام اُس کا

نہ جا اس کے تحمل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو حمدیہ شاعری کی روایت سے آگاہ کرنا اور بتانا کہ اردو زبان کی ابتدا سے حمدیہ شاعری کی بھی ابتدا ہوگی۔

جواب: حمد گو شاعر کی شخصیت خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کی رحمت پر کامل یقین کا اظہار کرتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ان گنت اور بے حساب نعمتوں کا شکرانہ بجا لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و پاکیزگی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی کم مائیگی اور عجز وانکسار کا اظہار کرتا ہے۔

زمانہ قدیم میں تقریباً تمام شعرا اپنے شعری مجموعوں کی ابتدا حمدِ باری تعالیٰ سے کرتے تھے تاکہ ان کا کلام بابرکت ہو لیکن بعد میں شعرا نے حمد گوئی کی طرف خاص توجہ دی اور اس طرح حمدیہ شاعری کے مجموعے بھی منظرِ عام پر آ گئے۔ حمد نے تقدس کی وجہ سے ایک باوقار صنفِ سخن کا مقام حاصل کر لیا۔ حمد گو شاعر اپنے ایمان کی استقامت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی دلی کیفیات کا اظہار بڑے ہی مؤدب طریقے سے بیان کرتا ہے اور اپنی ان حمدوں کے ذریعے سے روزِ قیامت شفاعت کا طلب گار ہوتا ہے۔

حمدیہ شاعری میں صاحب دیوان شعرا میں مظفر خیرآبادی، مفتی غلام سرور، حافظ لدھیانوی، مسعود رضا خاکی، طفیل دارا اور لالہ صحرائی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

موجودہ دور میں مظفر وارثی، کاوش زیدی، مسرور بدایونی، لطیف اثر، انوار عزمی حمدیہ شاعری کے صاحب دیوان شاعر ہیں۔

-2 طلبہ کو حمد، نعت اور منقبت کا فرق بتایا جائے۔

جواب: حمد، نعت اور منقبت میں فرق

حمد

حمد عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی تعریف کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد اللہ تبارک تعالیٰ کی تعریف وثنا ہے۔ حمد ایک ایسی صنفِ سخن کو کہا جاتا ہے جس میں رب العزت کے اپنے بندوں پر انعام و

اکرام کا ذکر کیا جاتا ہے اور بندے اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ حمد غزل، نظم یا رباعی کی طرح کسی خاص ہیئت میں نہیں لکھی جاتی۔ اس کے لیے کوئی خاص بحر یا وزن بھی مخصوص نہیں ہے۔ یہ ہر صنفِ سخن میں لکھی جا سکتی ہے لیکن حمد کا مقام و مرتبہ دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں بہت بلند ہے۔

نعت

نعت کے لغوی معنی تعریف و ستائش کے ہیں لیکن اصطلاح میں نعت سے مراد ایسے اشعار ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کی مدح بیان کی گئی ہو۔ حمد کی طرح نعت بھی کسی الگ صنفِ سخن کا نام نہیں۔ اس کے لیے بھی کوئی خاص وزن یا بحر کی قید نہیں۔ یہ بھی نظم، غزل یا گیت کی طرح کی ہی صنفِ سخن ہے۔ شاعر آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنی محبت، عقیدت اور عشق کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے جذبات و احساسات کو جن الفاظ کے ذریعے سے ان کے حضور پیش کرتا ہے وہ نعت ہے۔ شاعری کی ہر صنف میں نعت کہی گئی ہے۔

منقبت

جس نظم میں اولیا اللہ یا بزرگانِ دین کی تعریف کی جائے، اسے منقبت کہتے ہیں۔ منقبت عقیدت کے اظہار کے طور پر لکھی جاتی ہے۔ منقبت میں شخصی خوبیوں کے حوالے سے بات کی جاتی ہے۔

-3 شاعر نے شعروں میں قرآنی آیات کا ذکر کیا ہے۔ کائنات کے پیدا کرنے کُن فَیَکُوْنَ، دلوں کے بھید جاننے غرض ہر شعر میں ایک آیت کا حوالہ موجود ہے۔ آپ یہ آیات ِجماعت کو سنائیں۔

جواب: دیکھیے اشعار کی تشریح

-4 حمد کو ترنم سے پڑھوانے کا اہتمام کیا جائے تا کہ بچوں میں عقیدت و احترام کے علاوہ ذوقِ جمالیات بھی پیدا ہو۔

جواب: اساتذہ کرام خوش الحان بچوں سے یہ حمد مترنم پڑھوائیں۔ اچھا پڑھنے والے کو انعام دیں اور دوسرے بچوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا پیدا کی ہے:

(i) کُن کہہ کر (ii) قُم کہہ کر

(iii) بن جا کہہ کر (iv) ہو جا کہہ کر

(ب) اللہ تعالیٰ نے عالم کو بھر دیا ہے:

(i) پھولوں سے (ii) پانی سے

(iii) پہاڑوں سے (iv) کشاکش کی باڑھ سے

(ج) زمیں پر جلوہ آرا ہیں ـــــــ اس کی قدرت کے

(i) آثار (ii) مظاہر

(iii) نقش (iv) نشاں

(د) ان داتا نے ہمارے لیے دستر خوان بچھائے ہیں:

(i) پھولوں کے (ii) پھلوں کے

(iii) نعمت کے (iv) رنگ رنگ کے

(ہ) "نباتات، جمادات، حیوانات" آپس میں ہیں:

(i) ہم معنی الفاظ (ii) ہم قافیہ الفاظ

(iii) ایک ہی ردیف کے الفاظ (iv) مترادف الفاظ

(و) اللہ تعالیٰ نے بشر کو پیدا کیا ہے:

(i) ایک ہی فطرت پر (ii) مختلف فطرت پر

(iii) خاندانی فطرت پر (iv) اسلام کی فطرت پر

(الف)	(i)	(ب)	(iv)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(iv)				

احسان دانش
(1914ء تا 1982ء)

نعت

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو نعت کے بارے میں بتانا
- طلبہ کے دلوں میں حضرت محمد ﷺ کی محبت پیدا کرنا۔
- طلبہ کو حضور ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو حضور ﷺ کا مقام بتانا
- طلبہ کو احسان الحق دانش کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا
- طلبہ کو احسان دانش کے اسلوب سے متعارف کروانا

شاعر کے حالات زندگی

نام: احسان الحق اور تخلص بھی احسان ہی تھا، ولدیت: **قاضی دانش علی**

جائے پیدائش: کاندھلہ ضلع مظفر گڑھ (بھارت)

تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنی والدہ کے قصبے کاندھلہ ضلع مظفر گڑھ (بھارت) میں ہوئی۔ گھریلو مالی حالت اچھی نہ تھی اس لیے باقاعدہ تعلیم نہ پا سکے اور وقتاً فوقتاً معمولی کام کرنے لگے جن میں مزدوری کے علاوہ مالی اور قلی تک کے کام بھی شامل تھے۔ احسان دانش نے کسی زمانے میں انار کلی بازار لاہور کی بغلی سڑک ایبک روڈ پر "مکتبہ دانش" بھی قائم کیا تھا۔ جہاں وہ کتابوں کا کاروبار کرتے تھے۔

احسان کو شاعری سے لگاؤ کم عمری ہی سے ہو گیا تھا اور وہ قیامِ پاکستان سے

بہت پہلے لاہور آ گئے۔ یہاں کے ادبی ماحول نے انھیں بہت جلد محفلوں میں نمایاں کر دیا۔ احسان دانش اردو کے نامور شاعر اور فاضل ادیب علامہ تاجور نجیب آبادی کے شاگردوں میں شامل تھے اور پھر آگے ان کے سینکڑوں شاگرد تھے۔ کسی زمانے میں مشاعروں میں اپنا کلام نہایت دلکش ترنم سے پڑھتے تھے۔ وہ بہت سادہ، فقیر منش، متقی، خوش اخلاق اور منکسار شخص تھے۔

تصانیف: ان کی شاعری کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں، جن میں آتش سیال، نوائے کارگر، تفسیر فطرت، جادۂ نو، نقش سلاسل اور چراغاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دارین کے نام سے ان کا نعتیہ کلام بھی منظر عام پر آ چکا ہے۔ شاعری کے علاوہ وہ ایک نثر نگار بھی تھے۔ انھوں نے نثر میں بھی بعض ضروری موضوعات مثلاً "ضرب الامثال اور تذکیر و تانیث" پر کام کیا ہے اور وہ چھپ چکا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے کراچی کے ایک ماہنامہ "جام نو" نے "احسان دانش نمبر" شائع کیا تھا اس میں ان کی زندگی کے حالات اور شاعری پر خاصے مفصل مضامین موجود ہیں۔ احسان دانش نے "جہان دانش" کے نام سے اپنے حالات زندگی خود بھی لکھے ہیں۔

وفات: احسان دانش نے 1982ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

اس نعت میں احسان دانش نے آپ ﷺ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے دنیا سے ظلم و ستم کے بادل چھٹ گئے اور انسانوں کو ایک نئی اور صحیح منزل کی طرف جانے کا راستہ مل گیا۔

خلاصہ

حضور ﷺ کی آمد سے ظلم و جور ختم ہو گیا اور بے چین لوگوں کو قرار مل گیا۔ آپ

www.downloadclassnotes.com

ﷺ نے محبت کا پیغام دیا۔ اب انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہو جائے گا کیوں کہ آپ ﷺ کی آمد سے اس بات کا یقین ہو گیا ہے۔ جو قیامت تک کے لیے نبی ہیں۔ ان کی آمد ہو گئی ہے۔ اب دنیا کو نئی منزل مبارک ہو کیوں کہ منزل کا راستا بتانے والے آ گئے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دو عالم	دونوں جہاں مراد یہ دنیا اور دوسری دنیا	امداد گار	مدد کرنے والا
[illegible]	امانت دار	غم گسار	غم بٹانے والا
اصولِ محبت	محبت کرنے کا طریقہ	پیغام	کسی کی بات زبانی دوسرے تک پہنچانا
محبوب	[illegible]	پروردگار	پالنے والا مراد اللہ تعالیٰ
عرفان	شناخت، پہچان	اعتبار	بھروسا
چراغِ محبت	محبت کا دیا	عالی وقار	معزز، بلند مرتبے والا
خضر	ایک پیغمبر جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بھولے بھٹکوں کو راستا دکھاتے ہیں		

اشعار کی تشریح

شعر نمبر: 1

دو عالم کا امداد گار آ گیا ہے
امیں آ گیا، غم گسار آ گیا ہے

حلِ لغت

عالم: دنیا۔ امداد گار: مددگار، مدد کرنے والا۔ امیں: امانت دار۔ غم گسار: غم

www.downloadclassnotes.com

غوار، ہمدرد

مفہوم: دو عالم کا مددگار آ گیا ہے یعنی امانت دار اور غم خوار آ گیا ہے۔

تشریح: یہ نعت کا شعر ہے۔ نعت ایسی نظم کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہو۔ اس شعر میں احسان دانش نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ دونوں دنیاؤں میں ہمارے مددگار ہیں۔ ایک یہ فانی دنیا اور دوسری آخرت کی دنیا جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس دنیا میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی امانت یعنی دینِ اسلام ہم تک پہنچایا۔ زندگی گزارنے کے طریقے بتائے۔ ہمیں خیر و شر کی باتوں سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے دینِ اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے اپنی اُمت کے لیے راہِ عمل متعین کی۔ دوسرے لفظوں میں آپ ﷺ نے امت کو بتایا کہ دین کیا ہے اور اس پر کس طرح عمل کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی امانت یعنی قرآن مجید کو بحفاظت ہم تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اسی طرح دوسری دُنیا یعنی آخرت میں بھی اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے اُمتی ہونے کا حق ادا کریں۔ آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں۔ آپ ﷺ نے جو راستہ ہمیں بتایا ہے ہم اُس راستے پر چلیں۔ صدقِ دل سے آپ ﷺ کی باتوں پر ایمان لائیں، اسی صورت میں ہم آپ ﷺ کی شفاعت کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سراپا رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔"

شاعر دُنیا کو خوش خبری دیتے ہوئے کہتا ہے کہ حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے ہیں جو دونوں جہانوں میں ہمارے مددگار ہیں۔

شعر نمبر 2: غریبوں کی جاں کو ، یتیموں کے دل کو
سکوں ہو گیا ہے ، قرار آ گیا ہے

حل لغت

یتیم: ایسا بچہ جس کا باپ وفات پا چکا ہو۔ سکون: اطمینان، تسلی۔ قرار: چین

مفہوم: غریبوں کی جان کو سکون ہو گیا ہے اور یتیموں کے دل کو چین آ گیا ہے

تشریح: احسان دانش حضور ﷺ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے عرب معاشرہ جہالت کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا قانون اپنایا جاتا تھا۔ امیر لوگ تمام برائیوں کے باوجود اپنی دولت کے بل بوتے پر صاحب عزت تھے۔ غریبوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا۔ اگر کوئی غریب یتیم ہوتا تو اس کے لیے دردر کی ٹھوکریں ہی ہوتیں۔ اس کی کسی جگہ عزت نہ ہوتی۔ اگر کوئی امیر بچہ یتیم ہو جاتا تو اس کے لالچی رشتے دار اس کے مال و متاع پر قبضہ کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانوں کو کام میں لاتے۔ دوسرے لفظوں میں ہر طرف ظلم و جور کا بازار گرم تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے ساری لاقانونیت ختم ہو گئی۔ اسلام نے ہر شخص کے حقوق متعین کر دیے۔ عظمت اور بڑائی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اس طرح غریبوں اور یتیموں کو بھی اپنے حقوق میسر آئے۔ وہ بھی بے خوف و خطر اپنی زندگی گزارنے لگے۔ ان کے دل بھی اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

شعر نمبر 3: اصول محبت ہے ، پیغام جس کا
وہ محبوبِ پروردگار آ گیا ہے

حل لغت

اصول: طریقہ۔ پیغام: کسی تک زبانی بات پہنچانا۔ محبوب: پیارا۔ پروردگار: پالنے والا مراد اللہ تعالیٰ

مفہوم: جس کا پیغام محبت کا اصول ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیارا آ گیا ہے۔

تشریح: حضورﷺ کی پوری زندگی محبت کا درس دیتی ہے۔ آپﷺ نے عرب کی جاہل اور اجڈ قوم کو زندگی گزارنے کے طریقے بتائے اور انھیں مہذب قوموں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا۔ آپﷺ نے اسلام کی تبلیغ کے لیے محبت کا طریقہ اپنایا۔ آپﷺ نے اپنی میٹھی زباں سے کافروں کے پتھر جیسے سخت دلوں کو موم کیا۔ آپﷺ نے اپنی پوری زندگی دوسروں کو محبت کا سبق دیتے اور خود اس پر عمل کرتے گزاری۔ آپﷺ اس بات کی جیتی جاگتی تفسیر تھے

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

آپﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو اس دُنیا میں بھیجا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی ہے۔

تو مقصدِ تخلیق ہے تو حاصلِ ایماں
جو تجھ سے گریزاں وہ خدا سے ہے گریزاں

شاعر کہتا ہے کہ آپﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور ساری دنیا کو محبت کا پیغام دیا۔

شعر نمبر 4:　اب انساں کو انساں کا عرفاں ہو گا
یقیں ہو گیا ، اعتبار آ گیا ہے

حل لغت

عرفان: معرفت، پہچان، شناخت۔ یقین ہونا: کسی چیز کو دل سے مان لینا۔
اعتبار: بھروسا

مفہوم: اب انسان کو انسان کی پہچان ہو جائے گی کیوں کہ انھیں بھروسا اور یقین ہو گیا ہے۔

تشریح: خالقِ کائنات نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان میری ذات کی پہچان کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی تخلیق کے

مقصد پر بھی غور کرے۔ انسان دنیا میں محض کھانے پینے اور کام کاج کرنے کے لیے ہی نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے۔ حضور ﷺ اس دُنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو ان کے صحیح مقام سے آشنا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے قرآن مجید نازل کیا۔ حضور ﷺ اس کی عملی تفسیر ہیں۔ بقول پروفیسر ایاز اصغر شاہین

اُسی کی ذات ہے قرآں کی حسیں تفسیر
اسی کا قول و عمل مستقل حوالہ ہے

شاعر کہتا ہے کہ اب صحیح معنوں میں انسان کو اس چیز کی پہچان ہو گی کہ انسان کیا ہے اور اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔ انسان اب اپنے آپ کو پہچانے گا کیوں کہ کامل انسان کی زندگی کا نمونہ اس کے سامنے آ گیا ہے۔ نبی پاک ﷺ انسان کامل ہیں۔ آپ ﷺ کے سوا نہ تو کوئی انسان کامل ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہو گا۔ آپ ﷺ کی ذات ایک مکمل ذات ہے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو سن کر اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔

شعر نمبر 5: بجھے گا نہ جس کا چراغِ محبت
وہ پیغمبرِ ذی وقار آ گیا ہے

حلِ لغت

چراغ: دیا۔ پیغمبر: پیغام پہنچانے والا۔ ذی وقار: عزت والا

مفہوم: جس کی محبت کا دیا کبھی نہ بجھے گا وہ عزت والا پیغمبر آ گیا ہے۔

تشریح: احسان دانش حضور ﷺ کی آمد کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس دنیا میں تشریف لا کر محبت اور الفت کا جو دیا روشن کیا ہے وہ کبھی

www.d

نہیں بجھے گا۔ شاعر کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ حضورﷺ نے اسلام کے نور سے ساری دنیا کو منور کر دیا ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی قیامت تک ضوفشاں رہے گی۔ اب یہ روشنی بجھ نہیں سکتی۔ دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور حضورﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپﷺ نے دینِ اسلام کی جو شمع روشن کی ہے وہ قیامت تک روشن ہی رہے گی۔ شاعر حضورﷺ کی آمد کا ذکر کر رہا ہے۔ اسی مضمون کو احسان دانش نے ان الفاظ میں بھی باندھا ہے۔

ہوا جہاں میں تری ذات کا ورود
فکر کی حد سے بھی آگے تھے روشنی کے حدود
ترے طفیل سے لپکا ادب میں شعلۂ زیست
ترے سبب سے ہوا اہتمام بزم وجود

شعر نمبر:6 زمانے کو اب اپنی منزل مبارک
کہ اک خضرِ صد رہ گزار آ گیا ہے

<u>حلِ لغت</u>

منزل: پہنچنے کی جگہ۔ مبارک: باعثِ برکت۔ خضر: مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ایک پیغمبر کا نام جنھوں نے آبِ حیات پیا ہے اور قیامت تک زندہ رہیں گے، جو خشکی اور تری پر عبور رکھتے ہیں اور بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ کنایتہً راہ نما، راہبر۔ صد: سو۔ راہ گزار: راستہ

مفہوم: زمانے کو اب اپنی منزل مبارک ہو کہ ایک راہبر انھیں مل گیا ہے۔

تشریح: حضورﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سرزمینِ عرب جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تہذیب و شائستگی کا نام و نشان نہ تھا۔ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتے تھے۔ نہ ہی کسی کی عزت محفوظ تھی اور نہ ہی جان مال کو کسی قسم کا تحفظ حاصل تھا۔ باپ اپنی سگی

بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی حالتِ زار پر رحم آیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے آنحضرت ﷺ کو پیدا فرمایا۔ بقول شخصے

ہے دل میں تمنا کا شرف جن کے سبب سے
وہ فخرِ رُسل شافعِ اُمت ہوئے پیدا

بھٹکی ہوئی انسانیت کو سراغ منزل مل گیا۔ زندگی گزارنے کے طور طریقوں سے آشنائی ہوئی۔ شاعر لوگوں کو مبارک باد دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ لوگوں کو مبارک ہو کہ آپ کو اپنی حقیقی منزل کا نشان معلوم ہو گیا ہے۔ حضرت خضرؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ خشکی اور تری میں بھولے بھٹکے انسانوں کو منزل کا نشان بتاتے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے سو گنا زیادہ بہتر ہیں کیوں کہ آپ ﷺ نے امت کو جو راستا بتایا پہلے خود اس پر چلے۔ آپ ﷺ نے امت کے لیے آسانیاں فراہم کیں۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: نعت کے پہلے شعر میں بتایا گیا ہے کہ نبی پاک ﷺ اس دنیا میں بھی اور دوسری دُنیا میں بھی ہمارے مددگار ہیں۔ آپ ﷺ امانت دار ہیں یعنی لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کا غم بانٹنے والے یعنی غم گسار ہیں۔

(ب) دوسرے شعر کے مطابق کس کو سکون ملا ہے؟

جواب: دوسرے شعر کے مطابق غریبوں کی جان کو سکون ملا ہے۔

(ج) انسان کو انسان کا عرفان ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: عرفان کا مطلب ہوتا ہے پہچان، شناخت۔ اصل میں عرفان اللہ تعالیٰ کی پہچان

www.do

کو کہتے ہیں۔ انسان کو انسان کا عرفان ہونے کا مطلب ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو پہچان رہا ہے۔ وہ اپنے فرائض سے آگاہ ہو رہا ہے۔ وہ اس بات کو پہچان رہا ہے کہ ایک انسان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کا مقصد کیا ہے۔ وہ اپنے مرتبے کو پہچان رہا ہے۔ حضور ﷺ نے انسانوں کو اس بات سے روشناس کروایا کہ آپ کی پیدائش کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ یہی آپ کے لیے بہتر ہے۔

(د) شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام کیا ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام محبت کرنے کا اصول ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا پیغام ہے کہ دوسروں سے اچھے طریقے سے پیش آؤ۔ کسی کو دکھ، یا تکلیف نہ دو بلکہ آپس میں پیار اور محبت سے رہو۔

(ہ) نعت کے آخری شعر میں خضر سے کون سی ہستی مراد ہے؟

جواب: نعت کے آخری شعر میں خضر سے مراد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہستی ہے۔ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام بھٹکے ہوؤں کی راہ نمائی فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہ نمائی فرمائی۔ لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک کو بھول کر خود ساختہ بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ ہر طرف ظلم و ستم کا بازار گرم تھا۔ لوگ جہنم کے سزاوار ٹھہر چکے تھے۔ آپ ﷺ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہ نمائی فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پہچان کرادی۔ اس طرح لوگ جہنم کی آگ سے بچ گئے اور جنت کے حق دار بن گئے۔

-2 نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) یہ نعت کس شاعر کا ہدیۂ عقیدت ہے؟

(iii) احسان دانش (iv) ماہر القادری

(ب) متن کے مطابق محبوبِ پروردگار کا پیغام کیا ہے؟

(i) اصولِ محبت (ii) غم گساری

(iii) امانت داری (iv) غریب نوازی

(ج) اب انسان کو کس کا عرفان حاصل ہوگا؟

(i) خدا تعالیٰ کا (ii) حقائق کا

(iii) کائنات کا (iv) انسان کا

(د) زمانے کو منزل کے مبارک ہونے کی نوید کیوں دی گئی ہے؟

(i) کامل رہنما کے آنے سے (ii) غم گسار کی آمد کی وجہ سے

(iii) انساں کا عرفان ہونے سے (iv) اک خضرِ صد رہ گزر کی آمد کی وجہ سے

(ہ) خضرِ ذی وقار کے چراغِ محبت کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟

(i) روشن تر ہوگا (ii) ہمیشہ روشن رہے گا

(iii) کبھی نہیں بجھے گا (iv) اس کی روشنی اور پھیلے گی

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(iv)	(ہ)	(iv)
(د)	(iii)						

4- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیے:

عالم، سکوں، عرفان، محبت، منزل

جواب: عَالَم، سُکُوں، عِرْفَاں، مَحَبَّت، مَنْزِل

5- الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں:

غم گسار، قرار، یقین، پیغام، ذی وقار

الفاظ	جملوں میں استعمال
غم گسار	حضرت محمد ﷺ سب کے غم گسار ہیں۔
قرار	گمشدہ بچہ ملنے پر ماں کی بے قراری کو قرار آ گیا۔
یقین	یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
پیغام	ع میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے
ذی وقار	صدرِ ذی وقار نے تقریر میں اوّل آنے والے طالب علم کو انعام دیا۔

6- درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

اصول، اعتبار، چراغ، عرفان، راہ گزار

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اصول	طریقہ، سلیقہ	اعتبار	بھروسا
چراغ	دیا	عرفان	پہچان، شناخت، معرفت
راہ گزار	گزرگاہ، راستا		

7- مناسب الفاظ چن کر مصرعے مکمل کریں:

(الف) بجھے گا نہ جس کا ـــــــــ محبت

(ب) ـــــــــ ہو گیا ہے، قرار آ گیا ہے

(ج) اب انساں کو انساں کا ـــــــــ ہو گا

(د) ـــــــــ کو اب اپنی منزل مبارک

جوابات

(الف) بجھے گا نہ جس کا چراغِ محبت

(ب) سکوں ہو گیا ہے، قرار آ گیا ہے

(ج) اب انساں کو انساں کا عرفان ہو گا

(د) زمانے کو اب اپنی منزل مبارک

www.downloadclassnote.com

8۔ نعت کے متن کو مدِ نظر رکھ کر کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیے:

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
مددگار	پیغام	غم گسار
اُصولِ محبت	رہ گزار	پیغام
یقیں	غم گسار	اعتبار
خضر	عرفان	رہ گزار
انساں	اعتبار	عرفان

سرگرمیاں

1۔ طلبہ میں نعت خوانی کا مقابلہ کرایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام طلبہ میں نعت خوانی کے مقابلے کا اہتمام کریں۔ خوش الحانی اور درست ادائیگی سے نعت پڑھنے والے طلبہ و طالبات کو انعام دیا جائے اور دوسروں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

2۔ ہر طالب علم اپنی پسند کا ایک نعتیہ شعر خوش خط لکھ کر اپنے استاد کو دکھائے۔

جواب: چند نعتیہ اشعار

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
(مولانا ظفر علی خاں)

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسیں ، وہی طٰہٰ
(علامہ اقبال)

نعت اس نبیؐ کی جس نے پیغامِ حق سنایا

انسانیت کا رستہ انسان کو دکھایا

(محشر رسول نگری)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

(مولانا الطاف حسین حالی)

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

(بہزاد لکھنوی)

میں سجدہ کروں یا کہ دل کو سنبھالوں
محمدؐ کی چوکھٹ نظر آ رہی ہے

(مسلم خیالی)

بگڑی ہوئی بنتی ہے ہر بات مدینے میں
غم خوار محمدؐ کی ہے ذات مدینے میں

(عبدالستار نیازی)

3- نعت پڑھنے اور سننے کے آداب خوش خط لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کیے جائیں۔

جواب: طلبہ نعت پڑھنے اور سننے کے آداب نوٹ کریں اور انھیں ایک چارٹ پر خوش خط لکھوا کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

نعت پڑھنے اور سننے کے آداب

نعت ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کی گئی ہو، اس لیے اسے سننے اور پڑھنے کے کچھ آداب ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

1۔ نعت پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کا جسم اور لباس پاک صاف ہو۔
2۔ وہ نعت پڑھنی چاہیے جس کے الفاظ بخوبی یاد ہوں۔ نعت میں اپنی طرف سے کوئی لفظ شامل نہیں کرنا چاہیے۔
3۔ نعت خاموشی سے سُنی چاہیے۔
4۔ جب کوئی دوسرا نعت پڑھ رہا ہو تو آپس میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔
5۔ اگر پڑھی جانے والی نعت آپ کو بھی زبانی یاد ہو تو آپ زیرِلب اسے پڑھ سکتے ہیں مگر اونچی آواز میں نہیں پڑھنی چاہیے۔
6۔ نعت کے اختتام پر جزاک اللہ اور ماشا اللہ کے الفاظ کہے جا سکتے ہیں لیکن نعت کے اختتام پر تالیاں نہیں بجانی چاہئیں۔
7۔ نعت میں جہاں کہیں آپ ﷺ کا نامِ مبارک آئے تو زیرِ لب درود پڑھنا چاہیے یعنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہنا چاہیے۔

4۔ چند اور نعتیں تلاش کریں اور جماعت کے کمرے میں دیگر طلبہ کو سنائیں۔

جواب: مجھے امیر مینائی کی یہ نعت بہت پسند ہے۔

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے
خاک چھانیں تو رہِ عشقِ نبی ﷺ میں چھانیں
ذرّے ذرّے سے یہاں بوئے وفا آتی ہے
غمِ احمدؐ میں مرے دل سے نکلتا ہے دھواں
یا اُمنڈتی ہوئی قبلہ سے گھٹا آتی ہے
روضۂ پاک میں سب ضبطِ نفس کرتے ہیں
اس گلستاں میں دبے پاؤں صبا آتی ہے
آپ ﷺ کے عشق میں مرنا بھی عجب دولت ہے
"فَادْخُلُوْا" کی درِ جنت سے صدا آتی ہے

جب میں جاتا ہوں تو اس روضۂ اقدس سے امیرؔ
پھول دامن میں بھرے باد صبا آتی ہے

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کو نعت پڑھنے اور سننے کے آداب بتائے جائیں۔
جواب: دیکھیے سرگرمی نمبر 3

2- طلبہ کو ذہن نشین کرائیں کہ حضورﷺ کا اسم گرامی سنیں تو درود پڑھنا لازم ہو جاتا ہے۔

جواب: ہم سب مسلمان ہیں۔ ہمارے نبی کا نام حضرت محمدﷺ ہے۔ آپﷺ سے عقیدت ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے۔ جس سے عقیدت ہو اس کی ہر بات پیاری لگتی ہے۔ جب آپﷺ کا نام مبارک لیا جائے یا کسی دوسرے کی زبانی سنا جائے یا پھر کہیں لکھا ہوا دیکھا جائے تو ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ درود پڑھے۔ درود یہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

3- چند بڑے نعت گو شعرا کا تعارف کرایا جائے۔
جواب: اردو کے چند بڑے نعت گو شاعر

امیر مینائی

امیر مینائی کا نام امیر احمد ہے۔ تخلص بھی امیر ہے۔ ایک صوفی بزرگ شاہ مینا کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے مینائی کہلاتے ہیں۔ والد کا نام کرم محمد یا کرم احمد تھا۔ وہ ایک عالم فاضل آدمی تھے۔ امیر مینائی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر فرنگی محل کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ شاعری کا ذوق و شوق امیر کو بچپن ہی سے ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دور کے ایک معروف شاعر مظفر علی اسیر کے شاگرد ہو گئے اور کچھ ہی عرصے بعد شاعری میں اس قدر نام پیدا کر لیا کہ اپنے استاد سے بھی بڑھ گئے۔ انھوں نے بے شمار نعتیں لکھی ہیں۔

ظفر علی خاں

آپ سیالکوٹ کے ایک گاؤں کوٹ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وزیر

آباد میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پٹیالہ سے پاس کیا۔ اس کے بعد علی گڑھ کالج میں داخلہ لے لیا۔ ایف۔اے کرنے کے بعد ریاست جموں وکشمیر میں محکمہ ڈاک میں ملازم ہو گئے۔ ان کے والد مولوی سراج الدین بھی وہیں ملازم تھے۔ زیادہ دیر تک ملازمت کو نہ نبھا سکے اور اسے چھوڑ کر دوبارہ علی گڑھ کالج میں داخل ہو گئے اور وہاں سے کامیابی کے ساتھ بی۔اے کر لیا۔ کچھ عرصہ دکن میں ملازمت کی۔ آپ کی نعتوں میں حضورﷺ سے بڑی عقیدت مندی کا اظہار نظر آتا ہے۔ آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ برجستہ اور فی البدیہہ شعر کہنے میں یکتا تھے۔ شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ کی شاعری کا بڑا حصہ سیاست پر ہے جس کی اہمیت عارضی اور وقتی ہوتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ فن شعر کے اعتبار سے آپ کا کلام بہت بلند پایہ ہے۔

ماہر القادری

ماہر القادری 1907ء میں ریاست حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ اصل نام منظور حسین ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے اور عمر کا زیادہ حصہ یہیں گزرا۔ ابتدا ہی سے دینی مزاج کے حامل تھے چوں کہ سلسلہ قادریہ سے نسبت تھی اس لیے القادری ادبی نام کا مستقل حصہ بنایا۔ ماہر القادری کو شاعری وراثت میں ملی تھی۔ ان کے والد محمد معشوق علی مشہور ادیب اور شاعر تھے اور ظریف تخلص کرتے تھے۔ ماہر القادری نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسے میں حاصل کی البتہ فارسی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ باقاعدہ تعلیم میٹرک تک حاصل کی لیکن نجی طور پر بے شمار کتب کا مطالعہ کر کے اپنی تعلیمی اور ادبی استعداد کو بڑھایا۔ 1978ء میں مکہ مکرمہ میں ایک مشاعرے کے دوران میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کا یہ شعر زبان زدِ خاص و عام ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

ان کے علاوہ نعت کے اہم شعرا میں علامہ اقبال ؒ، مولانا الطاف حسین حالی، احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، بہزاد لکھنوی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں چند غیر مسلم نعت گو شاعر بھی ہیں جنھوں نے بڑی عقیدت سے نعت لکھی ہے۔ غیر مسلم نعت گو شاعر درج ذیل ہیں۔

دیا شنکر نسیم، کشن پرشاد شاد، ہری چند اختر، دلورام کوثری، عرش ملسیانی، تلوک چند محروم، جگن ناتھ آزاد وغیرہ

طلبہ کو درج ذیل احادیثِ مبارکہ سنائی جائیں۔

الف۔ ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

ب۔ ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا جب تک کوئی مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے، اس وقت تک فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔

○ اساتذہ کرام بچوں کو ان احادیث کے بارے میں بتائیں اور انھیں درود پاک پڑھنے کی تلقین کریں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب پر (✓) سے نشان لگائیں۔

(الف) امداد کار آ گیا ہے:

(i) عرب کا　(ii) عجم کا
(iii) دنیا کا　(iv) دو عالم کا

(ب) سکون ہو گیا ہے:

(i) غریبوں کی جاں کو　(ii) ہر چھوٹے بڑے کو
(iii) ٹریفک کے شور سے　(iv) جانوروں کے خوف سے

(ج) نعت کے مطابق حضور ﷺ کا پیغام ہے:

(i) اصولِ تجارت　(ii) اصولِ محبت
(iii) اصولِ فطرت　(iv) اصولِ محنت

(د) انسان کو انسان کا حاصل ہوگا:
(i) سرمایہ (ii) علم
(iii) عرفان (iv) درد

(ہ) ایسی نظم جس میں نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف کی جائے کہلاتی ہے:
(i) حمد (ii) نعت
(iii) منقبت (iv) قصیدہ

(و) بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں:
(i) حضرت موسیٰ علیہ السلام (ii) حضرت ایوب علیہ السلام
(iii) حضرت خضر علیہ السلام (iv) حضرت یوسف علیہ السلام

(ز) نصاب میں شامل نعت کے شاعر ہیں:
(i) جوش ملیح آبادی (ii) بہزاد لکھنوی
(iii) حفیظ جالندھری (iv) احسان دانش

(ح) "محبوب پروردگار" سے مراد ہے:
(i) تمام فرشتے (ii) حضرت آدم علیہ السلام
(iii) حضرت محمد ﷺ (iv) حضرت ابراہیم علیہ السلام

(ط) اب اپنی منزل مبارک ہو:
(i) ہر بھٹکے ہوئے انسان کو (ii) ہر راہی کو
(iii) صبح سفر کرنے والے کو (iv) زمانے کو

(ی) "امین" کا مطلب ہے:
(i) امانت دار (ii) امن والا
(iii) بخشا ہوا (iv) عمل کرنے والا

جوابات

(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(i)	(ب)	(iv)	(الف)
(iii)	(ح)	(iv)	(ز)	(iii)	(و)	(ii)	(ہ)
				(i)	(ی)	(iv)	(ط)

شاہد احمد دہلوی
(1906ء تا 1967ء)

مرزا محمد سعید

تدریسی مقاصد

- مرزا محمد سعید کی علمیت سے روشناس کروانا۔
- دِلّی کی تہذیب سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کو خاکہ نگاری کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو متمول طبقے کی معاشرت کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
- طلبہ کو بتانا کہ اہلِ علم لوگ حلیم الطبع اور وضع دار ہوتے ہیں۔
- طلبہ کو نئے نئے الفاظ، تراکیب اور محاورات سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو شاہد احمد دہلوی کی طرزِ تحریر اور شستہ زبان سے متعارف کروانا

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام

شاہد احمد دہلوی ولدیت: مولوی بشیر احمد تاریخ پیدائش: 22 مئی 1906ء

تعلیم

ابتدائی تعلیم حیدر آباد اور علی گڑھ سے حاصل کی۔ اس کے بعد اینگلو ہائی اسکول دہلی چلے گئے اور وہاں سے میٹرک کی سند حاصل کی۔ علمی تشنگی ابھی باقی تھی اس لیے لاہور سے دہلی آ گئے اور وہاں سے انگریزی ادبیات میں بی۔اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔

www.a .com

حالاتِ زندگی

لکھنے پڑھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ ان کے والد محترم بشیرالدین احمد اپنے زمانے کے جانے پہچانے مصنف اور مورخ تھے۔ آپ کے دادا کو اُردو کا پہلا ناول نگار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یعنی شاہد احمد دہلوی ڈپٹی نذیر احمد کے پوتے تھے۔ گھر کا ماحول ہی ایسا تھا جس نے شاہد احمد دہلوی کو لکھنے پڑھنے کی طرف راغب کیا۔ انھوں نے عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد 24 سال کی عمر میں یعنی جنوری 1930ء میں ایک ماہنامہ رسالہ جاری کیا جس کا نام "ساقی" تھا۔ اس رسالے کے اجرا کے چھٹے سال بعد یعنی 1936ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین دہلی کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ آپ شخصیت نگار ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ موسیقار بھی تھے۔ انھوں نے کئی بہترین دھنیں تیار کیں۔ جب 1947ء میں ہندوستان کی تقسیم ہوئی تو آپ دہلی سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ پاکستان آ کر انھوں نے 1948ء میں ریڈیو پاکستان میں ملازمت اختیار کر لی اور کراچی ہی سے اپنے رسالے "ساقی" کا دوبارہ اجرا کیا۔ یہ رسالہ ان کی وفات تک شائع ہوتا رہا۔

1959ء میں جب پاکستان میں رائٹرز گلڈ کے قیام کا مرحلہ درپیش ہوا تو انھوں نے اس کے قیام کے لیے انتہائی محنت کی۔ جب پاکستان رائٹرز گلڈ قائم ہو گیا تو اس کے پہلے اجلاس کی صدارت شاہد احمد دہلوی ہی نے کی۔

تصانیف

یوں تو شاہد احمد دہلوی نے ادب کی بہت خدمت کی ہے اور اپنے فن پاروں سے اردو ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے تاہم ان کی مشہور تصانیف میں "گنجینۂ گوہر"، "دلی کی بپتا" اور "بزمِ خوش نفساں" شامل ہیں۔

شاہد احمد دہلوی کی ادبی خدمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے انھیں "افتخارِ ادب" کا ایوارڈ دیا۔

وفات

شاہد احمد دہلوی نے 27 مئی 1967ء کو اکسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ انھیں کراچی میں ہی دفن کیا گیا۔

مرکزی خیال

پروفیسر مرزا محمد سعید کی وفات کی لوگوں کو خبر تک نہ ہوئی افسوس ! اتنا بڑا صاحب کمال ہم میں سے اٹھ جائے اور ہمیں خبر نہ پہنچے۔ جو قوم اپنے اہل کمال لوگوں کی پروا نہیں کرتی وہ ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی۔ ان کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ انھوں نے زندگی بڑی سیدھی سادی گزاری۔ قلب مطمئنہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی علمی و ادبی معاشرتی حیثیت مسلم ہے۔ ان کی تحریر جامعیت کی حامل ہے۔

اہم نکات

- مرزا صاحب کی اچانک وفات
- ادبی خدمات
- ایک پبلشر سے ملاقات
- شرفائے دہلی سے تعلق
- ایک ادبی حلقہ
- شوقِ مطالعہ
- سیاست میں حصہ
- خوش وضع نوجوان

خلاصہ

صبح پروفیسر مرزا محمد سعید کے سوئم کی خبر اخباروں میں پڑھ کر دل دھک سے رہ گیا۔ ان کے سانحۂ ارتحال کی خبر ان کے دوستوں کو بھی نہ ہوئی۔

مرزا صاحب اتنے خاموش طبع تھے کہ اکثر لوگوں کو ان کے علمی و ادبی کارناموں سے حقیقی شناسائی نہیں ہوئی۔ وہ فرمائشی کام نہ کرتے تھے۔ صرف اسی وقت لکھتے جب خود ان کا دل چاہتا۔ انھوں نے اسی جذبے سے "مخزن" کے لیے لکھا۔ لاہور کے اکثر پبلشر مرزا صاحب سے کچھ لکھنے کی فرمائش کرتے لیکن اپنی مرضی کے بغیر ایک لفظ نہ لکھتے۔ انھوں نے اپنا پہلا ناول "خواب ہستی" بھی کچھ لیے دیے بغیر چھپوا دیا۔

ایک پبلشر لاہور سے دلی آئے تاکہ مرزا صاحب سے ناول لکھنے کے لیے کہیں۔ اسے زعم تھا کہ وہ مرزا صاحب کو ایک ہزار کا کثیر معاوضہ دے کر ناول لکھوا لیں گے۔ پبلشر مضمون نگار کے ہمراہ پروفیسر صاحب سے ملے۔ ناول کی فرمائش کی۔ مرزا صاحب نے ٹھنڈے مزاج سے جواب دیا۔ ”آپ پانچ یا دس ہزار بھی دے دیں تو میں اپنا تحقیقی کام ”مذہب اور باطنیت“ چھوڑ کر ناول نہیں لکھ سکتا۔“

مرزا صاحب دلی کے شرفا کے ایک امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے رہائشی علاقے میں سر سید احمد خاں کا قدیم مکان بھی تھا۔ ان دنوں مسلمان شرفا انگریزی تعلیم کو برا سمجھتے تھے۔ سر سید نے مسلمانوں کے غلط نظریے کی اصلاح کی چنانچہ دلی کے اسی حلقے میں ایک مشتاق احمد زاہدی اور دوسرے پروفیسر مرزا محمد سعید انگریزی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ مرزا صاحب نے گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ 1906-07 میں علی گڑھ میں پڑھایا اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔ پطرس اور تاج بھی ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ پطرس تو وائسرائے ہند سے زیادہ ان کا احترام کرتے تھے۔

پطرس بخاری ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل ہو گئے لیکن دوستوں سے راہ و رسم میں کوئی فرق نہ آیا۔ انھوں نے مرزا صاحب کو ریڈیو پر تقریر کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ دو ایک تقریروں کے بعد مرزا صاحب نے بیجا کاٹ چھانٹ کا کنٹریکٹ واپس کر دیے۔ پطرس بخاری نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے ”مجھے منظور نہیں کہ تمھارے شاگرد مجھے اصلاح دیں۔“ تقریروں کے انچارج نے کہا پھر اس طرح میری نوکری چلی جائے گی اور بچے بھوکے مر جائیں گے۔ یہ بات سن کر مرزا صاحب نے فوراً دستخط کر دیے۔

جنگ کے زمانے میں لاہور کے بیشتر ادیب اور شاعر اتفاق سے دلی میں جمع ہو گئے۔ پطرس کی تحریک پر ایک ادبی حلقہ بن گیا۔ تنقیدی نشست ہوئی۔ ایک جلسے میں محمود نظامی کے مقالے پر اظہار خیال ہو رہا تھا۔ مرزا صاحب نے محتاط رائے دی۔ پطرس نے فیض کو اشارہ کیا وہ مرزا کی بات کاٹ کر بولنے لگے۔ مرزا صاحب جلال میں آ گئے اور فوراً پرانی تہذیبوں کی تاریخ کے اوراق کھنگال ڈالے۔ فیض دم بخود رہ گئے۔ آخر چائے

کا سامان رکھوایا گیا جس سے مرزا کا جوش ٹھنڈا ہوا۔

مرزا گھنٹوں مطالعے میں مصروف رہتے اور اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ کتابیں خریدنے میں صرف کر دیتے۔ مرزا سادہ زندگی بسر کرتے۔ معدے کے مریض تھے اس لیے زیادہ تر پیدل چلتے۔ بیوی ادبی ذوق کی مالک اور اولاد سعادت مند، پنشن اتنی تھی جس سے بآسانی گزارہ ہو سکے۔ غرض زندگی ہر لحاظ سے مطمئن تھی۔

ریڈیو پاکستان سے ایک پروگرام "دانش کدہ" شروع کیا گیا۔ مرزا صاحب کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ مرزا صاحب بولے "انسان دولت یا شہرت کے لیے کوئی کام کرتا ہے مجھے دونوں کی حاجت نہیں۔" بہت اصرار ہوا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ وہ جو کہہ دیتے تھے اس سے نہ پھرتے تھے۔

قیامِ پاکستان سے قبل مرزا صاحب نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور صوبائی مسلم لیگ کے صدر اور مسلم لیگ کونسل کے ممبر چنے گئے۔ کراچی یونیورسٹی میں مشیر رہے۔ ادیبوں کے گلڈ 1959ء کے پہلے اجلاس کی صدارت مرزا ہی نے کی تھی۔

مرزا صاحب اکہرے بدن کے خوش وضع انسان تھے۔ آنکھیں روشن، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی۔ ڈاڑھی منڈی ہوئی دھان پان سے آدمی، وہ زمانے کا شکوہ نہ کرتے۔ دلی میں سب سے پہلے انگلش سوٹ مرزا ہی نے پہنا۔ انھیں 32 سال سے ہمیشہ شیروانی پہنتے دیکھا۔ چالیس سال کی عمر کے بعد ہاتھوں میں رعشہ آ گیا تھا اس لیے لکھنے میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ خلوت پسندی کی عادت زیادہ تھی۔

موت برحق ہے لیکن مرزا صاحب کی وفات کا صدمہ اس لیے زیادہ ہے کہ ایسے عظیم لوگ زمانہ کم ہی پیدا کرتا ہے۔ مرزا کی محرومی کا جتنا بھی غم کیا جائے کم ہے۔

مضمون پر تبصرہ

شاہد احمد دہلوی نے مرزا محمد سعید کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو زیرِ بحث لاتے ہوئے ان کی شخصیت کو اجاگر کیا ہے۔ ایک انتہائی قابل شخص گمنامی میں انتقال کر گیا اس

کا انھیں بہت افسوس تھا لیکن اس میں قصور کسی کا بھی نہیں کیوں کہ مرزا صاحب خاموش کام کرنے والے تھے۔ وہ شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انھیں اپنے کام سے عشق تھا۔ اپنی مرضی سے لکھتے تھے کسی کی پابندی انھیں گوارا نہیں تھی۔ سیاست میں بھی حصہ لیا۔ زیادہ لوگوں سے دوستی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں صالح اولاد اور نیک سیرت بیوی عطا کی تھی۔ الغرض انھوں نے بہت مطمئن زندگی گزاری۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
علالت	بیماری	چشم و چراغ	اولاد، بیٹا
عدم موجودگی	غیر حاضری	آبائی مکان	آبا و اجداد کا مکان باپ دادا کا مکان
رہ رہ کر	بار بار، [illegible]	شرفا	شریف لوگ
گھاؤ	زخم۔	غلط نظریہ	غلط خیال
پبلک	عوام	اصلاح	درستی
ستائش	تعریف	صدی	سو سال
صلہ	نیک اجر	مخلصانہ	خلوص سے بھرا ہوا
بے نیاز	پروا نہ کرنے والا	معترف	اعتراف کرنے والا
تسکین	تسلی، اطمینان	اکتساب	حاصل کرنا
فرمائشی کام	کسی کے چاہنے پر کام کرنا	گھٹیا	نچلے درجے کا
شہرت	مشہوری	احترام	عزت
رسم و راہ	تعلقات	نشر کرنا	ریڈیو کے ذریعے سے آواز پھیلانا
آمادہ	تیار، راضی	کنٹریکٹ	معاہدہ

حسنِ اخلاق	اچھا اخلاق	معذرت کرنا	معافی مانگنا
شدہ شدہ	ہوتے ہوتے، آہستہ آہستہ	اصلاح	درستی
ڈائریکٹر	ہدایات دینے والا یہاں مراد اعلیٰ آفیسر	طویل	لمبا
حسبِ دستور	طریقے کے مطابق	کارروائی	کارکردگی
مسودہ	ہاتھ سے لکھی تحریر	پیش خیمہ	بنیادی بات
تپ جانا	غصے میں آنا	حسنِ اتفاق	اچھے موقع پر
پبلشر	کتاب شائع کرنے والا	محدود	حد میں رہنے والا
غرض	وجہ، ضرورت	مقالہ	ادبی مضمون
ماتھا ٹھنکنا	بات کا پیشگی اندازہ لگا لینا	بحث مباحثہ	دلیلیں دینا
چھوٹتے ہی	اسی وقت، فوراً	محتاط	احتیاط سے
سٹی گم ہو جانا	پریشان ہونا	شوخی سوجھنا	شرارت ذہن میں آنا
پہلو بدلنا	بے اطمینانی کا اظہار کرنا	جلال میں آنا	غصے میں آنا
کارنامہ	عمدہ کام	ضد یا انا	ڈھٹائی سے گفتگو کرنا
متمول	مال دار	پشیمانی	پچھتاوا
آنکھیں پھاڑ کے دیکھنا	حیرت سے دیکھنا	دل دھک سے رہ جانا	پریشان ہو جانا
سانحۂ ارتحال	مرنے کی بدخبر	سوئم	تیسرا، میت کا تیسرا دن جب قل کا ختم دلایا جاتا ہے۔
صاحبِ کمال	ہنر مند شخص	مرض الموت	ایسا مرض جس سے موت واقع ہو جائے

www.…s.com

سناؤنی	مرنے کی خبر	اطلاع	خبر
شعار	طریقہ	رحلت	وفات
غافل	بے خبر، بے پروا	قدردان	قدر کرنے والے
غفلت مجرمانہ	سزا دینے والی غفلت	رفع ہونا	دور ہونا، ختم ہونا
ایکا ایکی	اچانک	کرّوفر	شان و شوکت
عالِم	علم والا	درس و تدریس	پڑھائی لکھائی
عالَم	دُنیا، جہان	مشغلہ	شغل، مصروفیت
اکہرا ڈیل	نازک بدن	میسر آنا	مہیا ہونا، ملنا
کشادہ	کھلا، وسیع	سعادت مند	تابع فرمان
دھان پان	دبلا پتلا جسم	محتاج نہ ہونا	کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا
نفیس	عمدہ	احتیاج	ضرورت، حاجت
رعشہ	ایک بیماری جس میں بدن کے اعضا کانپنے لگتے ہیں	قلب مطمئن	دل کا مطمئن ہونا
کان کھڑے ہونا	ہوشیار ہونا، چوکنا ہونا	دانش کدہ	علم و حکمت کا گھر
فی البدیہہ	موقع پر	چار چاند لگنا	رونق دوبالا ہونا
مدعا	غرض	متبسم ہونا	زیرِ لب مسکرانا
شہرت	ناموری، مشہوری	قدری کرنا	اصرار کرنا، بار بار کہنا
ٹس سے مس نہ ہونا	کوئی اثر نہ ہونا	قرینے	سلیقے
زحمت	تکلیف	مشیر	مشورہ دینے والا، صلاح دینے والا

جامع العلوم	جس میں بہت سے علوم جمع ہوں	محروم	نہ ملنا
وضع دار	سلجھا ہوا۔ رکھ رکھاؤ والا	قائل	آمادہ

نثر پاروں کی تشریح کا طریقہ

تشریح کیسے کی جائے؟

کسی نثر پارے کی تشریح کے لیے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے:

حوالہ متن

متن کے معنی ہیں اصل عبارت۔ اس لحاظ سے حوالہ متن سے مراد یہ ہے کہ دی ہوئی عبارت کس مضمون سے لی گئی ہے اور اس مضمون کا مصنف یعنی لکھنے والا کون ہے؟ امتحان میں حوالہ متن لازمی پوچھا جاتا ہے اور اس کے نمبر مقرر ہیں۔

سیاق و سباق

سیاق کے معنی ہیں مضمون کا ڈھنگ یا طرز اور سباق کے معنی ہیں ربط یا تعلق۔ گویا سیاق و سباق کا مطلب یہ ہے کہ عبارت کا مضمون سے کیا تعلق یا ربط ہے۔ لفظی طور پر سیاق سے مراد یہ ہے کہ پیچھے سے بات کیسے چل رہی ہے اور سباق سے مراد ہے کہ اس نثر پارے سے آگے مضمون کیسے بڑھتا ہے۔ اسے ہم موقع محل بھی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی اس میں بتایا جاتا ہے کہ عبارت کس موقع سے لی گئی ہے اور اس سے پہلے کیا بات چل رہی ہے۔ اگر عبارت کسی کہانی سے لی گئی ہے تو بتانا ہوگا کہ کہانی کے آغاز سے یہ عبارت لی گئی ہے یا کہانی کے نقطۂ عروج، درمیان یا انجام و آخر سے لی گئی ہے۔ مختصر طور پر یوں سمجھ لیں کہ سیاق و سباق میں ہمیں متعلقہ مضمون یا کہانی کا مختصر سا خلاصہ، تعارف یا مرکزی خیال پیش کرنا ہوتا ہے۔ جب تک یہ تعارف یا مرکزی خیال پیش نہ کیا جائے دی ہوئی عبارت کا مطلب واضح نہیں ہو سکتا۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ عبارت یا نثر پارہ گویا جزو ہے اور سبق کل۔

www. .com

اب ظاہر ہے کہ جب تک کل واضح نہ ہو جزو کا مفہوم سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ ٹی وی پر کسی ڈرامے کا سین یا منظر دیکھتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ آپ محض ایک منظر دیکھ کر پورے ڈرامے یا کہانی کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے کیوں کہ منظر ایک جزو ہے اور ڈراما کل۔ اس لیے اس منظر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ متعلقہ ڈرامے یا کہانی کے خاکے سے واقف ہوں اور آپ کو اس ڈرامے کا صحیح تعارف حاصل ہو۔ جب تک آپ کو اس ڈرامے کا خلاصہ یا مرکزی خیال نہ بتایا جائے آپ اکیلے منظر یا سین کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔

اگر کہانی کسی عبارت کی بجائے کسی سنجیدہ قسم کے مضمون سے لی گئی ہے تو اس کا موقع محل بتانا ضروری نہیں۔ بس اس مضمون کا مختصر سا خلاصہ، تعارف یا مرکزی خیال پیش کر دیں۔ اس سیاق و سباق کے بھی باقاعدہ نمبر مقرر ہیں۔

حل لغت

اس عنوان کے تحت آپ کو دی ہوئی عبارت میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں ان کے معانی بتانے ہیں اور ان کی تشریح کرنی ہے۔ بعض اوقات امتحان میں پوچھ لیا جاتا ہے کہ خط کشیدہ الفاظ کے معانی بتائیں اور تشریح کریں۔ بالفرض اگر ایسا نہ بھی پوچھا گیا ہو تو بھی مشکل الفاظ کے معانی دے دینے چاہئیں کیوں کہ یہ بھی بہر حال تشریح ہی کا ایک حصہ ہیں۔

تشریح

یہ حصہ بہت اہم ہے بلکہ اسے ہی اصل حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس حصے میں مضمون کی روشنی میں دی ہوئی عبارت کو آسان الفاظ میں پیش کرنا ہے اور اس کی خوب تشریح اور وضاحت کرنی ہے۔ عبارت میں اگر کسی تلمیح یا تاریخی واقعے کی طرف اشارہ ہے تو اس کی پوری وضاحت کریں۔ مثلاً اگر کوہ طور کا ذکر آئے تو بتانا ہوگا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہوتے تھے اور یہیں آپ نے دیدار الٰہی کا تقاضا کیا تھا۔ اسی طرح اگر ید بیضا کا ذکر آئے تو آپ کو بتانا چاہیے کہ یہ حضرت موسیٰ

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ جب آپ اللہ کے حکم سے اپنا ہاتھ بغل میں دبا کر نکالتے تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مجمل یا مختصر بات بیان ہوئی ہے تو اس کی وضاحت کر دیں۔ اسی طرح آپ کو چاہیے کہ عبارت کے مفہوم و مطلب کی مناسبت سے ہم مضمون آیات قرآنی (یا ان کا ترجمہ) احادیث و اشعار و اقوال وغیرہ کا حوالہ بھی دیں تاکہ ان حوالوں کی روشنی میں عبارت کا مفہوم خوب واضح ہو جائے۔ اسی طرح آپ کسی تاریخی واقعہ، مثال یا اپنے تجربے اور مشاہدے کا حوالہ بھی دے سکتے ہیں۔

تبصرہ

اگرچہ یہ حصہ امتحان میں مطلوب تو نہیں تاہم اسے شامل کیا جا سکتا ہے یا کم از کم تشریح والے حصے ہی میں لایا جا سکتا ہے۔ اس میں آپ اپنی رائے دے سکتے ہیں کہ زبان اور معانی و خیال کیسے ہیں۔ آپ عبارت کے ادبی محاسن پیش کر سکتے ہیں اور تنقید کرتے ہوئے کسی خامی کی نشان دہی بھی کر سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ اس حصے میں عبارت کی خوبیاں اور خامیاں بیان کر سکتے ہیں۔

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف 1　　مرزا صاحب کی زندگی ـــــــــــ میسر تھا۔

متن کا حوالہ　(الف) مضمون کا نام　پروفیسر مرزا محمد سعید
(ب) مصنف کا نام　شاہد احمد دہلوی

حل لغت

کر و فر: شان و شوکت۔ ٹھاٹ باٹ: عیش و عشرت۔ تحیز: پیار یا کر بچے کا ابتج۔ فضل: فضیلت، بڑائی، کرم۔ میسر: ملنا، مہیا ہونا

سیاق و سباق

اس پیراگراف میں شاہد احمد دہلوی، مرزا محمد سعید کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

www. .com

زیرِ بحث لاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی زندگی تصنع اور بناوٹ سے پاک تھی۔ انھیں مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ان کی ملازمت بھی پڑھائی لکھائی والی تھی۔ ان کی پنشن کی زیادہ رقم کتب کی خریداری پر صرف ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سعادت مند اولاد اور سلیقہ شعار بیوی سے نوازا تھا۔ ان کی بیوی بھی ادبی ذوق کی مالک تھی۔ ان کی بیوی کے بھی دو ایک ناول شائع ہو چکے تھے۔ حکومت کی طرف سے انھیں اتنی پنشن مل جاتی تھی جو گزر بسر کے لیے کافی ہوتی اس لیے بڑھاپے میں بھی انھیں کسی قسم کی محتاجی نہ تھی۔

تشریح

صاحبِ مضمون نے مرزا محمد سعید کی زندگی کو بڑی گہری نظر سے دیکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی بڑی سیدھی سادی اور ریاکاری سے پاک تھی۔ غرور اور تکبر تو انھیں چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ شان و شوکت اور عیش و عشرت سے دور ہی رہتے تھے۔ کہیں آنے جانے کے لیے سواری بھی استعمال نہیں کرتے تھے۔ مرزا صاحب معدے کے مرض میں مبتلا تھے۔ اسی وجہ سے زیادہ تر پیدل چلتے تھے۔ صبح اٹھ کر ٹہلنے کے لیے ضرور جاتے تھے۔ مرزا صاحب کا معمول تھا کہ وہ رات کو جلدی سو جاتے تھے۔ کھیل تماشوں کے شوقین نہیں تھے اس لیے سینما اور تھیٹر بھی کم ہی دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انھیں گھر میں ہر طرح کا آرام و سکون مہیا تھا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحبِ مضمون نے مرزا صاحب کے رہن سہن کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرزا صاحب سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ وہ شان و شوکت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اچھی صحت کے لیے ایسی زندگی ایک نمونہ ہے۔ معدے کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انھوں نے صبح کی سیر کو اپنا معمول بنایا ہوا تھا جو ہر دوا سے بڑھ کر ہے۔ انھوں نے ایک مطمئن زندگی گزاری کیوں کہ انھیں گھر میں ہر طرح کا آرام و سکون میسر تھا۔ سعادت مند اولاد اور وفا شعار بیوی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

پیراگراف 2 سنا ہے کہ دلی کے ایک ــــــــــــ اپنا گھر بھلا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: پروفیسر مرزا محمد سعید
(ب) مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

حل لغت

سوٹ: انگریزی لباس جو پتلون کوٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔ نفیس: عمدہ۔ گفتگو: بات چیت۔ رعشہ: ایک بیماری جس میں جسمانی اعضا کانپنے لگتے ہیں۔ زحمت: تکلیف۔ خوش اخلاق: اچھے اخلاق والا۔ خوش مزاج: اچھی طبیعت والا۔ قائل: کسی کی بات کو مان لینا۔ بھلا: اچھا، عمدہ

سیاق وسباق

پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے جب مسلم لیگ کا چرچا ہوا تو ایسے میں مرزا محمد سعید نے بھی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ صاحب مضمون کا کہنا ہے کہ میں نے پہلی بار مرزا صاحب کو 1930ء میں دیکھا تھا۔ اس وقت ان کی عمر چوالیس، پینتالیس سال کی تھی۔ وہ دھان پان سے آدمی تھے۔ ڈاڑھی مُنڈی ہوئی تھی۔ رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ بتیس سال بعد بھی ان کی جسمانی ہیئت میں کسی قسم کا نمایاں فرق نہیں آیا تھا۔ 1962ء میں جب وہ 76 سال کے تھے تب بھی ہو بہو ویسے کے ویسے ہی تھے۔ انھوں نے کبھی زمانے کا شکوہ یا اپنی صحت کی شکایت نہیں کی تھی۔

تشریح

جن دنوں کی بات صاحب مضمون کر رہے ہیں ان دنوں انگریزوں سے مسلمانوں کی نفرت اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ مگر جب دلی کے دو چار نوجوانوں نے انگریزی سوٹ پہننا شروع کیا تو مرزا صاحب بھی پیچھے نہ رہے۔ سوٹ پہننے والے ان نوجوانوں میں مرزا صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ مرزا صاحب کا سوٹ سب سے نفیس ہوتا

تھا۔ صاحب مضمون کا کہنا ہے کہ 1930ء سے لے کر 1962ء تک بتیس سالوں میں میں نے مرزا صاحب کو ہمیشہ شیروانی ہی پہنے ہوئے دیکھا۔ مرزا صاحب کو انگریزی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا لیکن دوران گفتگو وہ انگریزی کے الفاظ بالکل استعمال نہیں کرتے تھے۔ جب مرزا صاحب کی عمر چالیس سال تھی تو ان کے دونوں ہاتھوں میں رعشہ آ گیا تھا۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں ہاتھ اپنے قابو میں نہیں رہتے بلکہ کانپتے رہتے ہیں۔ اسی لیے مرزا صاحب کو کوئی بھی تحریر لکھنے میں دقت پیش آتی تھی۔ مرزا صاحب بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ان کی طبیعت بھی اچھی تھی۔ ہر ایک سے خوش اخلاقی سے ملتے تھے لیکن زیادہ دوست بنانا پسند نہیں کرتے تھے یعنی اپنا آپ اچھا اور اپنا گھر ہی اچھا ہوتا ہے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحب مضمون نے بتایا ہے کہ مرزا صاحب زمانے کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ دقیانوسی نہیں تھے۔ انگریزی لباس استعمال کرتے تھے۔ انگریزی زبان پر عبور حاصل ہونے کے باوجود اپنی گفتگو میں محض احساسِ تفاخر کے لیے انگریزی کے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ صاحب مضمون نے ان کے اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے انھیں ایک اچھے اخلاق کا مالک قرار دیا ہے۔

پیراگراف 3 عالم کی موت ———— ساری عمر تھیں کچھ۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

حل لغت

عالم: علم والا۔ عالَم: دنیا۔ گھاؤ: زخم۔ ستائش: تعریف۔ تمنا: خواہش۔ صلہ: بدلہ۔ تسکین: تسلی

سیاق و سباق

شاہد احمد دہلوی ایک مشہور خاکہ نگار ہیں۔ انھوں نے بہت خوب صورتی اور

عرق ریزی سے خاکے پیش کیے ہیں۔ اس خاکے میں انھوں نے مرزا محمد سعید کا خاکہ بہت خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ مرزا صاحب کی موت کو عالم کی موت کہا ہے مرزا سعید کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ وہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے انھیں نہ ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ وہ بحث سے چڑتے تھے۔ روپے پیسے کا کوئی خاص لالچ نہ تھا۔ علمی، ادبی معاشرتی حیثیت مسلم ہے۔ گھنٹوں مطالعہ کرتے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم کی کتاب موجود تھی۔ ملازمت درس و تدریس ہی کی تھی۔ بہت سیدھی سادی زندگی گزاری۔ قلب مطمئنہ کی دولت سے مالا مال تھے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
[illegible] نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے!

مت سہل اسے جانو' پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

روز ازل [illegible] بڑے کام کی ہوئی
تجھ کو زمیں [illegible] لیا آسمان سے

تشریح

شاہد احمد دہلوی مرزا محمد سعید کی وفات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک بڑے قابل آدمی کی موت ساری دنیا کی موت ہوتی ہے ابھی تک تو ہم اندازہ نہیں کر سکے کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد ہمارا کتنا نقصان ہو گیا ہے۔ اب ان کی وفات نے جو ادب میں خلا پیدا کر دیا ہے وہ ہمیں رہ رہ کر یاد آئے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی جدائی کا غم بڑھتا چلا جائے گا۔ مرزا صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو خاموشی سے اپنا کام کرتے تھے یعنی وہ اتنے خاموش طبع واقع ہوئے تھے کہ ان کے زمانے کے اکثر لوگ ان کے علمی اور ادبی کارناموں سے واقف نہ تھے۔ خود مرزا صاحب بھی شہرت سے گھبراتے تھے اور پبلک پلیٹ فارم پر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کام کرتے تھے مگر انھیں

اس بات کی خواہش نہ تھی کہ ان کی تعریف کی جائے اور وہ صلے کی پروا سے بے نیاز ہو کر کام کرتے تھے۔ کام کرتے تھے تو انھیں تسکین ہوتی تھی۔ اس لیے کہ انھیں کام کرنا ہوتا تھا اور جہاں تک فرمائشی کام کا تعلق ہے انھوں نے ساری عمر نہیں کیے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں مصنف نے بتایا ہے کہ مرزا سعید کی موت عالم کی موت ہے۔ وہ خاموش طبع تھے۔ ان کی جدائی کا غم بہت زیادہ ہے۔ وہ شہرت سے گھبراتے تھے۔ انھیں ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ فرمائشی کام نہ کرتے تھے۔ ان کی موت سے دنیا اچھے ادیب سے محروم ہو گئی۔

ع　　اب کہاں لوگ اس طبیعت کے !

پیراگراف4　　مرزا صاحب دلی ــــــــــ پروفیسر مرزا محمد سعید۔

متن کا حوالہ　(الف)　مضمون کا نام:　پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب)　مصنف کا نام:　شاہد احمد دہلوی

حلِ لغت

شرفا: شریف۔　متمول: امیر۔ نکھٹو: کما۔ قرابت داری: رشتے داری۔

اصلاح: درستی

سیاق و سباق

شاہد احمد دہلوی نے بڑی عرق ریزی سے پروفیسر مرزا محمد سعید کا خاکہ تخلیق کیا ہے۔ انھوں نے ہر پہلو سے مرزا سعید کی زندگی کا احاطہ کیا ہے۔ مرزا سعید خاموش طبع تھے۔ وہ فرمائشی کام کو پسند نہیں کرتے تھے انھیں نہ ستائش کی پروا تھی نہ صلے کی تمنا۔ وہ بہت خوب صورتی سے لکھتے گھنٹوں مطالعے میں مصروف رہتے۔ ہر علم کی کتابیں ان کے کتب خانے میں موجود رہتی تھیں۔ بحث سے چڑتے تھے۔ روپے پیسے کی پروا نہ کرتے تھے۔ شاہد احمد دہلوی نے ان کی موت کو دنیا کی موت کہا ہے۔ دلی کے مشہور اور شریف

۔گھرانے میں پیدا ہوئے۔ موت تو برحق ہے مگر مرزا صاحب کی اچانک موت سے ادب کی دنیا جامع العلوم ہستی سے محروم ہو گئی۔

ع اب کہاں لوگ اس طبیعت کے!

تشریح

مرزا صاحب دلی کے ایک شریف اور دولت مند امیر گھرانے کے بیٹے تھے۔ ترلابیرم خان سے آگے بڑھ کر ایک راستہ سیدھے ہاتھ کو مڑ جاتا ہے۔اسی کے کونے پر مرزا صاحب کا آبائی مکان تھا۔ اسی علاقے میں سرسید احمد خاں کا قدیم مکان بھی تھا۔ سرسید سے بھی مرزا صاحب کی رشتے داری تھی اور منشی ذکاء اللہ سے بھی ان کی عزیز داری ہو گئی تھی۔ پچاس ساٹھ سال پہلے دلی کے مسلمان شرفا میں انگریزی تعلیم کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا تھا مگر سرسید نے مسلمانوں کے اس غلط نظریے کی درستی کی اور اس زمانے میں دلی کے دو نوجوانوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد علمی و ادبی حلقوں میں خاصی کامیابی حاصل کی۔ ان دو جوانوں میں سے ایک پروفیسر مشتاق احمد زاہدی تھے اور دوسرے پروفیسر محمد سعید

تبصرہ

اس پیراگراف میں مرزا محمد سعید کے آبائی گھر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ دلی کے ایک شریف اور متمول گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سرسید احمد خاں سے رشتے داری تھی۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقوں میں سے تھے۔

حل مشقی سوالات

1- درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجیے:

(الف) مرزا محمد سعید کس لیے لکھتے تھے؟

جواب: مرزا محمد سعید ہمیشہ ذاتی تسکین کے لیے لکھتے تھے۔ کام اس لیے کرتے تھے کہ

www. .com

انھیں کام کرنا ہوتا تھا۔ اپنے کام کے بدلے میں انھیں کسی ستائش یا صلے کی تمنا نہیں ہوتی تھی۔ انھوں نے فرمائشی کام ساری عمر نہیں کیے۔

(ب) لاہور کے پبلشروں کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ کیسا تھا؟

جواب: لاہور کے پبلشروں کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ کچھ زیادہ اچھا نہیں تھا کیوں کہ مرزا صاحب سمجھتے تھے کہ لاہور کے پبلشر خیال کرتے ہیں کہ وہ پیسے دے کر جس سے جی چاہے ناول لکھوالیں۔ ایک پبلشر صاحب لاہور سے دلی محض اس غرض سے آئے تھے کہ مرزا صاحب سے ناول لکھوائیں گے۔ صاحب مضمون نے اُن سے کہا کہ مرزا صاحب اس طرح ناول نہیں لکھیں گے مگر وہ پبلشر بڑے بڑے مصنفوں کو خرید چکے تھے۔ وہ صاحب مضمون کی بات نہ مانے اور کہنے لگے "ہم مرزا صاحب کو ایک ناول لکھنے کا معاوضہ ایک ہزار روپیا دیں گے تو وہ کیوں نہیں لکھیں گے۔" اس زمانے میں ایک اچھے ناول کا معاوضہ دو ڈھائی سو روپے سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ پبلشر، صاحب مضمون کے ساتھ مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور چھوٹتے ہی ناول لکھنے کی فرمائش کی۔ مرزا صاحب بولے "آپ زیادہ سے زیادہ مجھے ایک ناول کے پانچ ہزار یا دس ہزار دے دیں گے لیکن میں جو کام کر رہا ہوں اسے چھوڑ کر آپ کے لیے لکھنے پر تیار نہیں ہوں۔" پانچ دس ہزار کی بات سن کر پبلشر صاحب پریشان ہو گئے اور دو منٹ بعد ہی وہاں سے چلے گئے۔

(ج) مرزا صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب کا نام اور مرتبہ بیان کیجیے۔

جواب: مرزا صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب کا نام "مذہب اور باطنیت" ہے۔ یہ کتاب مرزا صاحب کا ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ یہ ایسا کارنامہ ہے کہ اگر اُردو ادب کی ایک سو عمدہ قسم کی کتابیں چھانٹی جائیں تو ان میں "مذہب اور باطنیت" کو ضرور شامل کرنا پڑے گا۔

(د) مرزا صاحب کی کن دو قومی شخصیات سے عزیز داری تھی؟

جواب: مرزا صاحب کی سرسید احمد خاں اور منشی ذکا اللہ سے عزیز داری تھی۔ سرسید احمد خاں مسلمانوں میں جدید تعلیم کے فروغ کے علم بردار تھے جب کہ منشی ذکا اللہ نے تحقیق و تصنیف اور تراجم میں بڑا نام پیدا کیا۔

(ہ) مرزا صاحب نے کس کالج میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے؟

جواب: مرزا صاحب نے 7-1906ء میں سال دو سال علی گڑھ میں پڑھایا اور اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور ہی میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔

(و) مرزا صاحب کا سب سے بڑا مشغلہ کیا تھا؟

جواب۔ مرزا صاحب کا واحد مشغلہ مطالعہ کتب تھا۔ وہ اپنی پنشن کا ایک بڑا حصہ کتابیں خریدنے میں صرف کر دیتے تھے۔ مرزا صاحب گھنٹوں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم سے متعلق کتاب موجود تھی۔ وہ نئی نئی کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔

(ز) مصنف کے پروگرام "دانش کدہ" میں شرکت کی درخواست پر مرزا صاحب نے کیا جواب دیا؟

جواب۔ ریڈیو پاکستان کراچی سے ایک پروگرام "دانش کدہ" شروع کیا گیا۔ شاہد احمد دہلوی میر سوالات تھے۔ اس نے مرزا صاحب سے پروگرام میں شرکت کے لیے کہا تو مرزا صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "آدمی شہرت کے لیے کوئی کام کرتا ہے یا دولت کے لیے۔ مجھے نہ اس کی ضرورت ہے نہ اس کی۔" مصنف نے بہت اصرار کیا مگر مرزا صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے۔

(ح) مرزا محمد سعید کا حلیہ بیان کریں۔

جواب مرزا صاحب بظاہر علیل معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اکہرا ڈیل، اُجلا رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی بھنوؤں کے سائے میں بڑی بڑی روشن آنکھیں، رخساروں کی

www.downloadclassnotes.com

ہڈیاں ابھری ہوئیں، کتروان مونچھیں۔ ہنستے تو سامنے کے دو چار دانت ٹوٹے ہوئے نظر آتے مگر بُرے نہ لگتے تھے۔ داڑھی منڈی ہوئی۔ دھان پان سے آدمی تھے۔

(ط) مرزا صاحب کے دونوں ناولوں کے نام تحریر کریں۔

جواب: مرزا صاحب نے دو ناول لکھے جن کے نام "یاسمین" اور "خوابِ ہستی" ہیں۔

2- پطرس بخاری سے مرزا صاحب کے تعلق کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: پطرس بخاری مرزا صاحب کے شاگرد تھے۔ انھوں نے مرزا صاحب سے اکتسابِ علم کیا۔ بعد میں پطرس بخاری خود بھی انگریزی کے پروفیسر ہو گئے تھے۔ وہ اپنی غیر معمولی قابلیت اور ذہانت کے باوجود مرزا صاحب کی علمیت کے آگے اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے۔ مصنف کہتا ہے کہ میں نے بارہا پطرس بخاری کو مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھا۔ پطرس بخاری آل انڈیا ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل ہو گئے تھے۔ پطرس بخاری جتنا زیادہ احترام مرزا صاحب کا کرتے تھے اتنا اور کسی کا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ وائسرائے ہند کا بھی اتنا احترام نہیں کرتے تھے جتنا مرزا صاحب کا کرتے تھے۔ مرزا صاحب بھی پطرس بخاری سے بہت اُنس رکھتے تھے۔ مرزا صاحب پطرس بخاری کے استاد تھے۔

3- "عالِم کی موت عالَم کی موت ہوتی ہے۔" اس جملے کا مفہوم وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: عالِم کا مطلب ہے علم والا جب کہ عالَم کا مطلب ہے دُنیا۔ دونوں لفظ بظاہر ایک سے ہیں لیکن مطلب جُدا جُدا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عالِم یعنی کسی اہلِ علم کی موت واقع ہو جائے تو یہ ایک عالَم یعنی ایک عہد اور ایک پورے دور کی موت ہوتی ہے۔

4- متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سبق "مرزا محمد سعید" کس ادیب کی تحریر ہے؟
(i) نذیر احمد دہلوی (ii) شاہد احمد دہلوی
(iii) اشرف صبوحی (iv) مولوی عبدالحق

(ب) مرزا محمد سعید کی عزیزداری کس شخصیت سے تھی؟
(i) سرسید احمد خاں (ii) شیخ عبدالقادر
(iii) شاہد احمد دہلوی (iv) مشتاق احمد زاہدی

(ج) مرزا محمد سعید کے بقول انسان کس لیے کام کرتا ہے؟
(i) شہرت (ii) دولت
(iii) عزت اور وقار (iv) شہرت اور دولت

(د) مرزا محمد سعید نے گورنمنٹ کالج لاہور سے کون سی سند لی؟
(i) بی۔اے (ii) ایم۔اے تاریخ
(iii) ایم۔اے انگریزی ادب (iv) ایم۔اے اُردو ادب

(ہ) محمود نظامی کے مقالے کے بعد مرزا محمد سعید پر کس نے تنقید کی؟
(i) ڈاکٹر تاثیر (ii) پطرس بخاری
(iii) فیض احمد فیض (iv) حمید احمد خاں

(و) پروگرام "دانش کدہ" میں کتنے دانشور بلائے جاتے تھے؟
(i) چار (ii) تین
(iii) دو (iv) سات

(ز) مرزا صاحب تنخواہ کا بڑا حصہ صرف کر دیتے تھے:
(i) جائیداد خریدنے پر (ii) خیرات کرنے میں
(iii) کتابوں پر (iv) کھانے پینے پر

جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر
(iii)	(د)	(iv)	(ج)	(i)	(ب)	(ii)	(الف)
		(iii)	(ز)	(i)	(و)	(iii)	(ہ)

www. .com

سانحۂ ارتحال، سناؤنی، ایکا ایکی، بے مُرد، متمول، قرابت داری، ہیچ سمجھنا، خُدہ خُدہ، کروفر، قلبِ مطمئنہ، عرضِ مدعا، متبسم، رعشہ، جامع العلوم

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
سانحۂ ارتحال	جوان بیٹے کی موت بوڑھی ماں کے لیے سانحۂ ارتحال تھا۔
سناؤنی	مجھے احمد کے مرنے کی سناؤنی ملی۔
ایکا ایکی	بادل تو چھائے ہی ہوئے تھے۔ ایکا ایکی بارش شروع ہو گئی۔
بے مُرد	مرزا صاحب نے اپنا ناول بے مُردی چھپنے کے لیے دے دیا۔
متمول	حقیقی متمول وہ ہے جو غریبوں کا خیال رکھے۔
قرابت داری	مولوی محمد سعید کی سرسید احمد خان اور منشی ذکا اللہ سے قرابت داری تھی۔
ہیچ سمجھنا	کسی کی مفلسی کی وجہ سے اُسے ہیچ نہیں سمجھنا چاہیے۔
خُدہ خُدہ	مرزا صاحب کی شہرت خُدہ خُدہ سارے ملک میں پھیل گئی۔
کروفر	کوئی بھی اچھا انسان کروفر کو پسند نہیں کرتا۔
قلبِ مطمئنہ	اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کو قلبِ مطمئنہ عطا کرے۔
عرضِ مدعا	میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے عرضِ مدعا کیا کہ مجھے اسکول کی کرکٹ ٹیم میں شامل کیا جائے۔
متبسم	ایمن کی بات سن کر عائزہ متبسم ہوئی اور کہنے لگی "ذہانت کسی کی میراث نہیں۔"
رعشہ	عمیرا کے ابو دو سال سے رعشہ کے مریض ہیں۔
جامع العلوم	مرزا صاحب ایک جامع العلوم شخص تھے۔

6- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر، ان کا تلفظ واضح کیجیے:

ارتحال، شعار، متمول، ساکت، مباحثے، متبسم، قدری، رعشہ

جواب: اِرْتِعَاش، شِعَار، مُتَوسِّل، سَارِق، مُبَاحَثے، مُتَبَسِّم، قُدْرِی، رَعْشَہ

7- سبق "مرزا محمد سعید" کا متن ذہن میں رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) مرزا محمد سعید کی موت کی خبر پڑھ کر دل دھک سے رہ گیا۔ درست/غلط

(ب) مرزا صاحب پبلک پلیٹ فارم پر آنے سے گھبراتے نہیں تھے۔ درست/غلط

(ج) مرزا صاحب بڑے ٹھنڈے مزاج کے آدمی تھے۔ درست/غلط

(د) مرزا صاحب جو کہ دیتے اس سے کبھی نہ پھرتے۔ درست/غلط

(ہ) مرزا محمد سعید دل کے مریض تھے۔ درست/غلط

(الف)	غلط	(ب)	غلط	(ج)	درست	(د)	درست	(ہ)	غلط

جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ

1- **جملہ اسمیہ:** جملہ اسمیہ جملہ خبریہ کی قسم ہے، اس کے تین اجزا ہوتے ہیں۔ ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

1- علی بہادر ہے۔ 2- سارہ لائق ہے۔ 3- صہیب خوش ہے۔

ان جملوں میں علی، سارہ اور صہیب کو "مسند الیہ" (مبتدا) کہتے ہیں اور بہادر، لائق اور خوش "مسند" (خبر) ہیں جب کہ "ہے" فعل ناقص ہے۔

2- **جملہ فعلیہ:** جملہ فعلیہ بھی جملہ خبریہ کی قسم ہے۔ اس میں اور جملہ اسمیہ میں اتنا فرق ہے کہ فعلیہ میں فعل تام ہوتا ہے۔ اب ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

1- حمید نے خط لکھا۔ 2- فریحہ نے خیرات دی۔

3- شعیب نے کھانا کھایا۔

ان جملوں میں حمید، فریحہ اور شعیب "مسند الیہ" ہیں اور لکھا، دی اور کھایا فعل تام یا "مسند" ہیں۔ یہ خبر دے رہے ہیں۔ خط، خیرات اور کھانا مفعول ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کسی جملے میں کسی کے بارے میں کچھ کہا جائے تو وہ خبر ہوتی ہے اور اسے مسند کہتے ہیں۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ خبر کے بغیر درست نہیں ہوتے۔

www. ...s.com

جملہ اسمیہ کی مثالیں

1- اکرم ذہین ہے۔
2- اختر نیک تھا۔
3- سعید کامیاب ہو گیا۔
4- راشد نڈھال ہوا۔
5- ساجد افسر بن گیا۔

مسند الیہ مبتدا	مسند (خبر)	فعل ناقص
اکرم	ذہین	ہے
اختر	نیک	تھا
سعید	کامیاب	ہو گیا
راشد	نڈھال	ہوا
ساجد	افسر	بن گیا

جملہ فعلیہ کی مثالیں

عائشہ نے کتاب پڑھی۔
سلمان نے سبزی خریدی۔
عامر نے پتنگ اڑائی۔
شبانہ نے کپڑے دھوئے۔

مسند الیہ مبتدا	مفعول	فعل تام
عائشہ	کتاب	پڑھی
سلمان	سبزی	خریدی
عامر	پتنگ	اڑائی
شبانہ	کپڑے	دھوئے

خاکہ

کسی شخص کی زندگی کے کچھ پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کرنا کہ اس کا تعارف بھی ہو جائے مگر وہ اس کی سوانح نہ ہو، خاکہ کہلاتا ہے۔ خاکے میں اس شخص کے افکار و کردار، خوبیوں اور خامیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اُردو میں مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، شاہد احمد دہلوی اور محمد طفیل نے عمدہ خاکے لکھے ہیں۔

خاکہ نگاری

خاکہ نگاری سے مراد ہے کسی شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کرنا۔ ادبی اصطلاح میں ایسی تحریر ہے جو کسی کی سوانح حیات نہ ہو لیکن اس کے کردار و افعال اور خوبیوں پر روشنی ڈالے یہی وجہ ہے کہ خاکہ نگاری کو شخصیت نگاری کا نام دیا جاتا ہے۔

شخصیت نگاری میں ہم کسی شخص کے بنیادی مزاج' طبع' انداز فکر و عمل اور اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے روشناس ہوتے ہیں۔

شخصیت نگاری کی درج ذیل خصوصیات ہیں

1- اختصار 2- انداز بیاں 3- جامعیت
4- حقیقت نگاری 5- شگفتگی 6- شائستگی
7- مہذبانہ انداز 8- غیر رسمی انداز 9- سچائی
10- واقفیت 11- غیر جانبداری

بے جا عقیدت اور ہیرو پرستی شخصیت نگاری کی سب سے بڑی کمزوریاں ہیں۔
ایک شخصیت نگار کسی کی شخصیت نگاری کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھے کہ نہ تو اسے ہیرو بنا کر پیش کرے اور نہ اس کی خامیاں اس طریقے سے بیان کرے کہ وہ شیطان کی لائن میں کھڑا نظر آئے۔

اردو کے چند نامور شخصیت نگار درج ذیل ہیں۔
مولوی عبدالحق' رشید احمد صدیقی' اشرف صبوحی' اخلاق احمد دہلوی' چراغ حسن حسرت' شوکت تھانوی اور رئیس احمد جعفری وغیرہ

سرگرمیاں

1- سبق سے محاورات الگ کریں اور ان کو جملوں میں استعمال کریں۔

جواب: سبق میں سے لیے گئے محاورات کا جملوں میں استعمال

محاورات	جملوں میں استعمال
دل دھک سے رہ جانا	اپنے دوست کے والد کی وفات کا سن کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔
چڑ جانا	روپے پیسے کے ذکر پر مرزا صاحب چڑ جاتے تھے۔

www ... .com

ماتھا ٹھنکا	علی کو صبح صبح اپنے دروازے پر دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔
سٹی گم ہو جانا	شیر کو سامنے دیکھ کر شکاری کی سٹی گم ہو گئی۔
ہیچ سمجھنا	پطرس بخاری اپنی غیر معمولی ذہانت کے باوجود مرزا صاحب کی قابلیت کے آگے اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے۔
آمادہ کرنا	میں نے بلال کو مری کی سیر کے لیے آمادہ کر لیا۔
کان کھڑے ہونا	چھت پر کھٹکا سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے۔
جلال میں آنا	جھوٹی بات سن کر مرزا صاحب جلال میں آ جاتے تھے۔
دم بخود رہ جانا	اپنے خلاف بے بنیاد الزام سن کر اسلم دم بخود رہ گیا۔

-2 مرزا محمد سعید کی شخصی خوبیوں پر ایک پیراگراف لکھیں۔

جواب: پروفیسر مرزا محمد سعید ایک ہمہ گیر شخصیت تھے۔ اس کے باوجود جب وہ وفات پا گئے تو ان کے سیکڑوں شاگردوں اور قدر دانوں کو اس سانحے کی خبر تک نہ ہوئی۔ افسوس! اتنا بڑا صاحب کمال دنیا سے اٹھ جائے اور لوگوں کو خبر نہ پہنچے۔ ان کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ وہ خاموشی سے کام کرتے رہتے تھے۔ انھیں ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ فرمائشی کام انھوں نے شاذ و نادر ہی کیے۔ وہ اونچے تھے۔ دلی کے شریف اور امیر گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بحث سے اجتناب کرتے تھے۔ مرزا صاحب گھنٹوں مطالعہ کرتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم کی کتب موجود تھیں۔ انھوں نے زندگی بڑی سیدھی سادی گزاری۔ قلب مطہر کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی علمی، ادبی اور معاشرتی حیثیت مسلم ہے۔ ان کی تحریر جامعیت کی حامل ہے۔

-3 اس سبق میں جن شخصیات کا ذکر آیا ہے ان میں سے کسی ایک کے بارے میں اپنے استاد صاحب سے پوچھ کر نوٹ لکھیں۔

جواب: اس سبق میں بے شمار شخصیات کا ذکر آیا ہے جیسے ڈاکٹر تاثیر، فیض احمد فیض، حامد علی خاں، حمید احمد خاں، چراغ حسن حسرت، محمود نظامی، غلام عباس، انصار ناصری، پطرس بخاری وغیرہ مجھے ان میں سے فیض احمد فیض زیادہ پسند ہیں۔

فیض احمد فیض

فیض احمد فیض 1910ء میں پیدا ہوئے۔ مرے کالج سیالکوٹ سے بی۔اے کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے انگریزی کی ڈگری لی۔ بعد میں عربی میں بھی ایم۔اے کیا اور ایم۔اے۔او کالج امرتسر میں پروفیسر رہے۔ 1960ء میں حکومت روس کی طرف سے لینن پرائز ملا۔ حکومت پاکستان کی وزارت تعلیم میں مشیر بھی رہے۔ مشہور کتابیں یہ ہیں۔ نقش فریادی، دست صبا، دست تہ سنگ، زنداں نامہ، وادیٔ سینا اور میزان۔ جدید اردو شاعری میں فیض ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے مزدور، محنت کش، کسان اور دوسرے کمزور طبقات کے دکھ درد کی سچی ترجمانی کی۔ انھوں نے 1981ء میں وفات پائی۔

4- کسی دوست کا مختصر خاکہ لکھیں۔

جواب: یوں تو میرے بے شمار دوست ہیں مگر سکندر حسین میرا سب سے اچھا دوست ہے۔ وہ ایک شریف اور پڑھے لکھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایک دبلا پتلا اور مرنج مرنجان قسم کا لڑکا ہے۔ نہایت حساس ہے۔ ناک کے نیچے ہلکی ہلکی روئیدگی ہے۔ مگر ایسی کہ لڑکپن اور جوانی آپس میں گلے مل رہے ہوں۔ ذہن ایسا کہ بڑے بڑوں کے کان کترے۔ صلح جو ایسا کہ ساری جماعت سے دوستی۔ استاد صاحب جو کام دیں وہ اسے وقت پر پورا کرے۔ کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں۔ ہر کوئی اس سے دوستی کا خواہش مند۔ جہاں کسی کو اس کی ضرورت محسوس ہو اپنے سب کام چھوڑ کر اس کی مدد کرے۔ قابلِ صد تحسین ہیں وہ والدین جن کے گھر سکندر حسین جیسے بچے جنم لیتے ہیں۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

تدریسی اشارات

1- چند مثالیں دے کر دلی کی مخصوص زبان سے طلبہ کو روشناس کرایا جائے

جواب: اردو شاعری کی ابتدا دکن سے ہوئی۔ قلی قطب شاہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر تسلیم کیا گیا لیکن دکن کے شعرا نے اپنی زبان دانی کا کبھی دعویٰ نہ کیا۔ اور نہ کوئی تدریجی ترقی وہاں کے شعرا نے شاعری کے میدان میں کی۔ یہی وجہ ہے کہ دکن میں باقاعدہ دلی اور لکھنؤ کی طرح دبستان قائم نہ ہوسکا۔ دلی کی شاعری دوسرے اردو شعرا کے لیے نیک شگون ثابت ہوئی اور اس طرح شمالی ہند میں دلی میں شعرا کا جمگھٹا ہوگیا۔ فارسی کی جگہ اردو نے لے لی اور اس طرح دلّی شاعری کا ایک اہم مرکز بن گئی۔

دہلویت بقول نور الحسن ہاشمی ایک خاص افتادِ ذہنی یا مزاجِ شعری کا نام ہے جس کا ظہور مخصوص تمدن و شہری اثرات کی وجہ سے ہوا۔ دلی کا شاعر غمِ روزگار کا ستایا ہوا اور غمِ عشق کا مارا ہے اس لیے اس کے کلام میں دونوں کی کسک اور کھٹک آ گئی ہے۔ سیاسی حالات نے اسے قنوطی بنایا۔ تصوف کی میراث نے اس میں روحانیت پیدا کی اور اس کے ساتھ ایک اخلاقی نصب العین اور تصور عطا کیا۔ اسی نے اس کی آنکھیں اندر کی طرف کھولیں۔ دلی کی اس روحانیت اور غم پسندی کے مقابلے میں جس نے اسے کبھی بالکل پست مبتذل اور ہوس پرست نہیں ہونے دیا لکھنؤ کی مسرت سطحی ہلکی اور سستی معلوم ہوتی ہے۔ لکھنؤ کے شاعر نے خارجیت پر زور دیا۔ جس کی چمک دمک نے متحیر اور مرعوب کیا مگر بلندی فکر سے محروم رہا۔ لکھنوی شاعری میں وہ ولولہ اور آنچ، وہ کسک وہ سیمابی کیفیت، وہ آفاقی لہجہ نہ آ سکا جو دہلوی شاعری میں ہے بقول فراق گورکھپوری وہ آپ بیتی یا جگ بیتی نہ ہوئی لفظ بیتی ہو کر رہ گئی۔

2- طلبہ کو مرزا فرحت اللہ بیگ کی تحریر "مولوی نذیر احمد کی کہانی" اور شاہد احمد دہلوی کا لکھا ہوا خاکہ "نذیر احمد دہلوی" پڑھ کر سنایا جائے۔ یہ خاکے نصابی کتابوں میں دستیاب ہیں، اس سے طلبہ کی کردار سازی میں مدد ملے گی

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

ہے اور صنفِ ادب سے بھی اچھی طرح واقفیت ہو جاتی ہے۔

جواب: **مولوی نذیر احمد کی کہانی**

1903ء میں میاں دانی اور میں نے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ بی اے میں داخلہ لیا۔ ہمارے عربی کے پروفیسر جمیل الرحمان تھے۔ وہ اچھا پڑھاتے تھے۔ ہم جیسے تیسے سبق یاد کرتے تھے۔ ایک دن معلوم ہوا کہ مولانا جمیل استعفا دے کر کعبۃ اللہ چلے گئے ہیں۔

بالآخر ہم نے مولانا نذیر احمد کی خدمات حاصل کیں۔ وہ ہمیں باقاعدہ پڑھانے لگے۔ کبھی ناغہ نہیں کیا اور نہ سردی گرمی کی شکایت کی۔ وہ اس لیے راضی ہوئے تھے کہ بقول ان کے ہم میں طالب علمی کی بُو موجود تھی۔ مولوی صاحب کا حلیہ کچھ اس طرح تھا۔ رنگ سانولا مگر روکھا، قد خاصا اونچا مگر چوڑان نے لمبان کو دبا دیا تھا۔ بدن موٹاپے کی طرف مائل۔ بچپن میں ورزش کا شوق تھا۔ ورزش چھوڑ دی تو جسم تھلتھلا ہو گیا۔ اونچی ترکی ٹوپی پہنتے۔ کمر کا پھیر ضرورت سے زیادہ تھا۔ آنکھیں چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئی۔ ان کا گھر کا لباس الگ اور باہر کا الگ ہوتا تھا۔ اگر انھیں باہر نکلنے کا شوق نہ ہوتا تو لباس کی مد ہی ان کے اخراجات میں سے نکل جاتی۔ شام کو گھر سے نکلتے تو ترکی ٹوپی یا چھوٹا سفید صافہ باندھے ہوتے۔ گرمیوں میں صاف شفاف اچکن یا کشمیری کام کا جبہ پہنتے تھے۔ وقت بے وقت کے لیے بوٹوں کے دو انگریزی جوڑے بھی لگا رکھے تھے جن پر پالش کی نوبت نہ آتی تھی۔

مولوی صاحب خوش خوراک تھے۔ ناشتے میں دو نیم برشت انڈے ضرور ہوتے تھے۔ میوے کا شوق رکھتے تھے۔ پڑھاتے جاتے اور کھاتے جاتے تھے مگر مجھ کو حسرت رہ گئی کہ کبھی ان کے شریکِ طعام نہ ہو سکا۔ پھل کھاتے تھے مگر ہمیں کبھی پیشکش نہ کرتے۔ جب دوسری دفعہ ملا تو مولوی صاحب کی صحت جواب دے گئی تھی۔ رعشے میں اضافہ ہو گیا۔ نظر کمزور ہو گئی۔ ہم نے سلام کیا۔ بولے کون ہے؟ میں نے کہا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ پھر پہچان گئے کہ اچھا تو فرحت ہے۔ مجھے گلے لگا کر پیار کیا۔ حیدرآباد آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد

www
.com

معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں مولوی صاحب کے مکان پر ضرور جاتا ہوں مگر اندر قدم نہیں رکھتا۔ بڑی دیر تک دیوار سے لگ کر دروازے کو دیکھا رہتا ہوں اور ذوقؔ کا یہ شعر پڑھتا رہتا ہوں۔

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

طلبہ کو کا ہے گا ہے مشاہیر سے واقفیت دلائی جائے۔

اساتذہ کرام سکول کی لائبریری سے مشاہیر کے بارے میں کتب حاصل کریں۔ ہفتے میں ایک دن مخصوص کر لیں۔ اس دن ایک پیریڈ میں بچوں کو مختلف مشاہیر کی زندگی کے بارے میں بتایا جائے کہ کس طرح وہ اپنی محنت اور جدوجہد سے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔

اہم معروضی سوالات

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) عالم کی موت ہے:
(i) عالم کی موت (ii) کسی اچھے انسان کی موت
(iii) دکھ کی موت (iv) ایک شہر کی موت

(ب) مرزا محمد سعید نے پچپن سال قبل عبدالقادر کے رسالے کے لیے مضامین لکھے۔
(i) تہذیب الاخلاق (ii) نقوش
(iii) مخزن (iv) ادبی دُنیا

(ج) پروفیسر مرزا محمد سعید کی پہلی کتاب جو بغیر کچھ لیے دیے چھپوائی:
(i) مذہب اور باطنیت (ii) خواب ہستی
(iii) خواب عدم (iv) داستان الم

(د) دلی میں مرزا صاحب کے آبائی علاقے میں مشہور ادیب کا مکان تھا:
(i) مرزا غالب (ii) سر سید احمد خاں
(iii) مولوی عبدالحق (iv) چودھری افضل حق

(ہ) ایک جلسے میں مجموعۂ کلام پر مقالہ پڑھا گیا۔ مقرر نے شوخی سے بحث کے لیے اشارہ کیا
(i) حامد علی خاں کی طرف (ii) ڈاکٹر تاثیر کی طرف
(iii) فیض احمد فیض کی طرف (iv) چراغ حسن حسرت کی طرف

(و) ایک پبلشر لاہور سے دلی مرزا صاحب کے پاس آئے:
(i) ناول لکھوانے کے لیے (ii) افسانہ لکھوانے کے لیے
(iii) غزل لکھوانے کے لیے (iv) قصیدہ لکھوانے کے لیے

(ز) مرزا صاحب نے علی گڑھ میں پڑھایا:
(i) ایک سال (ii) دو سال
(iii) تین سال (iv) پانچ سال

(ح) مرزا صاحب کے کتب خانے میں کتابیں موجود تھیں:
(i) صرف اُردو کی (ii) صرف فارسی کی
(iii) طب سے متعلق (iv) ہر علم کی کتاب

(ط) مرزا صاحب مریض تھے:
(i) دل کے (ii) شوگر کے
(iii) معدے کے (iv) بلند فشارِ خون کے

(ی) صاحبِ مضمون نے بتیس سال تک مرزا صاحب کو پہنے دیکھا:
(i) سفاری سوٹ (ii) شیروانی
(iii) شلوار قمیص (iv) کوٹ پتلون

جواب:

(ii)	(د)	(ii)	(ج)	(iii)	(ب)	(i)	(الف)
(iv)	(ح)	(ii)	(ز)	(i)	(و)	(iii)	(ہ)
				(ii)	(ی)	(iii)	(ط)

ڈاکٹر وحید قریشی

(1925ء تا 2009ء)

اُردو ادب میں عید الفطر

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو اسلامی تہواروں کی روح سے روشناس کروانا۔
- اُردو ادب میں عید کے موضوع پر ہونے والی شاعری سے آگاہ کرنا۔
- اسلامی تہذیب و تمدن سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ کو ایک ہی موضوع پر مختلف طریقے سے اظہارِ خیال کرنے کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو ڈاکٹر وحید قریشی کے اسلوب سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ میں قوتِ مشاہدہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو مضمون اور افسانے سے آگاہ کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: ڈاکٹر وحید قریشی، **تاریخ پیدائش:** 14 فروری 1925ء، **جائے پیدائش:** میانوالی

تعلیم: ڈاکٹر وحید قریشی نے ابتدائی تعلیم بھاٹی گیٹ، لاہور میں واقع اسلامیہ ہائی سکول سے حاصل کی۔ انھوں نے 1944ء میں فارسی میں بی۔اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد 1946ء میں ایم۔اے فارسی کی ڈگری حاصل کی۔ بعدازاں 1950ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے تاریخ کا امتحان پاس کیا۔ 1947ء سے لے کر 1950ء تک پنجاب یونیورسٹی لاہور میں الفریڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر کی حیثیت سے کام

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

کرتے رہے۔ 1952ء میں انھوں نے فارسی انشا پردازی پر ایک مقالہ لکھا اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر وحید قریشی 1963ء میں بحیثیت لیکچرار اورینٹل کالج تعینات ہوئے۔ 1980ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ 1983ء میں مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ وہ چار سال تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ اس کے بعد 1987ء میں اقبال اکیڈمی کے سربراہ بنائے گئے۔

تصانیف: ڈاکٹر وحید قریشی کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں "پاکستان کی نظریاتی بنیادیں"، "جدیدیت کی تلاش میں"، "کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ"، "میر حسن اور ان کا زمانہ"، "مطالعۂ حالی"، "اساسیاتِ اقبال"، "نذرِ غالب"، "اُردو نثر کے میلانات" اور "شبلی کی حیاتِ معاشقہ" شامل ہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی کی ادبی خدمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے انھیں 1993ء میں صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی عطا کیا۔ 2003ء میں انھیں "اقبال ایوارڈ" سے بھی نوازا گیا۔

وفات: ڈاکٹر وحید قریشی نے 17 اکتوبر 2009ء کو لاہور میں وفات پائی۔ انھیں لاہور ہی میں دفن کیا گیا۔

مرکزی خیال

عید مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے۔ پہلے پہل اُردو غزل میں عید کے حوالے سے صرف محبوب سے روزِ عید کی ملاقاتوں کو ہی شاعری کا حصہ بنایا جاتا تھا مگر 1857ء کے بعد اس میں بڑی وسعت آئی اور عید کا موضوع مختلف طریقوں سے بیان ہونے لگا جس میں مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ہلالِ عید کو مضمون

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

کے عروج و زوال کی علامت کے طور پر بھی قبول کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ جن شعرا نے عید کے بارے میں لکھا، ان کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ بہت گہرا ہے۔

اہم نکات

- اردو شاعری میں عید کا مقام
- عید پر شاعری کے موضوع
- عید کی شاعری کے مختلف عنوان
- خواجہ حسن نظامی کے نوحے
- حالی کی نظم "تہنیت عید الفطر"
- اقبال کی عید سے متعلق شاعری
- موضوعاتی شاعری کے بنیادی رخ
- عید الفطر اور مسلم کلچر

خلاصہ

اُردو کی غزلیہ شاعری محبوب سے روزِ عید کی ملاقات تک ہی محدود تھی مگر 1857ء کے بعد اس میں وسعت پیدا ہوئی اور اِسے ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا۔

شعرا اور ادبا نے جب تخلیقی جوہر کے حوالے سے ان افکار کو پیش کیا تو یہ موضوع کئی جہتوں میں پھیل گیا۔ اسے مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی کے وسیع تر جغرافیے سے ملا دیا گیا۔ عید کے موضوع پر مختلف نظمیں لکھی گئیں۔ ایسی نظمیں جن میں عید الفطر ہمیں متوسط اور غریب طبقے کے مسائل و حالات سے منسلک نظر آتی ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے دِلّی کی بربادی کے بعد شہزادوں اور شہزادیوں کی کس مپرسی میں عید بسر کرنے کا جو ذکر کیا ہے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس روایت کا آغاز سرسید احمد خان سے ہوتا ہے۔ حسن نظامی کے موضوعات میں عزمِ رفتہ کی یاد عید کو علامتی حوالہ عطا کرتی ہے۔ حالیؔ کی نظم "تہنیت عید الفطر" خوشی کے جذبے کے ساتھ ساتھ مذہبی اقدار سے بھی ہم آہنگ ہے۔ اقبالؔ کے ہاں عید کا چاند صرف خوشی ہی نہیں کرتا بلکہ ہماری قومی بھی

ازاتا ہے۔ مجموعی طور پر عیدالفطر سے متعلق جو موضوعات ہماری شاعری کے بنیادی رُخ کو ظاہر کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

عید کے چاند کے مناظر داخلی مسرت اور خارجی حالات اور ہلالِ عید کو ملت کے عروج و زوال کی علامت کے طور پر قبول کرنا۔ اس رجحان نے تخلیقی سطح پر ایک نئی سمت کی طرف اشارہ کیا۔ مسلمانوں کے نزدیک تہوار منانے کا مقصد محض اچھل کود نہیں بلکہ اس خوشی کا رشتہ ہماری اقدار میں بہت دور تک جاتا ہے۔ اُردو شعرا کی تخلیقات کا تخلیقی ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا ایک اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

مضمون پر تبصرہ

ڈاکٹر وحید قریشی نے عیدالفطر کے موضوع پر کی جانے والی شاعری کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اُردو شاعری میں پہلے پہل جب عیدالفطر کے موضوع پر شاعری کی جاتی تھی تو اس شاعری میں صرف عید کے دن محبوب سے ملاقات یا محبوب سے ہجر و وصال کی باتیں کی جاتی تھیں مگر 1857ء کے بعد اس میں ایک واضح تبدیلی آئی اور اس موضوع کو مسلمانوں کی ملت کے عروج و زوال سے منسلک کر دیا گیا۔ اس طرح یہ شاعری کئی جہتوں میں پھیل گئی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عید	مسلمانوں کا مذہبی تہوار، بار بار آنے والی خوشی	ہلال	پہلی رات کا چاند
متعلقات	تعلق رکھنے والے	ابرو	بھنویں
وسعت	کشادگی	اجاگر	نمایاں

حدود	حد کی جمع، باڑ	ملی احساسات	قوم سے متعلق احساس
ترجمانی	ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا	وسیلہ	ذریعہ
خد و خال	وضع قطع، نقش و نگار	اقدار	قدر کی جمع، اہمیت
روایات	روایت کی جمع	پاس داری	خیال رکھنا، حمایت کرنا
کثرت	زیادتی، زیادہ ہونا	سبب	وجہ
[illegible] جوہر	نئی چیز بنانے یا لکھنے کی صلاحیت	فراہم کرنا	مہیا کرنا
جہت	سمت	محض	صرف
جغرافیہ	[illegible] زمین کے [illegible]	باریکیاں	چھوٹی چھوٹی باتیں، جزئیات
درون خانہ	گھر کا اندرونی حصہ	محدود	ایک خاص حد میں رہنا
وسیع	کھلا، کشادہ	سہاگن	بیاہی عورت جس کا شوہر زندہ ہو
متوسط طبقہ	درمیانہ طبقہ	[illegible]	ملا ہوا، جڑا ہوا
تمدن	تہذیب، رہن سہن	طفیل	وجہ سے، ذریعہ
ہیجان	جوش	اکائی	[illegible]، پہلی
نوحہ	ایسی تحریر جس میں افسوس اور رنج و غم کا ذکر ہو	محروم	چھن [illegible]
کس مپرسی	غربت	آغاز	ابتدا
خامی	کوتاہی	عظمت رفتہ	گزری ہوئی شان و شوکت

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

علامت	نشان	امور	امر کی جمع، کام
وابستگی	تعلق، واسطہ	عیدگاہِ ما غریباں کوئے تو	ہم غریبوں کی عیدگاہ تو آپ کا کوچہ ہے
اثرات	اثر کی جمع، نشانیاں	تہنیت	مبارک بادی
عکاسی	تصویر کشی کرنا	ہم آہنگ	ساتھ ملانا
مہ	چاند	صیام	صوم کی جمع، روزہ
رویہ	برتاؤ	خامہ فرسائی	قلم سے لکھنا
یادِ طفلی	بچے کی یاد	منظر کشی	منظر کھینچنا، سماں باندھنا
رجحان	طبیعت	مائل	آمادہ، تیار
بے حجاب	بغیر پردے کے	خورشید	سورج
غزال	ہرن	لذت افزا	مزے کو زیادہ کرنا
خارجی	باہر کے، بیرونی	داخلی	اندرونی
عزائم	ارادے	عروج	بلندی
زوال	پستی	اساس	بنیاد
نوبت	نقارہ	باہم	ایک دوسرے سے ملے ہوئے، پیوست
گردوں	آسمان	راحتِ نظر	دیکھنے کی خوشی
امت	پیروکار، ماننے والے	شاد	خوش
بامراد	کامیاب	تفرقہ	جھگڑا
تصور	خیال	تہوار	سالانہ جشن
کلچر	تہذیب	منحصر	انحصار ہونا

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: عید الفطر پر نظموں کی کثرت ــــــــ جغرافیے سے ملا دیا گیا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: اُردو ادب میں عید الفطر

(ب) مصنف کا نام: ڈاکٹر وحید قریشی

حل لغت

کثرت: زیادتی، تعداد میں زیادہ ہونا۔ جب: جب۔ شعرا: شاعر کی جمع۔ ادبا: ادیب کی جمع۔ تخلیقی جوہر: نئی چیز بنانے یا لکھنے کی صلاحیت۔ فراہم کرنا: مہیا کرنا۔ جہت: سمت۔ کلچر: صرف۔ تہذیب۔ رہن سہن

سیاق و سباق

جب برصغیر میں اُردو شاعری کا ارتقا ہوا تو عید کے موضوع کو بھی احاطۂ شاعری میں لایا گیا مگر اس ابتدائی دور میں یہ شاعری محض عید کے چاند، ہلال و ابرو، محبوب سے روزِ عید کی ملاقاتیں اور اس کے متعلقات تک ہی محدود رہی لیکن 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد جہاں دوسری چیزوں پر عروج آیا وہاں اردو شاعری میں بھی بڑی وسعت پیدا ہوئی اور اُردو شاعری کو ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا۔ اس طرح گلدستۂ عید میں موضوعات محض عیدگاہ میں ملاقات اور درونِ خانہ عید ملن تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ اُردو شعرا نے انھیں جذبات کے وسیع تر رقبوں میں لا دکھایا۔

تشریح

پہلے پہل عید الفطر پر لکھی گئی نظموں کی تعداد بہت کم تھی کیوں کہ اس موضوع پر لکھنے کے لیے مواد بہت کم تھا۔ شعرا کرام صرف عید، عید کا چاند اور روزِ عید محبوب سے ملاقات تک کے موضوع پر لکھنے کے لیے اپنے آپ کو محدود کیے ہوئے تھے۔ 1857ء

www.downloadclassnotes.com

کے بعد اُردو شاعری کو ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا تو عید الفطر کا موضوع بھی کافی پھیل گیا۔ عید الفطر پر لکھی جانے والی نظموں کے زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مختلف شعرا اور ادبا نے جب کوئی نئی چیز بنانے یا لکھنے کے حوالے سے اپنے احساسات اور افکار کو پیش کرنے کا سامان مہیا کیا تو عید الفطر کا موضوع بہت سی سمتوں میں پھیل گیا۔ ان شعرا کرام نے عید کو محض خوشی منانے کے لیے یا عید کے چاند کو سال میں ایک بار جھلک دکھلا کر غائب ہونے کے حوالے سے دیکھنے کی بجائے اسے مسلمانوں کے رہن سہن اور مسلمانوں کی فکری زندگی کے کشادہ تر جغرافیے سے ملا دیا۔ اس طرح عید الفطر پر کی جانے والی شاعری میں بہت سے نئے موضوعات بھی شامل ہو گئے۔

تبصرہ

ڈاکٹر وحید قریشی نے بڑے مختصر اور جامع انداز میں اردو ادب میں عید الفطر کے موضوع پر ہونے والی شاعری پر بحث کی ہے۔ 1857ء کے بعد اس موضوع پر شاعری میں بڑی وسعت آئی۔ اس بات کو ڈاکٹر وحید قریشی نے بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ان کا انداز بیان بڑا دلکش ہے۔ انھیں موضوع پر پوری گرفت حاصل ہے۔ وہ بڑے ناپ تول سے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ قاری ان کی تحریر سے لطف اٹھاتا ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 درج ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) عید الفطر کا ہماری تہذیبی اور دینی زندگی سے کیا تعلق ہے؟

جواب: عید الفطر کا مسلمانوں کی تہذیبی اور دینی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ عید کا مطلب ہے بار بار آنے والی خوشی۔ مسلمانوں کا یہ تہوار اُن کی ایک تہذیبی اکائی بن کر معاشرتی زندگی میں بہت دور تک جاتا ہے۔ عید کو محض خوشی یا عید کے چاند کو محض سال میں ایک بار جھلک دکھلا کر غائب ہو جانے کے حوالے

سے دیکھنے کی بجائے اسے مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی کے وسیع تر جغرافیے سے ملا دیا گیا ہے۔

(ب) عیدالفطر پر نظموں میں، شعرا نے کیا باریکیاں پیدا کی ہیں؟

جواب: شعرا حضرات نے عید کے موضوع میں نئی نئی باریکیاں پیدا کر کے اسے ادبی خوشی کے ملے جلے جذبات تک لے گئے ہیں۔

(ج) اس سبق کی روشنی میں اُردو شعرا نے عیدالفطر کے جن متعدد پہلوؤں پر اظہار خیال کیا ہے، ان میں سے کوئی سے تین پہلوؤں / موضوعات کے نام لکھیے۔

جواب: اُردو شعرا نے عیدالفطر کے حوالے سے درج ذیل پہلوؤں پر اظہار خیال کیا ہے۔

(i) عید کے چاند کو مناظر کے حوالے سے بیان کرنے کا رجحان

(ii) عید کو داخلی مسرت اور خارجی حالات سے منسلک کرنے کا رویہ

(iii) ہلال عید کو ملی عزائم کی علامت، ملت کے عروج و زوال کی علامت اور تہذیبی و تمدنی زندگی کی اساس کے طور پر قبول کرنے کا رجحان

(د) عیدالفطر کے موقع پر شہزادوں اور شہزادیوں کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی نے کیا نکتہ اجاگر کیا ہے؟

جواب: خواجہ حسن نظامی نے عیدالفطر کے موقع پر شہزادوں اور شہزادیوں کا ذکر کرتے ہوئے دینی جذبے کی شدت اور مذہبی امور سے گہری وابستگی کو ظاہر کیا ہے۔

-2 اردو شعرا نے ہر دور میں عیدالفطر کو موضوعِ سخن کیوں بنایا؟

جواب: اُردو شعرا نے اپنی شاعری میں زیادہ تر رُخِ محبوب کا تذکرہ کیا ہے اور عیدالفطر کے حوالے سے، عید، عید کا چاند، ہلال و ابرو، محبوب سے [illegible] ملاقاتیں، ان کی شاعری کا موضوع بنتی رہی ہیں۔ جیسے جیسے اُردو شاعری [illegible] آتی گئی اور غزلوں کی بجائے نظموں کی طرف توجہ تیز ہو گئی تو عید کے [illegible] بھی اشاراتی اور علامتی امکانات زیادہ اجاگر ہوئے۔ اس طرح عید [illegible] کثرت سے لکھی گئی نظموں میں عید سے متعلقہ موضوعات پیش کیے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شعرا نے ہر دور میں عیدالفطر کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔

-3 کون سی چیز اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے؟

جواب: علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عید کے موضوع پر نظمیں لکھی ہیں۔ یا[illegible] علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

www.d... .com

عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے اور وہ منظر کشی والے رجحان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

-4 "مہ صیام گیا اور روزِ عید آیا" یہ اردو کے کس معروف شاعر کا مصرع ہے؟

جواب: درج بالا مصرع مولانا الطاف حسین حالی کا ہے۔

-5 عید کی شاعری کا ہماری شعری روایات سے کیا تعلق ہے؟

جواب: عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

-6 سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) ۱۸۵۷ء جنگ آزادی کے بعد اردو شاعری میں وسعت پیدا ہوئی۔ درست/غلط

(ب) خواجہ حسن نظامی نے دلی کی بربادی کے مرثیے لکھے ہیں۔ درست/غلط

(ج) عید الفطر کے متعلق موضوعات ہماری شاعری کا اصل رخ ظاہر کرتے ہیں۔ درست/غلط

(د) سبق میں چار شعرا کے اشعار درج ہیں۔ درست/غلط

(ہ) عید الفطر کا تصور ہماری اقدار میں شامل ہے۔ درست/غلط

(الف)	درست	(ب)	غلط	(ج)	غلط	(د)	غلط	(ہ)	درست

-7 درست جواب کی نشان دہی (✓) سے کیجیے:

(الف) یہ مصرع کس شاعر کا ہے؟ "ہلالِ عید کی گردوں پہ آمد آمد ہے"

(i) اقبال سہیل (ii) حفیظ جالندھری
(iii) عبدالمجید سالک (iv) حالی

(ب) حسن نظامی نے دلی کے جو نوحے لکھے، ان میں کون سی چیز نمایاں ہے؟

(i) عظمتِ رفتہ (ii) احساسِ شادمانی
(iii) عبرت انگیزی (iv) لطف و مسرت

(ج) عید الفطر کے موقع پر مسلم معاشرے کے کس طبقے کو سب سے زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

(i) اُمرا (ii) غُربا
(iii) متوسط (iv) سفید پوش

(د) شاعر نے "لذت افزائے شورِ طفلی" میں کس کی طرف اشارہ کیا ہے؟

(i) بادل (ii) ستارے

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

(iii) عیدالفطر کا چاند (iv) نمازِ عیدالفطر

(ہ) ۱۸۵۷ء جنگِ آزادی کے بعد شاعری کا رُخ اور رجحان بدل گیا:

(i) غزلوں کی طرف (ii) نظموں کی طرف

(iii) مرثیے کی طرف (iv) شہرآشوب کی طرف

جوابات

(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)						

8- مصنف نے عید کا تعلق تہوار کے علاوہ کس سے جوڑا ہے؟ دو تین سطروں میں جواب لکھیں۔

جواب: مصنف کا کہنا ہے کہ عید کا تصور مسلمانوں کے ہاں محض تہوار منانے اور اچھل کود کو گلچر بنانے پر منحصر نہیں بلکہ اس خوشی کا رشتہ ہماری اقدار میں بہت دور تک جاتا ہے، جس سے عید کے بارے میں اردو شعرا کی تخلیقات کو ایک سمت ہی نہیں ملتی بلکہ ان کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ اتنا گہرا ہے کہ ہماری شعری روایات میں یہ عمل صرف یک طرفہ مناظر کشی تک جا کر ختم نہیں ہوتا بلکہ عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا ایک اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

<u>مضمون</u>

کسی مقررہ موضوع پر اپنے خیالات، جذبات، احساسات یا تاثرات کا نثر میں تحریری اظہار مضمون کہلاتا ہے۔ اس میں موضوع کی کوئی قید نہیں، اس لیے ہر قسم کے موضوعات پر بے شمار مضامین لکھے جاتے ہیں۔ مضمون نویسی میں پہلے موضوع کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ پھر دلائل دے کر بحث کی جاتی ہے اور اہم باتیں علمی پیرائے میں تحریر کی جاتی ہیں اور آخر میں مختصراً نتیجہ پیش کیا جاتا ہے۔ توازن، تناسب اور نظم و ضبط اس کے اہم تقاضے ہیں۔

www. .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

مضمون لکھنے کے اصول

گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

(میر انیس)

مضمون نویسی ایک فن ہے۔ جس میں مشق کے ذریعے سے مہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے وسیع مطالعہ اور گرد و پیش کے حالات و واقعات کے مشاہدے اور گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ پھر اپنے مشاہدات و تاثرات اور معلومات کو مناسب اور موزوں پیرائے میں بیان کرنے کی صلاحیت بھی درکار ہوتی ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں کہ "اردو بلکہ ہر زبان میں سب سے مشکل اور اہم بات یہ ہے کہ ایک موزوں بات کس طرح موزوں الفاظ میں بیان کر دی جائے۔"

مختصر الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ مضمون نگاری میں مندرجہ ذیل عناصر بنیادی حیثیت رکھتے ہیں:

1. مضمون نگاری میں خیالات کو اولیت حاصل ہے۔ جب تک ایک موضوع کے متعلق آپ کے پاس خاطر خواہ مواد اور معلومات نہ ہوں آپ اس موضوع پر چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے اخبارات، رسائل اور کتب کے مطالعے سے اپنے خیالات و معلومات میں وسعت پیدا کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے نصاب کے علاوہ دیگر دینی، تاریخی، علمی و ادبی اور معلوماتی کتب کے مطالعے کی عادت ڈالنی چاہیے۔
2. الفاظ خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ اگر ہمارے ذہن میں خیالات کا وافر ذخیرہ موجود ہو، ہماری معلومات بھی کافی وسیع ہوں لیکن ان کو بیان کرنے کے لیے ہمارے پاس موزوں الفاظ کا ذخیرہ نہ ہو تو ہم دوسروں کو اپنی تحریر و تقریر سے متاثر نہیں کر سکتے جس طرح اچھے لباس سے انسان کی شخصیت باوقار اور پرکشش بنتی ہے، اسی طرح اگر خیالات کو مناسب اور موزوں الفاظ کا جامہ پہنا کر دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ان کے دلوں میں

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

اتر جائیں گے۔ اس سلسلے میں طلبہ کو چاہیے کہ وہ اردو کے بلند پایہ اہل قلم کے ادبی شہ پاروں کا مطالعہ کریں۔

3 مضمون نگاری میں خیالات و الفاظ کے بعد زبان و بیان کی صحت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہماری تحریر روز مرہ محاورہ اور گرامر کی اغلاط سے یکسر پاک ہونی چاہیے۔ کیونکہ زبان کی اغلاط سے مضمون کا حسن بیان غارت ہو کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا صحت املا کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

وہ دماغ جس میں خیالات و معلومات کا ذخیرہ تو موجود ہو لیکن ان خیالات و معلومات میں کوئی نظم اور ترتیب نہ ہو، اس کی حیثیت ایک کباڑیے کی دکان سی ہے۔ جس میں بہت سی چیزیں بغیر کسی سلیقہ اور ترتیب کے بکھری پڑی ہوئی ہوں۔ یہی حال اس مضمون کا ہے جس میں لکھنے والے نے اپنے خیالات پیش کرتے ہوئے کسی ترتیب اور تسلسل کا اہتمام نہ کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی موضوع پر منتشر اور غیر مربوط خیالات کو صحت زبان کا لحاظ رکھتے ہوئے عمدہ ترتیب اور سلیقے سے پیش کرنے کا نام ہی مضمون نویسی ہے۔

عام ہدایات

1 مضمون لکھنے سے پہلے دیے ہوئے موضوع کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہر قسم کے ضروری خیالات کو ایک خاص ترتیب سے ذہن میں جمع کر لیں اور پھر اسی ذہنی ترتیب کے مطابق اطمینان سے مضمون لکھنا شروع کر دیں۔

2 کمرۂ امتحان میں جب پرچہ آپ کے سامنے آئے تو جو مضمون لکھنا ہے اس کا پہلے فیصلہ کر لیں۔ بے شک اسے لکھیں بعد میں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کو اس کے مواد کے بارے میں سوچنے کا موقع مل جائے گا۔ کیونکہ انسان کا دماغ مسلسل سوچ بچار اور غور و فکر کا مرکز بنا رہتا ہے۔

3 مضمون کی ترتیب کا خاص خیال رکھیں۔ آگے کی بات پیچھے اور پیچھے کی بات آگے لکھ دینے سے مضمون بے ربط ہو جاتا ہے۔

www.downloadclassnotes.com

4 مضمون کو مناسب پیروں میں تقسیم کریں۔ ایک بات ایک پیرے میں اور دوسری بات کے لیے دوسرا پیرا ہونا چاہیے۔

5 اپنا مطلب چھوٹے چھوٹے اور سادہ جملوں میں ادا کریں۔ کیونکہ لمبے لمبے جملے لکھنے سے بات الجھ جاتی ہے اور پڑھنے والا بھی اکتا جاتا ہے۔

6 اپنے مضمون میں کوئی غلط واقعہ یا غلط بات ہرگز نہ لکھیں۔ ہمیشہ صحیح باتوں کو سادہ اور آسان زبان میں تحریر کریں۔

7 اپنے مضمون میں ایک بات کو بار بار نہ دہرائیں۔ ایک ہی قسم کے خیالات و الفاظ سے مضمون بدمزہ اور پھیکا ہو جاتا ہے۔

8 جو کچھ لکھیں' سوچ سمجھ کر لکھیں تاکہ مضمون میں زیادہ کاٹ چھانٹ کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر کوئی لفظ یا جملہ مجبوراً کاٹنا پڑے تو اس پر ایک لکیر کھینچ دیں۔

9 مضمون میں موقع محل کے مطابق قرآن مجید کی آیات، احادیث، (یا ان کا ترجمہ) اقوال و اشعار استعمال کریں جو حوالہ دینا ہو اسے الگ اور نمایاں کر کے لکھیں۔

10 جہاں تک ممکن ہو اپنے مضمون کو نہایت صاف اور خوشخط لکھیں کیونکہ خوشخطی اور صفائی سے مضمون کی خوبی بڑھ جاتی ہے۔

11 مضمون ختم کر لینے کے بعد اسے ایک بار پڑھنے کے لیے ضرور وقت نکالیں تاکہ املا اور زبان کی چھوٹی موٹی غلطیوں کی اصلاح ہو سکے۔

افسانہ

یہ اُس فرضی کہانی کو کہتے ہیں جو مختصر، دلچسپ اور واقعاتی لحاظ سے زندگی کے کسی پہلو پر روشنی ڈالے۔ اس کے کردار فرضی ہوتے ہیں لیکن حقیقی نظر آتے ہیں۔ اس کی طوالت اتنی ہوتی ہے کہ ایک نشست میں پڑھا جا سکتا ہے۔ وحدت تاثرات اس کی بڑی خوبی ہوتی ہے۔

افسانہ نگاری

زندگی ایک کہانی ہے جو واقعات کے ٹکڑوں کی صورت میں پوری زندگی میں

بکھری ہوتی ہے۔ ایک ناول نگار اپنے ناول میں پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے جب کہ ایک افسانہ نگار زندگی کے کسی ایک واقعہ یا چند واقعات کو مربوط کر کے انھیں ایک ایسی نئی صورت میں مرتب کرتا ہے جو زندگی کے عام تجربات سے مختلف ہوتی ہے۔

افسانہ جدید دور کی پیداوار ہے آج کے تیز رفتار دور میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ ضخیم کتب کا مطالعہ کر سکے اس لیے اپنی علمی اور مطالعاتی پیاس بجھانے کے لیے افسانے کا سہارا لیتے ہیں۔ افسانے میں بنیادی اہمیت وحدت تاثر کو حاصل ہے۔ ایک تاثر خواہ کسی کا ہو اپنے اوپر مسلط کر کے اس انداز میں بیان کرنا کہ پڑھنے والے پر بھی وہی اثر مرتب ہو عمدہ افسانے کی پہچان ہے مگر شرط یہ ہے کہ زندگی کو "جیسے کا تیسا" پیش کیا جائے۔

ایک بہترین افسانہ مندرجہ ذیل خصوصیات پر مشتمل ہوتا ہے

1-	اختصار	2-	کردار نگاری	3-	مکالمہ نگاری
4-	منظر نگاری	5-	وحدت تاثر	6-	پلاٹ
7-	حقیقت نگاری	8-	انداز بیان	9-	قوت مشاہدہ
10-	زبان و بیان	11-	زمان و مکاں	12-	مقصدیت

افسانے کی درج ذیل اقسام ہیں

1-	معاشرتی افسانہ	2-	واقعاتی افسانہ	3-	تمثیلی افسانہ
4-	کرداری افسانہ	5-	نظریاتی افسانہ	6-	اصلاحی افسانہ
7-	رومانی افسانہ	8-	علامتی افسانہ	9-	سائنسی افسانہ
10-	جاسوسی افسانہ				

سرگرمیاں

-1 اخبارات اور انٹرنیٹ کی مدد سے عیدالفطر سے متعلق مختلف تصاویر جمع کر

www.downloadclassnotes.com

کے، انھیں ایک چارٹ پر لگائیں۔

جواب: عملی کام طلبہ خود کریں۔

-2 عید الفطر کے دن کی مصروفیات کی تفصیلی رُوداد لکھ کر، استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: عید الفطر ہمارا مذہبی تہوار ہے۔ یہ ہر سال یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ مسلمان رمضان کے مہینے میں روزے رکھتے ہیں۔ روزے پورے ہونے کی خوشی میں عیدالفطر منائی جاتی ہے۔

امسال یکم شوال 23 اگست کو تھا۔ میں صبح چار بجے بیدار ہوا۔ نہا دھو کر فجر کی نماز پڑھی۔ امی جان بھی بیدار ہو چکی تھیں انھوں نے نماز پڑھ کر سب کے لیے سویاں بنائیں۔ میں نے عید کے لیے سلائے گئے نئے کپڑے پہنے، نیا جوتا پہنا اور خوشبو لگائی۔ پھر میں، میرا چھوٹا بھائی اور اباجان عید کی نماز پڑھنے عید گاہ کی طرف چل دیے۔ ہم تینوں باپ بیٹا اونچی آواز میں تکبیر پڑھتے جا رہے تھے۔ عیدگاہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ جدھر نظر دوڑاؤ سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد ہم نے آپس میں ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دی۔ پھر جو بھی ملا اسے گلے لگا کر عید کی مبارک باد دی۔ عیدگاہ سے نکل کر ہم قبرستان چلے گئے۔ وہاں میرے دادا جان سپردِ خاک ہیں۔ ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کی اور گھر آ گئے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ہم نے امی جان کو سلام کیا اور عید کی مبارک باد دی۔ امی جان نے ہمیں دعا دی۔ اباجان نے ہم دونوں بھائیوں کو پانچ پانچ سو روپے عیدی دی۔ میں اپنے دوستوں سے ملنے چلا گیا۔ عامر اور شہزاد کو ساتھ لے کر ہم عتیق کے گھر گئے۔ ہم نے عتیق کے اباجان کو سلام کیا۔ انھوں نے ہمیں [illegible] دی۔ ہم چاروں دوست عیدگاہ سے ملحق میدان کی طرف چلے گئے جہاں عید میلا لگا ہوا تھا۔ ہم دو تین گھنٹے میلے میں گھومتے رہے۔ ہم نے آئس کریم اور

www.a

فروٹ چاٹ کھائی۔ میں نے چھوٹے بھائی کے لیے ایک لٹو لیا جس کو چلانے سے اس میں سے رنگ برنگی روشنیاں نکلتی تھیں۔ دوپہر تک ہم گھر واپس آ گئے۔ امی جان نے دوپہر کا کھانا تیار کر لیا تھا۔ کھانا کھا کر میں کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ شام کو ہم سب گھر والے چچا جان سے ملنے ان کے گھر چلے گئے۔ میں نے چچا جان سے بھی عیدی وصول کی۔ رات کا کھانا چچی جان نے تیار کیا تھا۔ انھوں نے بہت مزے دار کھانا تیار کیا تھا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ رات گئے ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ میں نے اس دن خوب [illegible]کیا۔

<u>اساتذہ کرام کے لیے</u>

-1 طلبہ پر واضح کریں کہ اسلامی تہذیب میں عیدالفطر کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: عید کے معنی خوشی و مسرت یا جشن کے ہیں یا خوشی کا وہ دن جو بار بار لوٹ کر آئے۔ عیدالفطر مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے جو ہر سال نہایت عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار اسلامی اقدار و روایات کی عکاسی کرتا ہے۔ اس تہوار سے جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے خوشی و مسرت، سیر و تفریح اور شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان تہواروں میں ناجائز اور لغو باتوں سے مکمل طور پر اجتناب کیا جاتا ہے۔ دوسری قومیں اپنے تہوار مناتے ہوئے اخلاقی قدروں کا لحاظ نہیں رکھتیں لیکن ملت اسلامیہ اپنی مخصوص روایات و اقدار کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے تہوار ایک انفرادی شان سے مناتی ہے۔

عیدالفطر کا تہوار پورے عالم اسلام میں نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ اس روز تمام مسلمان خواہ انھوں نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں بے پناہ خوشی و مسرت کا سامان کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہی لوگ عید کی خوشیاں منانے کے زیادہ مستحق ہیں جنھوں نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ہوں۔ بہرحال عیدالفطر ایک ایسا مذہبی تہوار ہے جس سے ہماری ثقافت

www.[illegible]notes.com

اور ہماری دینی زندگی نمایاں ہوتی ہے۔

2- طلبہ کو سمجھائیں کہ عید الفطر کے موقع پر فضول خرچی، بے جا نمود و نمائش اور دیگر غیر اسلامی طور طریقے، دینی تقاضوں کے خلاف ہیں۔

جواب: اسلام ایک دینِ فطرت ہے۔ اس میں ہر کام اعتدال سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے سالانہ تہوار رکھے ہیں۔ ان کے منانے کا طریقہ بھی بتا دیا گیا ہے۔ دوسری قوموں میں بھی تہوار منانے کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن اسلامی تہوار منانے کا طریقہ بہت اچھا ہے۔ اس میں بے جا نمود و نمائش نہیں کی جاتی۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک سچا مسلمان نہیں چاہتا کہ وہ کسی دوسرے کی دل آزاری کرے۔ اگر کوئی امیر شخص اپنی امارت کے اظہار کے لیے بڑھ چڑھ کر خرچ کرے اور اس سے اس کا مقصد یہ ہو کہ اس کا غریب ہمسایہ مرعوب ہو تو یہ اس کے لیے بڑے گناہ کی بات ہے۔ کچھ لوگ خواہ مخواہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضول خرچ کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ ہماری زندگی کو سادگی کا نمونہ ہونا چاہیے کیوں کہ سادگی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو بہت پسند تھی۔ آپ ﷺ خود بھی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو بھی اس بات کی تاکید کی کہ سادہ اور صاف ستھری زندگی بسر کریں۔

3- طلبہ کو ڈاکٹر وحید قریشی کے علمی و ادبی مقام و مرتبے سے آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) اُردو شاعری کی حدود میں وسعت پیدا ہوئی:

(i) 1857ء کے بعد (ii) 1890ء کے بعد

(iii) 1947ء کے بعد (iv) 1965ء کے بعد

(ب) اُردو شاعری کو وسیلہ بنایا گیا:

(i) مذہبی احساسات کی ترجمانی کا (ii) لسانی احساسات کی ترجمانی کا

(iii) ملی احساسات کی ترجمانی کا (iv) معاشرتی احساسات کی ترجمانی کا

(ج) خواجہ حسن نظامی نے نوحے لکھے:

(i) لکھنؤ کی بربادی کے (ii) دلّی کی بربادی کے

(iii) آگرہ کی بربادی کے (iv) بنگال کی بربادی کے

(د) "ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے" نظم کا عنوان ہے:

(i) مولانا الطاف حسین حالیؔ کی (ii) حفیظ جالندھری کی

(iii) علامہ اقبالؒ کی (iv) عبدالمجید سالک کی

(ہ) "تہنیت عید الفطر" نظم ہے:

(i) حالیؔ کی (ii) اقبالؒ کی

(iii) طالب الہ آبادی کی (iv) خواجہ حسن نظامی کی

(و) شہزادوں اور شہزادیوں کی کس مپرسی میں عید بسر کرنے کا ذکر کیا ہے:

(i) سرسید احمد خاں نے (ii) مولانا حالی نے

(iii) عبدالمجید سالک نے (iv) خواجہ حسن نظامی

(ز) علامہ اقبالؒ کو عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے:

(i) یادِ طفلی (ii) یادِ ایام

(iii) یادِ لندن (iv) یادِ جرمنی

www.downloadclassnotes.com

(ح) نوبتیں بجنے لگیں:

(i) مندروں میں (ii) خانقاہوں میں

(iii) مسجدوں میں (iv) مدرسوں میں

(ط) گردوں پہ آمد آمد ہے:

(i) بارش کی (ii) آندھی کی

(iii) طوفان کی (iv) ہلالِ عید کی

(ی) ہزار شکر کہ ــــــــ ہیں شاد آج کے دن

(i) بچے (ii) بوڑھے

(iii) نوجوان (iv) مسلم

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(i)	(و)	(iv)	(ز)	(i)	(ح)	(iii)
(ط)	(iv)	(ی)	(iv)				

www.down

سجاد حیدر یلدرم
(1880ء تا 1943ء)

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

تدریسی مقاصد

- وقت کی اہمیت کا احساس دلانا
- لوگوں کے رویوں کی نشان دہی کرنا
- دوستی کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو سامنے لانا
- مختلف اوقات میں مختلف قسم کے رویوں کی نشان دہی کرنا
- سجاد حیدر یلدرم کے اسلوبِ بیان سے واقفیت دلانا
- جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی ترکیب نحوی کے بارے میں بتانا

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: سجاد حیدر **ولدیت:** خان بہادر سید جلال الدین حیدر **جائے پیدائش:** نہٹور،
تاریخ پیدائش: 1880ء
تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب کی نگرانی میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد وہ ایم۔اے۔او کالج میں داخل کیے گئے۔ یلدرم نے ایف۔اے کا امتحان دیا تو انگریزی اور فارسی میں الہ آباد یونیورسٹی میں اوّل آئے لیکن ریاضی میں فیل ہو گئے۔ خدا خدا کر کے ریاضی میں پاس ہوئے۔ 1901ء میں بی۔اے کا امتحان دیا اور صوبے بھر میں دوم رہے۔

یلدرم اردو افسانہ نگاری کے مشعل برداروں میں سے ہیں جنھوں نے اپنے ہم عصروں اور آنے والی نسل کو بھی اس روشنی میں نئی راہیں بجھائیں۔ یلدرم پہلے شخص ہیں

جنھوں نے دوسری زبانوں کے افسانوں کو ترجمہ کر کے اُردو ادب میں اضافہ کیا اور ترکی افسانوں کو اُردو زبان میں اس سلیقے سے منتقل کیا کہ اصل کی شان پیدا ہو گئی۔ سجاد حیدر یلدرم نے اردو ادب میں "ادبِ لطیف" کی بنیاد رکھی۔

تصانیف: یلدرم کے افسانوں اور مضامین کے دو مجموعے ہیں جن کے نام "خیالستان" اور "حکایات و احساسات" ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے طویل اور مختصر ناول بھی لکھے جو زیادہ تر دوسری زبانوں سے ترجمہ کیے ہوئے ہیں۔ "زہرا"، "مطلوب حسیناں" اور "آسیبُ الفت" ترکی زبان سے اُردو زبان میں ترجمہ کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ترکی سے اُردو میں ایک ڈرامے کا ترجمہ بھی کیا جس کا نام "جنگ وجدل" ہے۔

وفات: سجاد حیدر یلدرم نے 11 اور 12 اپریل 1943ء کی درمیانی شب دو بجے دفعتاً حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال کیا اور انھیں لکھنؤ کے عیش باغ کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرکزی خیال

مصنف دوستوں کی موجودگی کو اپنے لیے نقصان دہ خیال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اچھا تو وہ فقیر ہے جس کا کوئی دوست نہیں ہے کیوں کہ وہ وقت بے وقت تنگ نہیں ہوتا۔ مصنف کے دوست احمد مرزا، محمد تحسین اور شاکر خاں مختلف عادتوں کے مالک ہیں اور مصنف سے ملتے وقت انھیں باتوں میں ایسا الجھاتے ہیں کہ بے چارے مصنف لکھنے پڑھنے کا کام دلجمعی سے نہیں کر سکتے۔ مصنف ان دوستوں سے عاجز آ چکے ہیں اور ملاقات سے گریز کرتے ہیں کہ یہ لوگ وقت ضائع کرتے ہیں۔

اہم نکات

- فقیر کی صدا
- مصنف کا فقیر سے اپنا موازنہ
- بے تکلف دوستوں کی آمد
- گرم جوش مصافحہ
- بچوں کی بیماری کا رونا
- مقدمہ باز دوست

- گاؤں کی فضا
- دوست کے دوستوں سے ملاقات
- بار بار بلاوا
- طبیعت کا اُکتا جانا
- دل جمعی سے کام نہ کر سکنا
- دوست کو ناراض کر کے واپس آ جانا

خلاصہ

ایک دن دلّی کے چاندنی چوک میں ایک فقیر پر نظر پڑی جو لوگوں سے اپنی حالت زار بیان کرتا جا رہا تھا۔ مجھے اس کی تقریر نے بہت متاثر کیا جو کچھ یوں تھی۔ اے بھائی! میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ اور روٹیوں کو محتاج ہوں۔ ہر ایک سے اپنی مصیبت کہتا ہوں۔ میں بھیک نہیں مانگتا۔ بس میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے وطن واپس چلا جاؤں کیوں کہ میں غریب الوطن ہوں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ خدا کے بندو! میری سنو۔ میں غریب الوطن ہوں۔ فقیر تو یہ کہتا اور خیرات لیتا ہوا آگے بڑھ گیا لیکن میں نے اس سے اپنی حالت کا مقابلہ کیا تو کئی لحاظ سے اسے بہتر پایا۔ میں کام کرتا ہوں اور وہ مفت خوری، میں تعلیم یافتہ ہوں اور وہ جاہل۔ میں خوش لباس ہوں اور وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ یہاں تک میں اس سے بہتر ہوں۔ اس سے آگے اس کی حالت مجھ سے اچھی ہے۔ اس کی صحت قابل رشک ہے اور میں رات دن فکر میں گھلا جاتا ہوں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جسے وہ مصیبت کہتا ہے وہی بڑی نعمت ہے یعنی اس کا کوئی دوست نہیں۔ اس بات پر اسے مبارک باد دینا چاہیے۔ وہ اپنی مرضی سے رات کو آرام کر سکتا ہے مگر میں نہیں۔ وہ دن دہاڑے اپنا روپیا لے جا سکتا ہے اور کوئی اس سے قرض نہیں مانگے گا۔ کوئی اس کو لطیفے سنا کر اس کا وقت ضائع نہیں کرے گا۔ اسے کسی دوست کے خط کا جواب نہیں دینا پڑے گا۔ اگرچہ میرے دوست میرے خیر طلب ہیں مگر یہ مجھے فائدہ پہنچانے کی بجائے الٹا نقصان پہنچاتے ہیں۔

میرے بجز بجزیا دوست احمد مرزا ہیں جو دو منٹ نچلا نہیں بیٹھ سکتے ان کا آنا آندھی، بھونچال یا قیامت سے کم نہیں ہوتا وہ دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے بلکہ آندھی کی طرح کمرے میں داخل ہوتے ہیں" آہاہاہا میں نے تمھیں پکڑ ہی لیا مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ میرے ایک دوست مضمون نگار ہیں۔ بس ایک منٹ کے لیے تمھاری خیریت دریافت کرنا تھی" وہ آتے ہی اس زور سے مصافحہ کرتے ہیں کہ انگلیاں درد کرنے لگتی ہیں۔ میں دیر تک قلم نہیں پکڑ سکتا خیالات بھی گم ہو جاتے ہیں۔

دوسرے دوست محمد تحسین ہیں جنھیں اپنے بال بچوں کی بیماری کے بارے میں گفتگو کے سوا اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ موسم کی خرابی کی بات کریں تو کہتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے چھوٹے بچے کو بخار آ گیا اور مجھلی لڑکی کھانسی میں مبتلا ہے۔ سیاست کی بات کریں تو کہتے ہیں کہ گھر بھر بیمار پڑا ہو تو اخبار پڑھنے کی فرصت کہاں۔ کسی جلسہ میں جائیں تو بچوں کو ہمراہ لے جاتے ہیں اور بار بار ان کی نبض دیکھتے اور طبیعت کا حال پوچھتے ہیں۔

محمد شاکر خاں مقدمہ باز دوست ہیں۔ ہمیشہ ریاست کے جھگڑوں، فریق مخالف کی برائی اور مقدمہ جیتنے کی صورت میں جج کی تعریف کرنے کے علاوہ انھیں کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ یہ موضع سلیم پور کے رہنے والے اور رئیس قسم کے دوست ہیں ایک بار مجھے اصرار کر کے سلیم پور لے گئے اور کہا کہ شہر کے ہنگاموں میں تم سے کیا خاک لکھا جائے گا۔ میں نے گاؤں میں تمھارے لیے ایک کمرا مخصوص کرا لیا ہے۔ کچھ دن گاؤں میں رہ کر لکھو ناچار میں ان کے ساتھ سلیم پور چلا گیا کمرا واقعی خوبصورت تھا جس کی ایک کھڑکی پائیں باغ کی طرف کھلتی تھی اور حسین اور دلفریب منظر آنکھوں کے سامنے رہتا تھا۔ صبح کو ناشتے کے بعد کمرے میں جانے کے لیے اٹھا ہی تھا تو شاکر صاحب نے کہا کہ آج ہی لکھنا شروع نہ کر دینا تھوڑی بہت تفریح بھی ضروری ہے۔ آج دریا پر مچھلی کا شکار کھیلیں گے اور پھر دو میل کے فاصلے پر احمد نگر کے رئیس طالب علی صاحب سے آپ کی ملاقات کرائیں گے۔ میرا ماتھا ٹھنکا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو مجھے یہاں بھی سکون سے لکھنا نصیب نہ ہوگا۔ میں جلدی سے اٹھ کر کمرے میں آیا اور لکھنے کے سامان کا جائزہ لیا۔ چاندی کی دوات میں روشنائی خشک تھی۔ قلم نایاب اور قیمتی تھے لیکن ان میں نب غائب، بہر حال میں نے لکھنے کا پرانا سامان نکالا اور لکھنا شروع کیا اتنے میں کھڑکی سے باہر نزدیکی درخت پر مرغان خوشنوا نے شور مچانا شروع کر دیا۔ تاہم میں اپنے کام میں مشغول رہا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

اچانک تن تن اور چھن چھن کی آواز آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر صاحب کے چھوٹے بھائی ستار سے شوق فرما رہے ہیں۔ آدھ گھنٹا انھوں نے موسیقی کی مشق فرمائی اور میرے خیالات میرے ذہن سے نکل گئے۔ میں محویت میں اپنے اصل جملے لکھنے کی بجائے وہ جملے لکھ گیا جو شاکر صاحب کے دوست نے ان سے کہے تھے۔

میں لکھنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ شاکر خاں کے ملازم شمن نے دروازہ کھٹکھٹایا اور دوست کا پیغام دیا کہ وہ مجھے راجا طالب علی صاحب سے ملوانا چاہتے ہیں۔ میں بھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر طالب علی صاحب سے ملا اور کچھ دیر کے بعد اپنے کمرے میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ شمن نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا کہ ایک اور صاحب سے تعارف کرانا مقصود ہے۔ میری حالت اس عربی گھوڑے کی سی ہو گئی جسے میزبان نے حال ہی میں خریدا ہو اور اصطبل سے نکلوا کر ہر کسی کو دکھاتا پھرے بہر حال میں بھاگ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ خیالات غائب ہو گئے تھے۔ طبیعت اچاٹ ہو گئی تھی۔ چند منٹ کچھ لکھا کہ دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ شمن نے بتایا کہ کھانا تیار ہے اس نے بار بار دستک دے کر زور دیا کہ کھانا ابھی کھا لیں ورنہ ٹھنڈا ہو کر بدمزہ ہو جائے گا۔ اکتا کر شمن سے کہا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ ناچار کھانے کے لیے میزبان کے پاس پہنچا تو میزبان نے نہایت اخلاق سے پوچھا کہ تمھارے چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کافی کچھ لکھا ہے میں نہ کہتا تھا کہ شہر میں رہ کر تم سے زیادہ نہیں لکھا جائے گا۔ میں آمَنّا و صَدَّقنا کہنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

اب کھانے کے لیے اصرار ہوتا ہے۔ کھانا کھا کر واپس آیا۔ خیالات جمع کرنے شروع کیے مگر دماغ الفاظ سے خالی تھا۔ اسی اثنا میں نیند آ گئی۔ تیسرے پہر ہو کر اٹھا تو دماغ تروتازہ تھا۔ ابھی لکھنا ہی چاہتا تھا کہ نوکر نے اطلاع دی کہ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ گیا۔ شام کو واپس آیا۔ رات کو دیکھا کہ سارے دن میں صرف ایک ہی صفحہ لکھ پایا تھا اور وہ بھی بے ربط اور بے سلسلہ۔ بس میں اپنے میزبان کو ناراض کر کے گھر واپس آ گیا۔ اس کے علاوہ بھی احباب کی ایک نہ ختم ہونے والی فہرست ہے جو گاہے گاہے ہمدردی جتانے آتے ہیں مگر اصل میں میرا نقصان کرتے ہیں۔ میں

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

ان سے صاف صاف کہتا ہوں

ع مجھ پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

مضمون پر تبصرہ

اس مضمون میں مصنف نے ہمارے معاشرتی رویوں کی خوب عکاسی کی ہے۔ دوستی مشرقی اقدار کا ایک حصہ ہے لیکن اکثر دوست ایسے ہیں جو وقت بے وقت آ ٹپکتے ہیں اور بلاوجہ خوش گپیوں میں وقت برباد کر دیتے ہیں حالانکہ وقت دُنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ بے شک تفریح اور ہنسی مذاق بھی زندگی کا ایک حصہ ہے لیکن اس کی کوئی حد ہونی چاہیے۔ بسا اوقات بہت ضروری کام کرنا ہوتا ہے لیکن دوست کچھ اس طرح خلل انداز ہوجاتے ہیں کہ ذہن اور وقت دونوں برباد ہوجاتے ہیں۔ مصنف نے یہ سبق دیا ہے کہ دوستی اچھی چیز ہے لیکن ضروری ہے کہ دوسروں کے کام اور وقت کا احساس کیا جائے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مؤثر	اثر والا	بے حیائی	بے شرمی
حالت زار	بُری حالت	صورت مسخ کر دینا	حلیہ بگاڑ دینا
اسپیچ	تقریر	صدا	آواز
قسی القلب	ظالم	لفظ بہ لفظ	مکمل طور پر
بدنصیب	بُری قسمت والا	آفت کا مارا	مصیبت میں مبتلا
محتاج	حاجت مند	غریب الوطن	مسافر، پردیسی
خیرات	بھیک، بخشش	تعجب	حیرانی

امور	امر کی جمع، کام	مفت خوری	بغیر پیسوں کے کھانا
جاہل	اجڈ، گنوار	بدرجہا	کئی گنا
رشک	فخر	بسورنا	رونا
بشاشت	تازگی	نمایاں	ظاہر
حسرت	ناامیدی	خوش نصیب	اچھی قسمت والا
قول	کہی ہوئی بات	صحیح	درست
[illegible]	تنہائی	قلم بند کرنا	تحریر میں لانا
واسطہ	تعلق، ناتا	احباب	حبیب کی جمع، دوست
مجمع	گروہ، بھیڑ	تصنیف	لکھی ہوئی کتاب
ریویو	[illegible]	ہٹا کٹا	صحت مند، تندرست
نحیف و نزار	کمزور، دبلا پتلا	بے ہودہ	برے
دوبھر	مشکل	خیر طلب	بھلائی چاہنے والے
نفرین	نفرت	[illegible]	بہت بڑا گروہ
ہیٹے ہونا	کم ہونا	قرار داد	[illegible] قول قرار، شرائط
پہلو کا کانٹا نکلنا	تکلیف جاتی رہنا۔ مسئلہ حل ہو جانا	رضا	خوشی
اعتراف	مان لینا، اقرار کرنا	وہم و گمان	خیال
خاطر مدارات	خاطر تواضع	امر	حکم
سروکار	تعلق	پچھاڑ کھا کر گرنا	روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑنا

www.downloadclassnotes.com

وسیع	کھلا	موافق نہ ہونا	راس نہ آنا
پہلو کا کانٹا نکل جانا	تکلیف جاتی رہی۔ مسئلہ حل ہو جانا	بھکارن	بھیک مانگنے والی
لونڈی	نوکرانی	چوپائے	جانور
ملیریا	برسات کے دنوں میں مچھروں سے پیدا ہونے والی وبا	مہری اور کہارن	گھر کے نوکر
کلسا	تانبے یا پیتل کا تنگ منہ کا گھڑا، گاگر	معقول	مناسب
خلقت	لوگ	نچلا نہ بیٹھنا	آرام سے نہ بیٹھنا
بھونچال	زلزلہ	کھٹکھٹانا	دستک دینا
حرج کرنا	نقصان پہنچانا	مضمون نگار	مضمون لکھنے والا
جوش	جذبہ	مضمون نہ ہونا	موضوع نہ ہونا
پالیٹکس	سیاست	لٹریچر	ادب
معذرت	عذر	مذمت	برائی
منجملہ	ساتھ ساتھ	خصوصیت	خاص طور سے
معزز	عزت والے	لیاقت	قابلیت
تعارف پیدا کرنا	جان پہچان پیدا کرنا	امرا	امیر کی جمع
شایانِ شان	شان کے مطابق	اصرار	ضد کر کے
شور و شغب	شور غل	آراستہ کرنا	سجانا

مہیا	موجود	محبت آمیز	محبت اور شفقت سے بھرا ہوا
پائیں باغ	گھر کے پچھواڑے جو باغ ہو	دل فریب	دل کو لبھانے والا
نیچرل	قدرتی	غضب کرنا	زیادتی کرنا
[illegible]ینری	منظر	لطف اٹھانا	مزہ لینا
[illegible]	کسی کام کی بد انجامی کے متعلق پہلے سے خبر ہو جانا	ٹھٹکنا	رک جانا۔ ٹھہر جانا
حیلے	[illegible]	یکسوئی	تنہائی اور فراغت
گناہِ کبیرہ	بہت بڑ[illegible]	نایاب	بہت قیمتی
جاذب کاغذ	سیاہی چوس	[illegible] خوش نوا	اچھی آواز میں چہچہانے والے پرندے
رطب اللسان	بہت تعریف کرنے والا مداح	[illegible]	مہربانی
ہمہ تن	سب کا سب	مشغول	[illegible]
بادلِ نخواستہ	دل نہ چاہتے ہوئے	یکسو	پوری توجہ [illegible]
عربی گھوڑا	گھوڑے کی اعلیٰ نسل	اصطبل	گھوڑے کے رہنے کی [illegible]
نجات پانا	رہائی پانا	از سرِ نو	نئے سرے سے
طبیعت اچاٹ ہونا	طبیعت اکتا جانا	بہ ہزار دقت	بڑی مشکل سے

www.downloadclassnotes.com

تھکن	تھکاوٹ	آمنّا و صَدّقنا	بالکل صحیح فرمایا
شناسائی	واقفیت، پہچان	دنیا و مافیہا	اپنے اردگرد
ستار	ایک قسم کا باجا	محظوظ ہونا	لطف اٹھانا
گنجینہ	خزانہ	متوجہ ہونا	توجہ کرنا
مہمل	بے معنی	لاحول ولا قوۃ الا باللہ	نہیں ہے کوئی طاقت بچانے والی سوائے اللہ کے
رغبت	دل چسپی، شوق	لاینحل مسئلہ	ایسا مسئلہ جو حل نہ ہو سکے
ربط	تعلق، واسطہ	کسرِ نفسی	اپنے آپ کو کمتر ظاہر کرنا
احسان فراموش	کسی کی نیکی کو بھولنے والا	تفصیل	وضاحت
رخصت طلب کرنا	چھٹی چاہنا	بوچھاڑ	تیز بارش

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف ۱: دیکھو، پرانی دوستی کا واسطہ ــــــــ کون سی

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

واسطہ: تعلق، ناتا۔ احباب: حبیب کی جمع، دوست۔ مجمع: بھیڑ، گروہ، جتھا۔
تصنیف: لکھی ہوئی کتاب۔ خواہ مخواہ: بلاوجہ۔ ریویو: تبصرہ، تحریر۔ تعجب: حیرانی۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ہٹا کٹا: تندرست، صحت مند۔ نحیف و نزار: کمزور، دبلا پتلا، نحیف۔ انجام

سیاق و سباق

مصنف اپنے بے تکلف دوستوں سے نالاں ہے جو بظاہر تو خلوص برتتے ہیں مگر درحقیقت ان کی وجہ سے مصنف کا نقصان ہوتا ہے۔ ایک دن مصنف نے چاندنی چوک میں ایک فقیر کو صدا کرتے سنا جو یہ کہہ رہا تھا کہ میں غریب الوطن ہوں اور میرا کوئی دوست نہیں۔ میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ ہوں۔ میری کچھ مدد کرو۔ مصنف نے اپنی اور فقیر کی حالت کا موازنہ کیا۔ کچھ چیزوں میں مصنف فقیر سے بہتر تھا جیسے فقیر نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے [illegible] مصنف کا لباس عمدہ قسم کا تھا۔ مصنف تعلیم یافتہ تھا اور فقیر جاہل۔ مصنف [illegible] کر کے روزی کماتا تھا جب کہ فقیر مفت خوری کرتا تھا۔ یہاں تک تو مصنف [illegible] بہتر حالت میں تھا لیکن اس سے آگے فقیر کی حالت مصنف سے کہیں زیادہ [illegible] فقیر کی صحت قابلِ رشک تھی جب کہ مصنف دن رات فکر مند رہنے کی [illegible] نحیف و نزار تھا۔ مصنف اپنے دوستوں کے ہاتھوں پریشان تھا جب کہ فقیر کا [illegible] دوست ہی نہیں تھا، جو اسے وقت بے وقت پریشان کرتا۔

تشریح

مصنف کہتا ہے کہ میں نے فقیر کو دیکھا اور اس کا اپنی حالت سے موازنہ کیا تو مجھے فقیر پر رشک آیا کہ اس کا کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ جو پیسے بھیک مانگ کر حاصل کرتا ہے وہ اس کی ملکیت ہوتے ہیں۔ کوئی اس کے پاس آ کر یہ نہیں کہتا کہ میں تمہارا بہت پرانا دوست ہوں اور اس دوستی کو نبھاتے ہوئے میری مدد کرو۔ اس وقت مجھے پیسوں کی ضرورت ہے، مجھے تھوڑا سا روپیا بطور قرض دے دو۔ اس کا کوئی دوست ہی نہیں تھا تو اس سے قرض کون مانگتا۔ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا کوئی دوست نہیں ہے جو اسے وقت

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

بے وقت کسی دعوت یا جلسے میں کھینچ کر لے جائے۔ جیسے ہی اسے نیند آتی ہو گی وہ سو جاتا ہو گا۔ اس کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوتا ہو گا کہ اسے نیند آئی ہو اور یار دوست اس کے پاس بیٹھے اسے لطیفے ہی سناتے جا رہے ہوں اور اٹھنے کا نام ہی نہ لیں۔ وہ ایسی باتوں سے دور تھا کیوں کہ اس کا کوئی دوست ہی نہیں تھا۔ مصنف اس لحاظ سے بھی فقیر کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہے کہ فقیر کو اپنے کسی دوست کی لکھی ہوئی کتاب نہیں پڑھنا پڑتی اور نہ ہی کسی کتاب پر کوئی تبصرہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کے دوست ہی نہیں تھے کہ وہ ان سے ملاقات کے لیے جاتا۔ اس طرح وہ آزاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فقیر ہٹا کٹا اور قابلِ رشک صحت کا مالک تھا جب کہ میں ایک دبلا پتلا اور کمزور سا انسان تھا۔ اے اللہ! کیا وہ اس بات پر بھی شکر ادا نہیں کرتا کہ اس کے دوست نہیں ہیں۔ معلوم نہیں وہ اور کس قسم کی نعمت کا مستحق ہے۔

تبصرہ

سجاد حیدر یلدرم نے بڑے طنزیہ انداز میں اپنے دوستوں کے رویوں کی عکاسی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک ایسا فقیر جس کا کوئی دوست نہیں، مجھ سے بہتر ہے کیوں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ اسے دوسروں کا پابند نہیں ہونا پڑتا، جب کہ میری زندگی میرے دوستوں کی پابند ہے۔ جب میرا آرام کرنے کو دل چاہتا ہے تو کوئی نہ کوئی دوست آ جاتا ہے۔ مجھے مروتاً اسے وقت دینا پڑتا ہے۔ اس طرح میرا کافی حرج ہوتا ہے۔ ایک فقیر اپنی مرضی سے سوتا، جاگتا، اٹھتا، بیٹھتا اور کھاتا پیتا ہے۔ اس طرح وہ مجھ سے بدرجہا بہتر ہے۔

پیراگراف2: باول ناخواستہ میں ______ میں لکھ رہا تھا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

حلِ لغت

بادلِ ناخواستہ: نا چاہتے ہوئے، مرضی کے خلاف۔ تعارف: جان پہچان۔ یکسو: مکمل طور پر، پورے دھیان سے۔ مثل: مثال۔ اصطبل: وہ جگہ جہاں گھوڑے رکھے جاتے ہیں۔ نجات پا کر: رہائی پا کر، چھوٹ کر۔ از سرِ نو: نئے سرے سے۔ طبیعت اچاٹ ہو جانا: اُکتا جانا۔ بہ ہزار دقت: بڑی مشکل سے

سیاق و سباق

مصنف کے ایک دوست شاکر علی سلیم پور کے رئیس ہیں۔ انھیں ادب سے بہت لگاؤ ہے، لیکن ادب سے زیادہ وہ ادیبوں سے میل ملاقات میں خوش رہتے ہیں۔ وہ مصنف کو اپنے ساتھ اپنے گاؤں لے گئے تاکہ مصنف گاؤں کی کھلی فضا میں اطمینان کے ساتھ تخلیقی کام کر سکے، مگر مصنف وہاں پر کوئی کام نہ کر پایا کیوں کہ وقت بے وقت میزبان اپنے کسی نہ کسی دوست کو بلا لیتے اور مصنف سے اس کی جان پہچان کرواتے۔ اس طرح مصنف کے وقت کا بھی حرج ہوتا اور اس کے خیالات بھی آپس میں گڈمڈ ہو جاتے اور وقت پر فقرے ہی نہ سوجھتے۔

تشریح

مصنف اپنے کمرے میں بیٹھا اپنے خیالات کو جمع کر ہی رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ مصنف نے پوچھا "بھئی کون ہے؟" باہر سے آواز آئی سرکار! میں شبن ہوں، تھوڑی دیر کے لیے نیچے آ جائیں، کوئی صاحب آئے ہیں اور ہمارے صاحب چاہتے ہیں کہ آپ ان صاحب سے ملاقات کر لیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں اپنا کام ادھورا چھوڑ کر نیچے آ گیا۔ نیچے شاکر صاحب کے دوست راجا طالب علی آئے ہوئے تھے۔ میری ان سے جان پہچان کروائی گئی۔ میں کچھ دیر بیٹھا ان سے باتیں کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد راجا طالب علی صاحب واپس چلے گئے اور مجھے بھی فرصت ملی۔ میں

www. .com

اپنے کمرے میں واپس آیا اور پوری توجہ سے لکھنا شروع کیا۔ مجھے لکھتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شمن نے پھر دروازے پر دستک دی۔ اس کی زبانی مجھے پتا چلا کہ پھر میرا بلاوا آیا ہے۔ ہمارے میزبان کے کوئی اور دوست تشریف لائے ہیں اور میں انھیں دکھایا جاؤں گا۔ گویا میری مثال اس عربی گھوڑے جیسے تھی جسے میزبان نے ابھی ابھی خریدا ہو اور جو ہر دوست کو اصطبل سے منگوا کر دکھایا جاتا ہو۔ کسی نہ کسی طرح شاکر صاحب کے اس دوست سے بھی رہائی پائی اور اپنے کمرے میں آ گیا، مگر اب میں جو لکھنا چاہتا تھا وہ لکھ نہیں پا رہا تھا کیوں کہ میرے خیالات ہی ذہن سے نکل گئے تھے۔ مجھے نئے سرے سے فقرہ ملانا پڑا۔ اس بات سے میرا دل اُکتا گیا۔ بڑی دشواری کے بعد دوبارہ بیٹھا اور لکھنے کا کام شروع کیا۔ اس بار میری خوش قسمتی نے میرا ساتھ دیا اور مجھے کام کرنے کے لیے آدھا گھنٹا مل گیا۔ یہ آدھا گھنٹا ایسا تھا جس کے دوران میں کوئی مجھ سے ملنے نہیں آیا۔ چاروں طرف سکون اور خاموشی تھی، یہی وجہ ہے کہ میرا قلم ایسے عالم میں بڑی تیزی سے لکھ رہا تھا۔

تبصرہ

مصنف اپنے دوست کا دل رکھنے کے لیے اس کے ساتھ گاؤں آ گیا کہ گاؤں کی کھلی فضا میں یک سوئی سے کام ہو سکے گا مگر یہ اس کی خام خیالی تھی۔ شاکر صاحب تو ادب سے زیادہ ادبی لوگوں سے ملنے کا شوق رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ میرے دوست بھی جان لیں کہ کتنے زیادہ ادیبوں سے میری جان پہچان ہے۔ وہ اپنے ہر دوست کو بلاتے اور مصنف سے اس کا تعارف کرواتے، جس کی وجہ سے مصنف یک سو ہو کر لکھ ہی نہ سکا۔ اصل میں مصنف کہنا چاہتا ہے کہ اگر انسان کسی دوسرے کا پابند ہو تو اس سے کوئی کام خاطر خواہ طور پر انجام نہیں پا سکتا۔

پیراگراف 3: یہ کہہ کے وہ نہایت ــــــــــ نقصان نہ کرے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

مصافحہ کرنا: ہاتھ ملانا۔ جوش: جذبہ۔ علیحدہ: الگ۔ تاہم: مگر

سیاق و سباق

سجاد حیدر یلدرم اپنے بے تکلف دوستوں کی بابت فرماتے ہیں کہ میرے بے تکلف دوست اس وقت میرے پاس آتے ہیں جب یا تو میرے کام کا وقت ہوتا ہے یا گھر میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے ایک دوست کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ وہ میرے لہابعد بے تکلف دوست ہیں۔ اتنے بے تکلف ہیں کہ گھر آنے کے لیے دروازہ کھٹکھٹانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے بلکہ آندھی کی طرح گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ آتے ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ میری وجہ سے اپنا لکھنا بند مت کرو۔ ان کی چند منٹ کی آمد ہی کسی بھونچال سے کم نہیں۔ اصل میں مصنف کا موڈ لکھنے کا ہوتا ہے مگر شور غل کی وجہ سے ان کے خیالات مجتمع نہیں ہو پاتے لہٰذا یوں لکھنے کی رفتار میں کمی آ جاتی ہے۔

تشریح

مصنف کے دوست احمد مرزا جب مصنف سے ملنے کے لیے آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوں۔ آتے ہی بڑی محبت کے ساتھ مصنف سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ گرم جوشی دکھانے کے لیے وہ مصنف کے ہاتھ کو اس قدر زور سے دباتے ہیں کہ مصنف کی انگلیوں میں درد ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ مصنف کے لیے قلم پکڑنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ قلم جو مصنف کا ذریعۂ تحریر ہے۔ دوست تو بے تکلفی دکھانے کے لیے شدتِ جذبات کا اظہار کرتے ہیں مگر جذبات کا یہ بہاؤ دوسرے کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف کے لیے ایک نقصان دہ بات یہ ہوتی ہے کہ لکھنے کے لیے ذہن میں جو خیالات ہوتے ہیں وہ ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ بہتیری کوشش کی جائے مگر وہ خیالات دوبارہ نہیں جمتے۔ یہ بھی ایک طرح کا نقصان ہے۔ کہنے کو تو مصنف کے دوست ان کے پاس ایک منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہرتے مگر اس ایک

منٹ میں بھی وہ سب کام ہو جاتا ہے جو گھنٹوں میں ہونا چاہیے یعنی جو خیالات گھنٹوں میں مصنف کے ذہن میں آتے ہیں وہ ایک منٹ میں غائب ہو جاتے ہیں اور پھر ان خیالات کو دوبارہ جمع کرنے میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ دوست تو بے تکلفی کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کی یہ بے تکلفی بعض اوقات دوسروں کے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس لیے گرم جوشی بھی ایک خاص حد تک ہی دکھانی چاہیے۔

پیراگراف4: ایک مرتبہ میرے ہاں تشریف لائے ــــــــــ خوش کرو۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

اصرار: ضد۔ شوروشغب: شوروغل۔ مضمون نگاری: مضمون لکھنا۔ آراستہ کرنا: سجانا۔ مہیا ہونا: موجود ہونا

سیاق وسباق

صاحب مضمون اپنے ایک بے تکلف دوست کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے یہ دوست جن کا نام محمد شاکر خاں ہے، مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہ سلیم پور کے ایک معزز آدمی ہیں۔ کافی دولت مند بھی ہیں۔ انھیں ادبی کتابیں پڑھنے کا اتنا زیادہ شوق نہیں جتنا ادیبوں سے ملنے کا ہے۔ کسی نہ کسی بہانے وہ اپنے ادیب دوستوں کو اپنے ہاں بلواتے رہتے ہیں اور پھر پورے گاؤں کے لوگوں سے اس کا تعارف کرواتے ہیں۔ مجھے بھی انھوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور میرے لیے انھوں نے اپنی کوٹھی کا ایک کمرا بھی خالی کروا دیا۔ وہ مختلف حیلے بہانوں سے مجھے اپنے دوستوں سے ملواتے

لگے۔ یوں میں ٹھیک طرح سے کام نہ کر پاتا مگر مروتاً خاموش رہتا۔ میرے لکھنے کے کمرے میں لکھنے کا قیمتی سامان تو موجود تھا مگر وہ قابلِ استعمال نہ تھا۔

تشریح

سجاد حیدر یلدرم اپنے دوستوں کی بابت اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے ایک دوست ایسے ہیں جن کا میں خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ شاکر صاحب ہیں۔ ایک دفعہ وہ میرے پاس تشریف لائے اور بہت ضد کر کے مجھے اپنے ساتھ اپنے گاؤں سلیم پور لے گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ شہر میں رات دن شورغل رہتا ہے۔ ایسے شورغل سے طبیعت اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ گاؤں کی کھلی فضا میں رہو گے تو آب و ہوا تبدیل ہونے سے آپ کی صحت پر خوش گوار اثر پڑے گا اور گاؤں کی فضا مضمون لکھنے کے لیے بھی بڑی سازگار ہے۔ گاؤں میں رہ کر زیادہ تسلی سے لکھنے کا کام کر سکو گے۔ مزید کہنے لگے کہ میں نے اپنی کوٹھی کا ایک کمرا خاص طور پر تمھارے استعمال کے لیے تیار کرایا ہے۔ اس کمرے میں لکھنے پڑھنے کا سب سامان موجود ہے۔ کچھ دن میرے پاس رہو پھر واپس چلے آنا۔ اس بات سے مجھے بہت خوشی ہوگی۔ دوست ہونے کے ناتے تمھیں میری خوشی کا خیال کرنا چاہیے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحبِ مضمون نے بتایا ہے کہ کچھ دوست ایسے ہوتے ہیں جن پر بڑا مان ہوتا ہے۔ ان کی فرمائش کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اپنی مرضی کے خلاف بھی ان کی بات ماننا پڑتی ہے۔

پیراگراف 9: میں جلدی سے اٹھ کر ــــــــ میرے کام کا نہیں۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

حل لغت

غور سے: دھیان سے۔ کام دار: ایسا کپڑا جس پر سلما ستارے سے کام کیا گیا ہو۔ گناہِ کبیرہ: بہت بڑا گناہ۔ نایاب: نہ ملنے والا مراد بہت قیمتی۔ ندارد: غائب۔ جاذب: جذب کرنے والا۔ بیش قیمت: زیادہ قیمت والا۔ اعلیٰ درجے کا: عمدہ

سیاق و سباق

مصنف اپنے دوستوں سے اس لیے نالاں ہیں کہ وہ وقت بے وقت آ نکلتے ہیں اور تصنیف و تالیف کے کام میں خلل پڑتا ہے۔ایک دوست احمد مرزا ہیں جنھیں بھڑ بھڑیا دوست کا نام دیا ہے۔ ان کا آنا کسی بھونچال سے کم نہیں ہوتا۔ دروازے پر یوں ہاتھ مارتے ہیں جیسے کوئی گولا آ کر لگا ہو۔ وہ آتے ہیں تو عذاب ساتھ لاتے ہیں۔ دوسرے دوست محمد تحسین ہیں۔ یہ عیال دار ہیں۔ جب آتے ہیں تو افرادِ خانہ کی بیماری کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور دماغ چاٹتے ہیں۔ تیسرے مقدمہ باز دوست ہیں۔ انھیں ریاستی جھگڑوں سے فرصت نہیں ملتی ۔ ان کا نام شاکر خاں ہے۔ آتے ہیں تو مقدمات کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔ شاکر خاں نے مصنف کو اپنے ہاں موضع سلیم پور میں آنے کی دعوت اس لیے دی کہ وہاں کچھ دن آرام اور دلجمعی سے تصنیف و تالیف کا کام ہو سکے گا۔ مصنف دعوت قبول کر کے سلیم پور چلا جاتا ہے مگر وہاں مصنف کو سکون کا کوئی لمحہ نصیب نہیں ہوتا۔ پہلے دن تو مچھلی کا شکار کھیلا۔ اس کے بعد شاکر خاں نے احمد نگر کے رئیس سے ملوانا چاہا۔ مصنف کو یقین ہو گیا کہ گاؤں پہنچ کر بھی سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوگا۔

تشریح

مصنف کو یقین ہو گیا کہ اسے یہاں بھی فرصت کی گھڑی نصیب نہ ہوگی۔ بہرحال وہ سلیم پور میں شاکر خاں کی وساطت سے ملنے والے کمرے میں آ گیا اور میز پر رکھے ہوئے سامان کا بغور جائزہ لینے لگا۔ شاکر خاں نے یہ میز لکھنے پڑھنے کے لیے سجائی

تھی۔ میز پر نہایت قیمتی کپڑا پڑا ہوا تھا کہ ایسے خوب صورت کپڑے پر سیاہی کا ایک قطرہ گرانا بہت بڑا گناہ تھا۔ میز پر چاندی کی دوات رکھی تھی مگر اس کی روشنائی سوکھی ہوئی۔ یوں لگتا تھا کہ دوات کو مدت سے استعمال نہیں کیا گیا۔ انگریزی قلم موجود تھے اور خاصے قیمتی بھی تھے۔ لیکن اکثر میں نب نہیں تھے۔ مخملی جلد کی ایک کتاب میں سیاہی چوس کاغذ رکھا تھا لیکن سادہ کاغذ موجود نہ تھے جن پر کوئی مضمون وغیرہ لکھا جا سکتا۔ اس کے علاوہ میز پر اور بھی کئی چیزیں پڑی تھیں لیکن اکثر مصنف کے کام کی نہیں تھیں۔ بے چارہ مصنف بہت دلبرداشتہ ہوا اور آخر اپنے ہی سامان سے کچھ لکھنے کا ارادہ کیا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحب مضمون نے بتایا ہے کہ اس کے دوست نے اس کے لیے قیمتی چیزیں تو مہیا کر دیں لیکن ایسی چیزوں کی افادیت میرے نزدیک کچھ نہیں کیوں کہ وہ قابل استعمال نہیں ہیں۔ چیزوں کا قیمتی ہونا ضروری نہیں بلکہ چیزوں کی افادیت اس میں ہے کہ وہ استعمال کے قابل ہوں۔ قلم تھا تو اس میں نب نہیں تھی۔ دوات موجود تھی مگر اس کی سیاہی خشک ہو چکی تھی یعنی قابل استعمال نہیں تھی۔ عمدہ قسم کا سیاہی جذب کرنے والا کاغذ تو موجود تھا مگر لکھنے کا کاغذ مہیا نہیں کیا گیا تھا۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) چاندنی چوک میں فقیر کی تقریر کا لب لباب کیا تھا؟

جواب: چاندنی چوک میں سے گزرنے والے فقیر کی تقریر کا لبِ لباب یہ تھا کہ:
مسلمان بھائیو! میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ ہوں۔ میں محتاج ہوں، غریب الوطن ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے وطن واپس چلا جاؤں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ میری سنو میں پردیسی ہوں۔

www. .com

(ب) مصنف پر اس فقیر نے کیا اثر کیا؟

جواب۔ مصنف نے جب اپنی حالت کا مقابلہ فقیر سے کیا تو کئی معاملات میں فقیر کو اپنے آپ سے بہتر پایا۔ مصنف سمجھتا تھا کہ فقیر کا کوئی دوست نہ ہونا اس کے حق میں نعمت ہے۔ اس بات پر تو فقیر کو مبارک باد دینی چاہیے۔

(ج) مصنف کو اپنے بے تکلف دوست بھڑبھڑیا سے کیا شکایت ہے؟

جواب۔ مصنف کو اپنے دوست احمد مرزا، جسے وہ بھڑبھڑیا دوست کہتے ہیں سے یہ شکایت ہے کہ جب وہ مصنف سے ملاقات کے لیے آتے ہیں تو خوب شور مچاتے ہوئے آتے ہیں۔ چیزیں الٹ پلٹ کرتے ہیں۔ طوفان کی طرح نازل ہوتے ہیں۔ شور کے ساتھ دروازہ کھولتے ہیں۔ خیریت پوچھتے ہیں۔ اتنی طاقت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں کہ انگلیاں درد کرنے لگتی ہیں۔ مزاج پوچھنے کے ساتھ ہی اسی تیزی سے رخصت ہو جاتے ہیں کیوں کہ وہ مصنف کا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے مگر اس ایک منٹ میں بھی مصنف کے خیالات تنکوں کے لیے اڑ جاتے ہیں۔

(د) محمد تحسین کی گفتگو کا محور کیا ہوتا ہے؟

جواب۔ محمد تحسین کی گفتگو کا محور ان کے بال بچے اور ان کی بیماری ہوتا ہے۔ ان کو سوائے اپنے بیوی بچوں کی بیماری کے اور کوئی مضمون نہیں۔ مصنف کہتا ہے کہ میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلوں کہ تحسین صاحب کوئی اور موضوع چھیڑیں مگر ان کی گفتگو کا محور صرف ان کے اپنے بیوی بچے ہی ہوتے ہیں۔

(ہ) مصنف کے کون سے دوست ادب کے زیادہ دلدادہ ہیں؟

جواب۔ مصنف کے دوست شاکر خاں صاحب جو موضع سلیم پور کے رئیس اور ضلع بھر میں نہایت معزز آدمی ہیں، ادب کے زیادہ دل دادہ ہیں۔

2- سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) آفت کا مارا فقیر کتنے بچوں کا باپ تھا:

(i) تین　　(ii) پانچ

(iii) سات　　(iv) نو

(ب) مصنف نے کس مصیبت کو فقیر کے لیے لعنت تصور کیا ہے؟
(i) روٹی کی محتاجی　　(ii) دوست نہ ہونا
(iii) غریب الوطنی　　(iv) بھیک مانگنا

(ج) مصنف نے کس دوست کو کھڑ کھڑیا دوست کہا ہے؟
(i) محمد حسین　　(ii) احمد مرزا
(iii) قرض خواہ دوست　　(iv) مقدمے باز دوست

(د) شاکر صاحب مصنف کو لے گئے:
(i) سلیم پور　　(ii) دلی
(iii) جے پور　　(iv) شاہ پور

(ہ) مصنف کا دوست زیادہ بے تکلف اور شور مچانے والا ہے:
(i) احمد مرزا　　(ii) شاکر صاحب
(iii) قرض خواہ دوست　　(iv) محمد حسین

(و) مصنف کا دوست انھیں راجا صاحب سے ملوانے کہاں لے جانا چاہتے تھے؟
(i) جام نگر　　(ii) احمد نگر
(iii) الہ آباد　　(iv) احمد آباد

(ز) مصنف جس کمرے میں ٹھہرائے گئے اس کی کھڑکی کھلتی تھی:
(i) باغ میں　　(ii) چٹیل میدان کی طرف
(iii) پائیں باغ میں　　(iv) دریا کی سمت

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(ii)	(د)	(i)
(ہ)	(i)	(و)	(iv)	(ز)	(iii)		

3- متن کی روشنی میں درست لفظ چن کر خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) چاندنی چوک میں صدا لگانے والا فقیر ـــــــــ تھا۔

(بھوکا، بیمار، غریب الوطن)

(ب) احمد مرزا کی فطرت ہے کہ وہ ________۔
(اپنی ہی تعریف کریں، نچلا نہ بیٹھیں، چڑچڑے پن کا مظاہرہ کریں)

(ج) مصنف کو لکھنے پڑھنے سے منع کرنے والے دوست کا نام ________ ہے۔
(احمد مرزا، محمد حسین، شاکر خاں)

(د) احمد نگر کے رئیس کا نام ________ ہے۔
(شاکر خاں، احمد علی، طالب علی)

(ہ) میرے ________ دوست کا نام شاکر خاں ہے۔
(ادب پسند، مقدے باز، شکاری)

جواب:۔ (الف) چاندنی چوک میں صدا لگانے والا فقیر غریب الوطن تھا۔
(ب) احمد مرزا کی فطرت ہے کہ وہ نچلا نہ بیٹھیں۔
(ج) مصنف کو لکھنے پڑھنے سے منع کرنے والے دوست کا نام شاکر خاں ہے۔
(د) احمد نگر کے رئیس کا نام طالب علی ہے۔
(ہ) میرے ادب پسند دوست کا نام شاکر خاں ہے۔

4۔ مندرجہ ذیل جملوں میں غلط کے سامنے "غ" اور صحیح جملے کے سامنے "ص" لکھ دیجیے۔

(الف) چاندنی چوک میں ایک بدصورت فقیر صدا لگا رہا تھا۔
(ب) فقیر کے پاس سب کچھ تھا، اُس کا کوئی دوست نہ تھا۔
(ج) احمد مرزا کو مصنف نے "بجز بجڑیا" کا نام دیا ہے۔
(د) شاکر خاں کے ہاں سیاہی کی دوات خشک اور قلم بغیر نب کے تھا۔
(ہ) شاکر خاں کے بھائی کو موسیقی سے نفرت تھی۔

جواب: (الف) چاندنی چوک میں ایک بدصورت فقیر صدا لگا رہا تھا۔ (غ)
(ب) فقیر کے پاس سب کچھ تھا، اُس کا کوئی دوست نہ تھا۔ (غ)
(ج) احمد مرزا کو مصنف نے "بجز بجڑیا" کا نام دیا ہے۔ (ص)
(د) شاکر خاں کے ہاں سیاہی کی دوات خشک اور قلم بغیر نب کے تھا۔ (ص)
(ہ) شاکر خاں کے بھائی کو موسیقی سے نفرت تھی۔ (غ)

-5 سیاق و سباق کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کیجیے:

(الف) دیکھو پرائی دوستی کا واسطہ ــــــــــ کون سی نعمت چاہتا ہے؟

(ب) بادل نخواستہ میں ــــــــــ میں لکھ رہا تھا۔

جواب: دیکھیے تشریح

-6 اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-7 مندرجہ ذیل تراکیب اور محاورات کو اپنے الفاظ میں استعمال کیجیے:

لفظ بہ لفظ، نحیف و نزار، زندگی دو بھر ہونا، نچلا نہ بیٹھنا، کلیجے پر پتھر رکھنا، شایانِ شان، ماتھا ٹھنکنا، رطب اللسان

تراکیب و محاورات	جملوں میں استعمال
لفظ بہ لفظ	میں نے بوڑھے کی دل گداز داستان لفظ بہ لفظ سنی۔
نحیف و نزار	بڑھیا نحیف و نزار ہونے کے باوجود اپنے سارے کام خود کرتی تھی۔
زندگی دُوبھر ہونا	مہنگائی کی وجہ سے غریبوں کی زندگی دُوبھر ہو گئی ہے۔
نچلا نہ بیٹھنا	عثمان کی فطرت نامعلوم کیسی ہے کہ وہ ایک منٹ بھی نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔
کلیجے پر پتھر رکھنا	بوڑھی ماں نے کلیجے پر پتھر رکھ کر بیٹے کو دوبئی تک بھیجا۔
شایانِ شان	یہ گاڑی آپ کے شایانِ شان ہے۔
ماتھا ٹھنکا	اسلم کو بے وقت اپنے پاس دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔
رطب اللسان	صبح صبح پرندے اللہ تعالیٰ کی حمد میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔

<u>جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی ترکیب نحوی</u>

کسی جملے کے اجزا الگ الگ کرنے اور ان کے باہمی تعلق کو ظاہر کرنے کو ترکیب نحوی کہتے ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

ترکیب نحوی کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جملہ، جملہ اسمیہ ہوتا ہے یا جملہ فعلیہ۔ اگر کسی شعر یا مصرعے کی ترکیب نحوی کرنا مقصود ہو تو اسے نثر میں تبدیل کرتے ہیں۔ ان کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے:

جملہ اسمیہ: فعل ناقص، مبتدا، خبر اور متعلق خبر

جملہ فعلیہ: فعل تام، فاعل، مفعول اور متعلق خبر

مثالیں: احمد ہوشیار ہے ـــ اس میں "ہے" فعل ناقص، "احمد" مبتدا اور "ہوشیار" خبر ہے۔

شاہد اور امان حاضر تھے ـــ اس جملے میں "تھے" فعل ناقص ہے، "شاہد اور امان" مبتدا اور "حاضر" خبر ہے۔

اب جملہ فعلیہ کی مثال دیکھیے:

جمیلہ کتاب پڑھتی ہے۔

"پڑھتی ہے" فعل، "جمیلہ" فاعل ہے اور "کتاب" مفعول ہے۔

اقبال نے مون مارکیٹ سے نیا قلم خریدا۔

"خریدا" فعل، "اقبال" فاعل "نے" علامت فاعل اور "مون مارکیٹ" مجرور۔ "سے" حرف جار، "مون مارکیٹ سے" متعلق فعل، "نیا" صفت۔ "قلم" موصوف، "نیا قلم" مفعول۔ یہ جملہ فعلیہ ہے۔

8- اب آپ درج ذیل جملوں اور مصرعوں کی ترکیب نحوی کیجیے۔

(الف) شاہ رخ اسلم کا بھائی ہے۔

(ب) شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

(ج) تندرستی ہزار نعمت ہے۔

(د) رافعہ اور مومنہ کتابیں خریدنے گئیں۔

(ہ) شہریار بیمار ہے۔

جواب (الف) شاہ رخ اسلم کا بھائی ہے۔

ترکیب نحوی: "شاہ رخ" مبتدا، "اسلم کا بھائی" خبر اور "ہے" فعل ناقص

(ب) شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک
شمع ہر رنگ میں سحر ہونے تک جلتی ہے۔

ترکیب نحوی: "شمع" متعلق خبر، "جلتی ہے" فعل، "سحر ہونے تک" خبر، "تک" حرف، "میں" حرف

(ج) تندرستی ہزار نعمت ہے۔

ترکیب نحوی: "تندرستی" مبتدا، "ہزار نعمت" خبر، "ہے" فعل ناقص

(د) رافعہ اور مومنہ کتابیں خریدنے گئیں۔

ترکیب نحوی: "رافعہ اور مومنہ" فاعل، "اور" حرفِ اضافت، "کتابیں" موصوف، "خریدنے" فعل، "گئیں" خبر

(ہ) شہریار بیمار ہے۔

ترکیب نحوی: "شہریار" مبتدا، "بیمار" خبر، "ہے" فعل ناقص

سرگرمیاں

-1 دوستی کے موضوع پر دو دوستوں کے درمیان مختصر سا مکالمہ تحریر کریں۔

جواب: دو دوستوں کے درمیان مکالمہ

اشہر: السلام علیکم! صہیب بھائی کہاں جا رہے ہو؟

صہیب: وعلیکم السلام! بھائی میں اپنے دوست بلال سے ملنے جا رہا ہوں، مجھے اپنے ایک دوست کی زبانی پتا چلا ہے کہ کل سے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

اشہر: کیا ہوا اسے؟

صہیب: میرے دوست شفیق نے بتایا ہے کہ اسے ہلکا سا بخار ہے۔ میں نے آج اسلام آباد جانا تھا مگر بلال کی طبیعت کا سن کر دل پریشان ہو گیا اور میں اس کی عیادت کے لیے رُک گیا ہوں۔

اشہر: یہی ایک سچے دوست کی نشانی ہوتی ہے۔ دوستی کی آزمائش مشکل وقت ہی میں

ہوتی ہے۔

صہیب: بھائی جان! آپ کی بات درست ہے مگر یہ بھی تو دیکھیں کہ آج کل مخلص دوست ملتے کب ہیں۔

اشعر: (مسکراتے ہوئے) مخلص دوست ڈھونڈنے کی بجائے ہمیں چاہیے کہ ہم خود مخلص بنیں، اس طرح ہمارے بے شمار دوست بن جائیں گے۔

صہیب: آپ کی بات ٹھیک ہے۔ ہم دوسروں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اچھے ہوں مگر ان کے مقابلے میں خود اچھا بننے کی کوشش نہیں کرتے۔

اشعر: یاد رکھو کوئی بھی انسان اپنے دوستوں کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر تمھارے دوست اچھے ہوں گے تو ہر کوئی تمھیں پسند کرے گا اور اگر تمھارے دوست اچھے نہیں ہوں گے تو ہر کوئی تم سے کترائے گا۔

صہیب: میری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ میں اپنے ہر دوست کے ساتھ مخلص رہوں اور دوستوں کا چناؤ بھی دیکھ بھال کر کروں۔

اشعر: شاباش! تم ایک اچھے لڑکے ہو۔

2۔ دوستی کے حق اور مخالفت میں جماعت کے کمرے میں ایک مباحثہ کرایا جائے۔ اس میں دونوں طرف سے تین تین طلبہ دلائل دیں۔

جواب: انسان معاشرتی حیوان ہے۔ وہ معاشرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا کیوں کہ وہ اپنے سارے کام خود انجام نہیں دے سکتا۔ اپنے مختلف کاموں کے لیے اسے دوسروں کا سہارا لینا پڑتا ہے، لیکن اسے چاہیے کہ وہ اپنے دوستوں کا چناؤ خوب دیکھ بھال کر کرے۔

بلال: انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ اسے اپنے مختلف کاموں کے لیے مشورے درکار ہوتے ہیں۔ ایک اچھے دوست سے بہتر مشورہ اسے کوئی نہیں دے سکتا۔ اس لیے میرے خیال میں دوست ضرور ہونے چاہئیں۔

آفاق: آپ کی بات ٹھیک ہے مگر آج کل لوگ دوستی کے نام پر دھوکا دیتے ہیں۔ چند مفاد پرست اپنے ذاتی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے کسی سے دوستی کرتے ہیں اور پھر موقع ملتے ہی اس کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیتے ہیں۔ اس لیے میرے خیال میں دوست نہیں بنانے چاہئیں۔

عمار: اگر دیکھ بھال کر دوستی کی جائے تو ایسے لوگوں سے بچا جا سکتا ہے جو آستین کے سانپ ہوتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب دوست ایسے ہی دغا باز ہوتے ہیں۔ اگر دیکھ بھال کر دوستی کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واصف: یہی تو سب سے مشکل کام ہے۔ ہم لوگ دوستوں کے انتخاب میں کسی قسم کے معیار کو مدِ نظر نہیں رکھتے بس جو ذرا ہنس کے مل لے اس سے دوستی کر لیتے ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ یہ ہماری دوستی کے لائق ہے بھی یا نہیں۔ انسان ایسے ہی لوگوں سے دھوکا کھاتا ہے۔ اس لیے دوست بنانے ہی نہیں چاہئیں۔

رضوان: آج کے اس معاشرے میں اچھے دوست کی تلاش ہی سب سے بڑی بات ہے۔ اگر کسی کو اچھا دوست میسر آ جائے تو اس کے لیے دُنیا جنت بن جاتی ہے، میرے خیال میں تو ضرور دوست بنانے چاہئیں۔

ارسلان: دھوکا انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ لوگ دھوکا دینے سے باز نہیں آتے اس لیے دوست بنانا فضول ہے۔

استاد صاحب: بچو! میں نے آپ سب کی باتیں سنی ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دوستی ضرور ہونی چاہیے لیکن دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسے شخص کو دوست بنایا جائے جس کے خیالات آپ سے ملتے ہوں، ایسا دوست ہو جو احساس کی دولت سے مالا مال ہو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے "اپنے بُرے ہم نشینوں سے بچو، کیوں کہ وہ تمھارا تعارف بن جاتے ہیں۔"

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ پر دوستی کا صحیح مفہوم واضح کیا جائے۔

جواب: دوستی ایک مقدس رشتہ ہے۔ یہ کٹھن حالات میں انسان کو سہارا دیتا ہے۔ سچا اور حقیقی دوست وہی ہوتا ہے جو مصیبت میں کام آئے۔ دوستی میں کبھی ذاتی مفاد کو پیشِ نظر نہیں رکھنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے دوست کے بارے میں ادھر اُدھر سے معلومات نہیں لینی چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس کا کوئی دشمن آپ کو اس کے بارے میں کچھ غلط بتا دے اور آپ ایک اچھے دوست سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائیں اور یہ بھی ہے کہ اگر ایک اچھا دوست سو بار بھی روٹھے تو اسے منالو کیوں کہ موتیوں کی مالا جتنی بار ٹوٹتی ہے اس کے موتی چن لیے جاتے ہیں۔

دوستی دوست سے نسبت کے سوا کچھ بھی نہیں
حلقۂ یاراں میں جو رہنا ہے تو کاجل بن جا

-2 مختلف مثالوں کے ذریعے سے طلبہ کو وقت کی اہمیت کا احساس دلایا جائے۔

جواب: انسانی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت وقت کی ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ ایک بار گزر جائے تو دوبارہ کبھی واپس نہیں آتا ہے۔ ہر گزرنے والا لمحہ بتاتا ہے کہ وہ ہماری زندگی کو کم کر رہا ہے۔ اس وقت میں جو کچھ کرنا ہے کر لیا جائے اسے بے کار نہ گنوایا جائے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

کسی کام کو مقررہ وقت پر سرانجام دینا پابندیٔ وقت کہلاتا ہے۔ پابندیٔ وقت انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ دنیا میں وہی قومیں کامیاب اور کامران ہوتی ہیں جو وقت کی قدر کرتی ہیں۔

اسلام کے بنیادی ارکان جیسے نماز، روزہ اور حج وغیرہ بھی ہمیں وقت کی پابندی کا احساس دلاتے ہیں۔ مؤذن وقتِ مقررہ پر اذان دے کر ہمیں نماز کی طرف بلاتا ہے اور ہم وقتِ مقررہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح روزوں اور حج کے لیے بھی مقررہ اوقات ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی وقت کی پابندی بہت پسند ہے۔

کسان کی زندگی سے ہمیں وقت کی پابندی کا سبق ملتا ہے۔ وہ وقت پر فصل کے لیے زمین کو تیار کرتا ہے۔ وقت پر اس میں بیج بوتا ہے۔ وقت پر اسے سیراب کرتا ہے۔ وقت پر فصل کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اگر کسان وقت کی پابندی نہ کرے تو اسے کبھی لہلہاتی ہوئی فصل کا منھ دیکھنا نصیب نہ ہو۔

طالب علم کے لیے بھی وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اگر ایک طالب علم صبح سویرے وقت مقررہ پر اٹھے، وقت مقررہ پر سکول جائے، پڑھائی اور محنت باقاعدگی سے کرے، وقت پر کھیلے اور وقت پر سوئے تو اس کی صحت بھی اچھی رہے گی اور وہ تعلیم کے میدان میں بھی نمایاں ترقی کرے گا۔ اس کے برعکس جو طالب علم وقت کا پابند نہیں ہوتا، وہ امتحان میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، بقول مولانا الطاف حسین حالی

یونہی وقت سو ہو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھوؤں سے ہیں زک اٹھاتے

3- طلبہ پر واضح کیا جائے کہ اپنے من پسند کام میں مصروف رہنے ہی سے انسان خوش رہ سکتا ہے۔

جواب۔ اس عالم رنگ و بو میں ہمیں جتنی رنگینیاں اور چہل پہل نظر آ رہی ہے یہ سب خوب سے خوب تر کی تلاش کا نتیجہ ہے۔ ہر ذی روح بامراد ہونے کا آرزومند ہے۔ ہر شخص کی محنت کا میدان الگ ہوتا ہے۔ کاشت کار زمین میں ہل چلا کر دن رات شب و روز محنت سے غلہ اگاتے ہیں۔ مزدور اور کاریگر کارخانوں میں خون پسینا ایک کر کے استعمال کی چیزیں بناتے ہیں۔ اگر انسان کو اپنی مرضی کے مطابق کام اور ماحول مل جائے تو وہ اس میں گہری دلچسپی لیتا ہے۔ اس طرح کام صرف کام ہی نہیں رہتا بلکہ وہ اس کے لیے تسکین کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ اگر انسان کو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے کو ملے تو وہ اس میں دلچسپی نہیں لے گا اور اس کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جائیں گی۔

www.downloadclassnotes.com

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) مصنف نے دوست کے ہاں پورے دن میں لکھا:

(i) ایک صفحہ (ii) ایک ناول

(iii) ایک مضمون (iv) ایک افسانہ

(ب) مرزا صاحب کا آنا:

(i) قیامت سے کم نہ تھا (ii) خوشی سے کم نہ تھا

(iii) بھونچال سے کم نہ تھا (iv) خوش آئند تھا

(ج) شاکر خاں صاحب رئیس تھے

(i) کلیم پور کے (ii) سلیم پور کے

(iii) علیم پور کے (iv) اقلیم پور کے

(د) قلم نہایت خوبصورت تھا:

(i) چینی (ii) جاپانی

(iii) ہندوستانی (iv) انگریزی

(ہ) مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ افسانہ ہے:

(i) سجاد حیدر یلدرم کا (ii) شاہد احمد دہلوی کا

(iii) اشرف صبوحی کا (iv) حکیم محمد سعید کا

(و) سجاد حیدر یلدرم پیدا ہوئے:

(i) 1880ء میں (ii) 1882ء میں

(iii) 1888ء میں (iv) 1890ء میں

(ز) مصنف کے دوست محمد حسین مصنف سے ملنے آتے ہیں:

www.ao

(i) صبح صبح (ii) دوپہر میں
(iii) تیسرے پہر (iv) رات کو

(ح) سلیم پور میں مصنف نے پہلے دن شکار کھیلا
(i) شیر کا (ii) آبی پرندوں کا
(iii) مرغابی کا (iv) مچھلی کا

(ط) مصنف کے کمرے میں رکھی ہوئی سیاہی کی دوات تھی
(i) شیشے کی (ii) پلاسٹک کی
(iii) لکڑی کی (iv) چاندی کی

(ی) مصنف نے اپنے آپ کو تشبیہ دی
(i) کسی [illegible] سے (ii) عربی گھوڑے سے
(iii) ایک کالی [illegible] سے (iv) ایک آرائشی گل دستے سے

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(iv)
(ہ)	(i)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(iv)
(ط)	(iv)	(ی)	(ii)				

www.downloadclassnotes.com

ہاجرہ مسرور
(1929ء تا 2012ء)

مُلَمَّع

تدریسی مقاصد

- ◉ معاشرے میں رہنے والے لوگوں کے رویوں کی عکاسی کرنا
- ◉ لوگوں کے دوغلے پن کی نشان دہی کرنا
- ◉ لوگوں کے دکھاوے کی عادت کو نفسیاتی پس منظر میں بیان کرنا
- ◉ طلبہ کو آگاہ کرنا کہ افسانہ کیا ہوتا ہے۔
- ◉ طلبہ پر افسانے کی خوبیاں اور خامیاں نمایاں کرنا
- ◉ طلبہ کو ریلوے اسٹیشن کے ماحول سے روشناس کروانا
- ◉ ہاجرہ مسرور کی افسانہ نگاری کے بارے میں طلبہ کو آگاہ کرنا

مصنفہ کے حالاتِ زندگی

نام: ہاجرہ مسرور **بنت:** ڈاکٹر تہوّر علی خاں **تاریخ پیدائش:** 17 جنوری 1929ء

جائے پیدائش: لکھنؤ

تعلیم: ابتدائی تعلیم مختلف جگہوں سے حاصل کی کیوں کہ سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے ان کے والد کا آئے روز کہیں نہ کہیں تبادلہ ہوتا رہتا تھا اور انھیں سکول تبدیل کرنا پڑتا تھا۔ والد کی اچانک وفات نے انھیں تعلیم کے سلسلے کو خیر باد کہنے پر مجبور کر دیا۔ اس لیے وہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر سکیں۔

ہاجرہ مسرور میں حالات کو جانچنے کی صلاحیت بچپن ہی سے موجود تھی۔ وہ جو

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

کچھ بھی دیکھتیں اسے اپنے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتیں۔ انھوں نے اپنی بڑی بہن سے بہت استفادہ کیا جنھیں دُنیا خدیجہ مستور کے نام سے جانتی ہے۔ ابھی ہاجرہ مسرور کی عمر صرف بارہ سال تھی جب ان کا لکھا ہوا افسانہ "لاوارث لاش" ایک ہفت روزہ "قیام" میں شائع ہوا۔ ہاجرہ مسرور نے اپنی فنی زندگی کے آغاز ہی سے اپنے فن کے ساتھ پورا خلوص برتنے اور اس پر پوری توجہ صرف کرنے کی عادت ڈالی۔ تقسیم ہند کے بعد ہاجرہ مسرور بھی ہجرت کر کے پاکستان کے شہر لاہور آ گئیں۔ یہاں انھوں نے مشہور افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی کے ساتھ مل کر ماہنامہ "نقوش" کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ان کے لکھے ہوئے افسانوں میں "اندھیرے اُجالے" اور "اُمتِ مرحوم" اچھے افسانے ہیں جن کے موضوع تو عام زندگی کے ہیں لیکن ان کے فن میں کہیں بھی عمومیت نظر نہیں آتی ہے۔

تصانیف: ہاجرہ مسرور نے زیادہ تر افسانے ہی لکھے ہیں جن میں "چرکے"، "ہائے اللہ"، "تیسری منزل"، "چوری چھپے"، "اندھیرے اجالے" اور "چاند کی دوسری طرف" افسانوں کے مجموعے ہیں۔ 1991ء میں ہاجرہ مسرور کے افسانوں کا کلیات "سب افسانے میرے" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

وفات: ہاجرہ مسرور 15 ستمبر 2012ء کو کراچی میں انتقال کر گئیں۔ انھیں کراچی ہی میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرکزی خیال

اس کہانی کا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان کو بناوٹ، ریاکاری اور طمع سے کام نہیں لینا چاہیے۔ دُنیا میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ اپنے آپ کو ویسا ہی ظاہر کرنا چاہیے جیسا کہ حقیقت میں کیوں کہ جب طمع کا پردہ چاک ہوتا ہے اور حقیقت سامنے آتی ہے تو سوائے شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اہم نکات

- تھرڈ کلاس کا ٹکٹ
- قیمتی اوورکوٹ والا نوجوان
- انٹر کلاس میں سفر
- گرم جوشی ختم ہو جانا
- قیمتی گر مانگے کا برقع
- غربت چھپانے کی کوشش
- تھرڈ کلاس ٹکٹ کا راز کھلنا
- لڑکے کا خود بھی غریب ہونا

خلاصہ

وہ ریلوے ٹکٹ گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ گاڑی آنے میں پندرہ منٹ باقی تھے لیکن ٹکٹ گھر بند تھا۔ اسٹیشن پر بہت رش تھا۔ اُس نے قلی سے پوچھا "ٹکٹ گھر بند کیوں ہے؟" قلی نے بتایا کہ یہ گاڑی ہمیشہ دیر سے آتی ہے اس لیے ٹکٹ گھر ابھی تک بند ہے۔ وہ بیٹھنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگی۔ اس کا خوب صورت برقع بہت امیرانہ لگ رہا تھا۔ درحقیقت وہ ایک غریب لڑکی تھی اور برقع اپنی خالہ سے مانگ کر لائی تھی۔ لڑکی نے ایک نوجوان کو دیکھا جو ایک قیمتی اوورکوٹ پہنے اسی طرف آ رہا تھا۔ لڑکی نے سوچا شاید یہ نوجوان ٹکٹ خریدنے آیا ہے لیکن وہ لڑکی پر ایک نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے سوچا یہ کوئی امیر زادہ ہوگا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ کیوں لے گا۔ قلی نے لڑکی کا سامان نیچے رکھنا چاہا تو وہ ڈانٹ کر بولی "میرا سامان یہاں نہ رکھو میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔" وہ وہیں کھڑی رہی۔ اوورکوٹ والا نوجوان بار بار لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کو بھی اس بات کا احساس تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی غربت کا اظہار اس امیر لڑکے پر ہو۔

لڑکی اپنے چچا کی عیادت کے لیے دوسرے شہر جا رہی تھی۔ اس کی ماں نے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے جانے کا کہا مگر لڑکی نے اکیلے ہی سفر کرنے پر اصرار کیا۔ لڑکی نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا اور ادھر اُدھر دیکھتی رہی کہ کہیں وہ نوجوان اسے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیتے ہوئے نہ دیکھ لے لیکن وہ نوجوان اسے کہیں نظر نہ آیا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

جیسے ہی گاڑی پلیٹ فارم پر آئی۔ لڑکی قلی کے پیچھے پیچھے انتظار گاہ سے نکلی۔ اس کی پہلی نظر اسی نوجوان پر پڑی جو بڑی شان سے سگریٹ منہ میں دبائے اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ قلی لڑکی کا سامان لے کر تھرڈ کلاس ڈبے کی طرف بڑھا جہاں بہت زیادہ رش تھا۔ لڑکی بھی آگے بڑھی لیکن سامنے جو دیکھا تو وہی نوجوان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ارے قلی! تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ وہ پوری طاقت سے چلائی اور قلی کو ساتھ لے کر اس ہجوم سے باہر نکل آئی۔ وہ ادھر اُدھر بلا مقصد گھومنے لگی جیسے ہی وہ انٹر زنانہ ڈبے کے سامنے پہنچی تو وہاں رک گئی اور قلی سے کہا کہ میرا سامان اس ڈبے میں رکھ دو۔ قلی کو بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ لڑکی تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر انٹر کلاس میں کیوں بیٹھ رہی ہے لیکن جب لڑکی نے اسے سامان کی اٹھوائی آٹھ آنے دی تو قلی یک دم کھل اٹھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے ہلکے پھلکے سامان کی اٹھوائی آٹھ آنے بھی ہو سکتی ہے۔

وہ دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ نوجوان اوورکوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونسے کھڑا اسے کنکھیوں سے دیکھ رہا ہے۔ گاڑی چلی تو وہ نوجوان بھی دوڑ کر آگے چلا گیا۔ سارا راستہ لڑکی خوف زدہ رہی کہ کہیں ٹکٹ چیکر آ کر ٹکٹ نہ چیک کر لے۔ جیسے ہی اس کا اسٹیشن آیا تو وہ خوش ہو گئی کہ میں یہاں اتر جاؤں گی اور میں نے اپنی مفلسی کو اس امیر نوجوان سے چھپا لیا ہے لیکن عجیب اتفاق تھا کہ نوجوان بھی اسی اسٹیشن پر اترا جس پر اسے اترنا تھا۔ لڑکی اب گیٹ سے گزرتے ہوئے اپنا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ چھپانا چاہتی تھی لیکن ایسا نہ ہو سکا کیوں کہ اوورکوٹ والا نوجوان گیٹ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ گیٹ کیپر کو ٹکٹ دیتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آخر اسے ٹکٹ دینا ہی پڑا۔ نوجوان نے بھی اسے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ دیتے ہوئے دیکھ لیا اور وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

لڑکی شرمندہ سی ہو کر چپکے سے گھر آ گئی۔ اس کی گرم جوشیوں پر اوس پڑ گئی تھی۔ کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ گھر والوں سے مل کر وہ دھوپ کھانے چھت پر آ گئی۔ وہ چھت پر ٹہل رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر پڑوس کے صحن میں پڑی۔ کوئی نوجوان پرانی سی تہ بند باندھے بانس کی کھری چارپائی پر لیٹا تھا۔ چولہے کے چھپر میں ایک ادھیڑ عمر عورت باجرے کی موٹی موٹی روٹیاں پکا رہی تھی۔ دھوپ کھانے والے نے کروٹ بدلی تو

لڑکی نے دیکھا کہ یہ وہی اسٹیشن پر ملنے والا امیرزادہ ہے۔ نوجوان نے بھی اسے دیکھ کر پھرتی سے کروٹ بدل لی۔ چھپر میں ایک کھونٹی پر اوورکوٹ جھول رہا تھا۔ لڑکی نے اپنی چچازاد بہن سے پوچھا "بنو! اس مکان میں کون رہتا ہے؟" وہ بولی "اس مکان میں ایک بیوہ عورت اپنے لڑکے کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کا لڑکا شہر میں پڑھتا ہے۔ یہ عورت ہمارے کپڑے سیتی ہے اور بہت کم سلائی لیتی ہے۔ لڑکی سورج کے رخ کھڑی ہو کر اپنے قیمتی برقعے کو گھورنے لگی۔

مضمون پر تبصرہ

ہاجرہ مسرور نے اس افسانے میں ایک بہت بڑی حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے۔ انسان اپنے اوپر بناوٹ کا لبادہ اوڑھ کر اپنی اصل کو بھول جانا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد دوسروں کو متاثر کرنا ہے۔ دوسروں کی چکاچوند میں خود بھی ویسا ہی بننا چاہتا ہے مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اسی دنیا کے باسی ہیں۔ لڑکی کا اپنا برقع تو قیمتی تھا لیکن مانگے کا تھا اور اصل میں وہ لڑکی غریب تھی۔ اس نے محض ایک قیمتی اوورکوٹ کی وجہ سے نوجوان کو بھی کوئی امیرزادہ سمجھ لیا حالانکہ وہ بھی ایک غریب بیوہ کا غریب لڑکا تھا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
متعجب	عجیب، حیرانی	اُکتا جانا	دل اچاٹ ہو جانا۔ دل بھر گیا
ہلکا پھلکا	کم وزن کا	مختصر	چھوٹا
یع	مراد یہ	دھندلی	غبار والی، غیر واضح
بے مائیگی	کم حیثیت	پھڑکنا	کانپنا، لرزنا
بکھیرنا	پھیلانا	لیٹ رہت ہے	لیٹ رہتی ہے
حقیقت	سچائی	نیم تاریک	کم روشن

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

کالی کلوٹی	کالے رنگ کی	اکا دکا	کوئی کوئی
کثیف	گاڑھا، آلودہ	رینگنا	پیٹ کے بل چلنا
امیر کبیر	بہت زیادہ امیر	درحقیقت	اصل میں
رکھے دیتے ہیں	رکھ دیتے ہیں	چرڑ چرڑ	اسم صوت، جوتے کی آواز
لرزنا	کانپنا	بے ساختہ	فوری، اچانک
[illegible]	انتظار گاہ	مجوری	مُراد مزدوری
چپل	چمڑے کی بنی ہوئی	کپکپانا	سردی سے کانپنا
کاہے	[illegible] مراد کیوں	مضطربانہ	بے چینی سے
کلبلانا	[illegible]	شوشہ چھوڑنا	فساد والی بات کہنا
کائنات	[illegible]	ہولڈال	بستر بند
بھاوج	بھابھی	بلا مبالغہ	بغیر کسی جھوٹ کے
جھرمٹ	حلقہ، گروہ، عورتوں کا حلقہ	[illegible]	کہاں، کس جگہ
محافظ	حفاظت کرنے والا	[illegible]	رہائی، چھٹکارا
اطمینان	تسلی	تھرڈ کلاس	[illegible] درجے کا
در آنا	اندر داخل ہونا	جھنکار	[illegible]
بیڑیاں	پاؤں کی زنجیریں	طرفہ	انوکھا، نرالا، [illegible]
گدڑی	فقیروں کا جبہ جس میں بہت سے پیوند لگے ہوتے ہیں	حائل ہونا	رکاوٹ ڈالنا، روکنا
مزین	آراستہ، سجا ہوا	ہجوم	بھیڑ

www.downloadclassnotes.com

پیمائش	فاصلہ ناپنا	طنز کرنا	دل آزاری والی بات کہنا
گوشہ	کونا	آرزو	تمنا، خواہش
بلامقصد	بغیر کسی مقصد کے	دفعتاً	اچانک
دل فریب	دل کو دھوکا دینے والی	تہ	آخری گہرائی
حقارت	ذلت، بے عزتی، نفرت	باعث	وجہ، سبب
جنبش	حرکت	پھریریاں آنا	چکر آنا
ملمع	جھول، قلعی۔ ذرا دکھاوہ بناوٹ	اسباب	مال و زر
الوداع کرنا	رخصت کرنا	لڑھکانا	ڈھلوان پہ دھکیلنا
مفلس	غریب	سناٹے میں آ جانا	حیران ہونا
مصافحہ کرنا	ہاتھ ملانا	تذبذب	فکر، پریشانی
مضمحل	کمزور، ناتواں	شرابور	بھیگے ہوئے
برمانا	سوراخ کرنا	استقبال کرنا	خوش آمدید کہنا
گرم جوشی	بہت زیادہ جوش	عیادت	تیمارداری
اصرار کرنا	ضد کرنا	آنگن	صحن
اوندھا	الٹا	رخ	طرف

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف 1 اندھیری سڑک پہ ——— نکل گیا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: ملمع
(ب) مصنف کا نام: ہاجرہ مسرور

حل لغت

چرز چرز: اسم صوت، بوٹوں کی آواز۔ لرزتا ہوا: کانپتا ہوا۔ قبول صورت: واجبی سی شکل و صورت والا۔ اوورکوٹ: لمبا کوٹ جو گھٹنوں تک جسم کو ڈھانپ لے۔ بے ساختہ: فوراً، جلدی، بغیر سوچے سمجھے، غیر ارادی

سیاق و سباق

اسٹیشن پر کھڑی لڑکی کو تھرڈ کلاس ڈبے میں سفر کرنا تھا کیوں کہ وہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی تھی لیکن گھر سے چلتے وقت اس نے اپنی خالہ جان کا برقع اوڑھ لیا جو نسبتاً قیمتی کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ برقع پہن کر وہ سوچ رہی تھی شاید اس طرح میں امیر نظر آ رہی ہوں۔ اچانک اس نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے ایک قیمتی اوورکوٹ پہنا ہوا تھا۔ قلی جب لڑکی کا سامان پلیٹ فارم پر رکھنے لگا تو لڑکی نے اس بات میں اپنی ہتک محسوس کی اور وہ اونچی آواز میں کہنے لگی "میں یہاں بڑی کلاس میں بیٹھوں گی۔"

تشریح

لڑکی تنہا سفر کر رہی تھی۔ وہ تیسرے درجے میں سفر کرنا چاہتی تھی کیوں کہ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی لیکن اپنے قیمتی برقع کی وجہ سے دیکھنے والوں کو وہ کوئی امیر اور آزاد خیال لڑکی لگ رہی تھی۔ اس بات کا لڑکی کو بھی احساس تھا۔ وہ پلیٹ فارم پر کھڑی اندھیرے میں گھور رہی تھی کہ اچانک سڑک پر کسی کے بوٹوں کی کھڑکھڑاہٹ ہوئی اور ایک سایہ کانپتا ہوا سا آگے بڑھنے لگا۔ جب وہ سایہ اسٹیشن کی تیز روشنی میں پہنچا تو لڑکی نے دیکھا کہ ایک واجبی سی شکل و صورت کا نوجوان ایک بھاری اوورکوٹ پہنے اسی طرف چلا آ رہا ہے۔ لڑکی ٹکٹ گھر کی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے سمجھا شاید یہ

نوجوان ٹکٹ لینے کے لیے اس طرف آ رہا ہے۔ وہ غیر ارادی طور پر مسکرانے لگی۔ نوجوان نے اپنی ٹائی کی گرہ درست کی اور لڑکی پر ایک نظر ڈالتا ہوا ٹکٹ گھر کے پیچھے چلا گیا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ کسی کے ظاہر سے اس کے باطن کا اندازہ لگانے والے ہمیشہ غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ کسی کی ظاہری حالت سے اس کی حیثیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ ظاہری حلیہ دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ لڑکی نے بھی نوجوان کو ایک قیمتی اوورکوٹ پہنے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ کوئی امیر آدمی ہو گا مگر درحقیقت وہ بھی ایک غریب بیوہ کا غریب بیٹا تھا۔

پیراگراف 2 میں نے ان سے پوچھا کہ میں ــــــــ سفر کرنا چاہیے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: ملمع

(ب) مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

حل لغت

اُگلنا: کسی کھائی ہوئی چیز کو حلق کے راستے نکالنا۔ تنہا: اکیلے۔ بلا مبالغہ: بغیر کسی جھوٹ کے۔ جھرمٹ: حلقہ، گروہ، عورتوں کا گروہ

سیاق و سباق

لڑکی کے چچا بیمار تھے۔ جب گھر والوں کو ان کی بیماری کا خط ملا تو لڑکی کی ماں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر گھر سے کوئی ان کی عیادت کے لیے چلا جاتا تو اچھا تھا۔ ماں کا خیال تھا کہ ایسے وقت میں رشتے داروں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ امی جان کی یہ بات سن کر لڑکی چچا کی عیادت کے لیے جانے پر تیار ہو گئی۔ جب اس نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کی ماں نے کہا کہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے جاؤ کیوں کہ ایک لڑکی کا تنہا سفر کرنا مناسب نہیں لیکن لڑکی اس بات کو نہ مانی اور اس نے تنہا ہی سفر کرنے پر اصرار کیا۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

تشریح

جب لڑکی کی ماں نے کہا کہ اپنے بھائی کو ساتھ لے جاؤ تو لڑکی نے گھر والوں سے پوچھا "میں کوئی مٹھائی ہوں جو کوئی مجھے کھا لے گا اور چھوٹے بھائی عقیل کو میرے ساتھ دیکھ کر ڈر کے مارے حلق سے نکال دے گا۔ یہ سلمیٰ اور رضیہ بھی تو لڑکیاں ہی ہیں کیسے مزے سے اکیلے ہی سفر کرتی ہیں۔" اس پر ماں نے کہا کہ وہ تو امیر آدمیوں کی لڑکیاں ہیں۔ اس پر لڑکی نے جواب دیا "پھر تو انھیں کم از کم ایک درجن نوکروں کو ساتھ لے کر سفر کرنا چاہیے پھر وہ اکیلے سفر کیوں کرتی ہیں۔"

تبصرہ

اس پیراگراف میں ہاجرہ مسرور نے ایک ماں کی فکرمندی اور ایک لڑکی کی خود اعتمادی کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے معاشرے کے ایک المیے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ امیر آدمیوں کی لڑکیاں آزاد خیال ہوتی ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جب کہ غریب آدمی کی لڑکی کا تنہا سفر کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ایک اچھی بات یہ بتائی گئی ہے کہ بھائی بہنوں کے محافظ ہوتے ہیں چاہے وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسری طرف لڑکی خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو لقمۂ بے زبان نہیں سمجھتی بلکہ پورے اعتماد سے سفر کرنے کے لیے تیار ہے۔ ایک پیراگراف میں کتنا کچھ بیان کیا ہے ہاجرہ مسرور نے۔ بیان کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حل مشقی سوالات

-1　درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:

(الف) قلی نے لڑکی کو پلیٹ فارم پر بیٹھ جانے کے لیے کہا تو اس پر لڑکی نے کس رویے کا اظہار کیا؟

جواب: جب قلی نے لڑکی سے پلیٹ فارم پر بیٹھنے کو کہا تو اس نے کسی قدر غصے سے کہا "نہیں میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔" لڑکی نے ایک خوب صورت ریشمی برقع اوڑھ رکھا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں یقیناً کسی امیر گھرانے کی لڑکی معلوم ہو رہی ہوں لیکن اصل میں وہ ایک مٹے ہوئے خاندان کی قابل لیکن پریشان

com
www.

حال لڑکی تھی۔ اسی لیے جب قُلی نے اسے پلیٹ فارم پر بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ غصے میں آ گئی۔

(ب) لڑکی سفر کیوں کر رہی تھی؟

جواب: لڑکی کے گھر والوں کو لڑکی کے چچا جان کی بیماری کا خط ملا تھا۔ اس کی امی جان کا خیال تھا کہ گھر سے انھیں کوئی دیکھنے چلا جاتا تو اچھا تھا۔ یہ سن کر لڑکی جانے کے لیے تیار ہو گئی، وہ اپنے چچا کی عیادت کے لیے سفر کر رہی تھی۔

(ج) گھر والوں نے عقیل کو ساتھ لے جانے کا مشورہ دیا تو اس پر لڑکی نے کیا جواب دیا؟

جواب: جب امی جان نے کہا کہ تم عقیل کو ساتھ لے جاؤ۔ عقیل بچہ ہی سہی لیکن ہے تو لڑکا۔ گھر والوں کی یہ بات لڑکی کو زہر معلوم ہوئی۔ اس نے گھر والوں سے کہا کہ میں کوئی لڈو پیڑا ہوں جو کوئی مجھے کھا لے گا اور عقیل کو دیکھ کر ڈر کے مارے اُگل دے گا۔

(د) لڑکی سٹیشن پہنچی تو اس نے سب سے پہلے کیا دیکھا؟

جواب: جب لڑکی اسٹیشن پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ زمین اور بنچوں پر سینکڑوں آدمی لاشوں کی طرح پڑے سو رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان سب کو سفر کرنا ہی نہ تھا۔

(ہ) لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی، اس کا ماحول کیسا تھا؟

جواب: لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی اس میں دو سیٹوں پر دو عورتیں رنگین لحافوں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ ان کے ارد گرد بھاری بھاری بکس اور بڑی بڑی پوٹلیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں کہ کسی کے بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں تھی۔ تیسری سیٹ پر کونے میں ایک عورت بالکل دبلی پتلی بیٹھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک دوسرا بچہ جو زیادہ سے زیادہ دو سال کا ہوگا، بیٹھا منمنا رہا تھا۔ بالکل سوکھا، ہاتھ پاؤں کی کھال لٹکی ہوئی، جیسے وہ پیدائش کے بعد فوراً ہی بڑھاپے کی طرف چل رہا ہو۔

-2 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سبق "ملمع" کے مأخذ کا نام کیا ہے؟

(i) وہ لوگ (ii) سب افسانے میرے (iii) ہائے اللہ (iv) چوری چھپے

(ب) جب لڑکی ریلوے سٹیشن پہنچی تو گاڑی آنے میں دیر تھی:

(i) پندرہ منٹ (ii) آدھ گھنٹا (iii) ایک گھنٹا (iv) چند منٹ

(ج) سبق "طمع" اصناف ادب کے لحاظ سے کیا ہے؟

(i) داستان (ii) افسانہ (iii) مضمون (iv) ناول

(د) "طمع" کس کی تحریر ہے؟

(i) خدیجہ مستور (ii) ہاجرہ مسرور (iii) سجاد حیدر یلدرم (iv) اشرف صبوحی

(ہ) لڑکی نے قلی کو کتنی رقم دی؟

(i) اٹھنی (ii) ایک روپیا (iii) پانچ کا نوٹ (iv) دس روپے

(و) لڑکی کے سفر کا مقصد تھا:

(i) سیر سپاٹا (ii) بیمار چچا کی عیادت
(iii) خالہ زاد بہن کی شادی میں شرکت (iv) چھٹیاں گزارنا

(ز) لڑکی نے ریل کا سفر کس درجے میں کیا؟

(i) انٹر (ii) اوّل (iii) دوم (iv) اے سی

(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(ii)	(د)	(ii)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(i)		

-3 لڑکی پر امیر زادے کی اصلیت کیسے واضح ہوئی؟

جواب: جب لڑکی اپنے چچا کے گھر پہنچی تو وہ بہت مضطرب تھی۔ وہ سفر کے سارے واقعات کو اپنے دل سے محو کر دینا چاہتی تھی۔ وہ اپنے چچا کے گھر چھت پر ٹہل رہی تھی۔ ٹہلتے ٹہلتے اپنا خیال ہٹانے کے لیے پڑوس کے مکان میں جھانکنے لگی۔ اس نے دیکھا گوبر سے لپے پتے آنگن میں بانس کی کھری چارپائی پر کوئی تہ بند باندھے اوندھا پڑا دھوپ لے رہا ہے۔ دھوپ کھانے والے نے کروٹ بدلی اور لڑکی کا دل دھڑکتے دھڑکتے جیسے ایک لمحے کے لیے تھک گیا ہو۔ وہی اسٹیشن کا امیر زادہ! اچانک دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔ نوجوان نے تیزی سے کروٹ بدل لی۔ لڑکی نے اپنی چچازاد بہن سے پوچھا کہ اس گھر میں اب کون رہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہاں ایک بیوہ اور اس کا لڑکا رہتا ہے جو شہر میں پڑھتا

ہے۔ بے چاری سیدھی سادی عورت ہے۔ ہمارے سارے کپڑے بھی سیتی ہے۔ بہت کم سلائی لیتی ہے۔ اس طرح لڑکی پر امیرزادے کی اصلیت واضح ہو گئی۔

4- سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

جواب: (الف) "گاڑی ہمیشہ لیٹ رہتی ہے۔" قلی نے کہا۔ (✓)

(ب) لڑکی کو ماموں کی بیماری کا خط ملا تھا۔ (x)

(ج) قلی ایک روپے کا سکہ پا کر خوش ہو گیا۔ (x)

(د) چچا کے ہاں لڑکی کا استقبال خوشی سے کیا گیا۔ (✓)

5- اردو میں اسم کی لحاظ جنس دو قسمیں ہیں، مذکر اور مؤنث۔ یعنی ہر اسم، چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، مذکر ہوگا یا مؤنث۔ اگرچہ ماہرین قواعد نے تذکیر و تانیث کے کچھ اصول بنائے ہیں لیکن عام طور پر تذکیر و تانیث اہلِ زبان کی بول چال ہی کے تابع ہوتے ہیں اور بے جان اسموں کی تذکیر و تانیث کے سلسلے میں بھی اہلِ زبان کی گفتگو ہی سند قرار پاتی ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

برقع، قلی، سڑک، لالٹین، لب، پیشانی، فرض، سائنس، گدڑی

الفاظ	تذکیر/تانیث	جملوں میں استعمال
برقع	مذکر	لڑکی نے اپنی خالہ کا برقع اوڑھ رکھا تھا۔
قلی	مذکر	قلی بولا، پلیٹ فارم پر بیٹھ جاؤ۔
سڑک	مؤنث	سڑک بہت شفاف تھی۔
لالٹین	مؤنث	بڑھیا نے لالٹین جلائی۔
لب	مذکر	حضرت بلالؓ کے لب موٹے تھے۔
پیشانی	مؤنث	اس کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی۔
فرض	مذکر	ہر شخص کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔
سائنس	مؤنث	میں آٹو موبائل کی ساری سائنس جانتا ہوں۔
گدڑی	مؤنث	قلی نے ایک پھٹی پرانی گدڑی پہنی ہوئی تھی۔

6- اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

www.downloadclassnotes.com

جواب: دیکھیے خلاصہ۔

7- سبق "ملمع" کا سیاق و سباق ذہن میں رکھ کر درج ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔

(الف) ارے قلی! تم مجھے ــــــــ عبارت پڑھ رہی تھی۔

متن کا حوالہ 1- مضمون کا نام: ملمع 2- مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

سیاق و سباق

لڑکی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا تھا۔ تھرڈ کلاس میں بہت رش ہوتا ہے۔ جب گاڑی آئی تو قلی نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور اسے ساتھ لے کر تھرڈ کلاس کے ڈبے کی طرف بھاگا۔ رش کی وجہ سے لڑکی لوگوں کے درمیان پھنس گئی۔ اس نے یوں محسوس کیا جیسے وہ کوئی قیدی ہو اور اسے جیل کی طرف لے جایا جا رہا ہو مگر کرتی بھی کیا، اس نے تو ٹکٹ ہی تھرڈ کلاس کا لیا تھا۔ اچانک اس کی نظر اُسی نوجوان پر پڑی جو بڑی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھرڈ کلاس ڈبے میں بیٹھنے کو اپنی ہتک سمجھا۔

تشریح

جب قلی لڑکی کو تیسرے درجے کے ڈبے کے پاس لایا اور لڑکے نے اُس امیرزادے لڑکے کو سامنے دیکھا تو غلط ملانے کے لیے قلی سے کہنے لگی کہ تم مجھے تیسرے درجے کے ڈبے میں کیوں لائے ہو۔ اس نے قلی کو اس بھیڑ میں سے باہر نکالا اور خواہ مخواہ پلیٹ فارم پر اِدھر اُدھر گھومنے لگی۔ اس کے سامنے بہت بڑی تعداد میں گندے مندے برقعوں میں ملبوس عورتیں اِدھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔ اس نے دل میں سوچا۔ کاش میں بھی ایسے ہی کسی گندے برقعے میں لپٹی ہوتی تاکہ مجھے اس امیرزادے سے اپنی شخصیت نہ چھپانا پڑتی۔ کوئی اس کو طنز نہ کر سکتا۔ وہ ایسے ہی خیالوں میں گم ریل گاڑی کے ڈبوں پر لکھی ہوئی عبارتیں پڑھتی جا رہی تھی۔

(ب) لڑکی کا قلی ــــــــ مسکرا رہا تھا۔

متن کا حوالہ 1- مضمون کا نام: ملمع 2- مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

سیاق و سباق

لڑکی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا تھا۔ تھرڈ کلاس میں بہت رش ہوتا ہے۔ جب گاڑی آئی تو قلی نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور

اُسے ساتھ لے کر تھرڈ کلاس کے ڈبے کی طرف بھاگا۔ رش کی وجہ سے لڑکی لوگوں کے درمیان پھنس گئی۔ اس نے یوں محسوس کیا جیسے وہ کوئی قیدی ہو اور اسے جیل کی طرف لے جایا جا رہا ہو مگر کرتی بھی کیا، اس نے تو ٹکٹ ہی تھرڈ کلاس کا لیا تھا۔ اچانک اس کی نظر اسی نوجوان پر پڑی جو بڑی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھرڈ کلاس ڈبے میں بیٹھنے کو اپنی ہتک سمجھا۔

تشریح

جب گاڑی آئی تو لڑکی کے مزدور نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور دروازے پر کھڑے مردوں کے درمیان میں سے راستا بنانے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ تیسرے درجے کا ڈبا تھا۔ زیادہ تر لوگ اسی ڈبے میں سفر کر رہے تھے۔ لڑکی قلی کے پیچھے تھی کہ کہیں قلی اس کا سامان لے کر غائب ہی نہ ہو جائے۔ اتنے میں پیچھے سے بہت زیادہ لوگ ڈبے میں سوار ہونے کے لیے آ گئے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ ان لوگوں میں ایک عورت ایسی بھی تھی جس نے چاندی کی چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔ اُس نے برقعے میں سے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور لڑکی کو اپنا راستا روکے دیکھ کر زور سے دھکا دے دیا۔ لڑکی ایک جھٹکا لے کر گرنے سے تو بچ گئی لیکن اس کا دل بھی چاہ رہا تھا کہ اس عورت کا سجا سجایا برقعہ کھینچ کر بھاگ جائے یا پھر اسے ریل گاڑی سے نیچے دھکا دے دے۔ اسی اثنا میں اس کی نظر سامنے پڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ سامنے وہی نوجوان کھڑا مسکرا رہا ہے جس کی نظروں سے وہ بچنا چاہتی تھی۔ نہیں چاہتی تھی کہ اسے معلوم ہو کہ وہ تیسرے درجے میں سفر کر رہی ہے۔

8۔ اردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ جذب کرنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زبان دسیوں زبانوں کے الفاظ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ایک زمانے تک اس پر فارسی عربی الفاظ کا غلبہ رہا۔ اب کچھ عرصے سے انگریزی الفاظ بھی تیزی سے اس کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ آپ اس افسانے میں استعمال ہونے والے انگریزی الفاظ کی ایک فہرست مرتب کریں۔

جواب: ریلوے، ٹکٹ، بینچ، اٹیچی کیس، ٹائی، تھرڈ کلاس، انٹر کلاس، ویٹنگ روم، سیکنڈ، سینڈل، ٹرنک، سیٹ، پلیٹ فارم، اوور کوٹ، اسٹیشن، ٹرین، گیٹ، بنڈل

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

سرگرمیاں

-1 اس افسانے میں آپ کا پسندیدہ کردار کون سا ہے، اپنے لفظوں میں اس کا تعارف کروائیں اور پسندیدگی کی وجہ بھی لکھیں۔

جواب: مجھے اس افسانے میں اوور کوٹ پہننے والے نوجوان کا کردار پسند آیا ہے۔ اس نے بغیر اپنے منھ سے کوئی بات کہے اپنے کردار کی اہمیت کو منوا لیا۔ نوجوان ایک امیرزادہ نظر آنا چاہتا تھا حالاں کہ وہ بہت غریب تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ اس نے اپنی حرکات و سکنات سے لڑکی کو احساس دلا دیا کہ میں ایک امیر زادہ ہوں جب کہ لڑکی کو اپنا آپ منوانے کے لیے بہت جتن کرنے پڑے۔ تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر انٹر کے ڈبے میں بیٹھنا پڑا لیکن نوجوان نے ایسی کوئی حرکت نہ کی بلکہ سیدھے سادے انداز میں اپنے آپ کو منوا لیا۔ یہی اس کے کردار کی خوبی ہے، جس کی وجہ سے مجھے اس کا کردار پسند آیا ہے۔

-2 ہاجرہ مسرور کا کوئی اور افسانہ جماعت میں پڑھ کر سنائیں۔

جواب: **چراغ کی لو**

شام کی اداس تاریکی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بغیر پلستر کی دیواریں اندھیرے میں اور بھیانک نظر آنے لگیں۔ اچھن گھر میں اکیلی تھی۔ اسے اپنے باپ کا انتظار تھا جو کام سے فارغ ہو کر ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔ اچھن نے تنہا اکیلے میں گھبرا کر رونا چاہا مگر آنسو حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ وہ گھر میں تنہا تھی اور تاریکی میں اسے سفید سفید کپڑوں میں ملبوس ڈھانچے سے چلتے پھرتے نظر آنے لگے تھے۔ اگرچہ یہ اس کا وہم تھا۔ جسم بیماری سے خاصا کمزور تو تھا ہی، اس کا دماغ بھی ناکارہ سا ہو گیا تھا۔ اسے گھر میں یوں لگتا جیسے کوئی سفید سفید کپڑوں میں لپٹا چلا آ رہا ہے۔ بالکل ایسے ہی کپڑے اس کی ماں کو مرنے کے وقت پہنائے گئے تھے۔ اتنے میں اچھن کا باپ گھر آ گیا۔ اس نے آتے ہی بیڑی سلگائی اور چراغ جلانے کے لیے اچھن کو دیا سلائی دی۔ بیڑی کے دھوئیں سے اچھن کا دم الجھنے لگا اور اس نے باپ کو بیڑی پینے سے منع کیا۔ باپ نے ناراضی محسوس کی تو اچھن دل مسوس کر رہ گئی۔ اچھن چاہتی تھی کہ چراغ کی لو ذرا بڑھا دے تاکہ کمرے کی روشنی میں اضافہ ہو مگر باپ نے سمجھایا کہ انھیں معمولی تنخواہ میں صرف اتنا ہی تیل میسر آ سکتا ہے جس سے ہلکی سی روشنی ہو سکے۔ اچھن کا باپ ایک تاجر دکاندار کے

www.downloadclassnotes.com

ہاں دس روپے ماہوار تنخواہ پر حساب کتاب کرنے کا کام کرتا تھا۔ مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگی تھی۔ معاشرے کے ہر طبقے کے افراد کی تنخواہ اور مزدوری میں اضافہ ہوا مگر اچھن کے باپ کی تنخواہ دس روپے ماہوار ہی رہی۔ اس نے کئی بار چاہا کہ مالک سے تنخواہ بڑھانے کی استدعا کرے مگر مالک کا رویہ جارحانہ تھا۔ دس روپے ماہوار میں اسے زندگی کی کوئی آسائش میسر نہ آسکتی تھی۔ ناچار وہ طوعاً و کرہاً اسی تنخواہ پر کام کرتا رہا۔ اچھن کی ماں بیماری سے سسکتی اور غربت کے بوجھ تلے دبی دو سال پہلے انتقال کر چکی تھی۔ اس وقت گھر میں اس کے کفن دفن کے لیے کچھ نہ تھا۔ ایسے میں اچھن کے باپ نے مالک سے التجا کی جس نے کفن دفن کے لیے پچیس روپے امداد دی اور بیچاری کو زیرِ زمین سلا دیا گیا۔ اچھن چراغ کی دھیمی سی لو کے پاس دیوار سے ٹیک لگائے بے سدھ کھڑی تھی۔ اندھی روشنی سے اس کا دم الجھتا تھا۔ بیماری نے جسم میں سکت نہ چھوڑی تھی۔ باپ نے اچھن سے یوں کھڑا ہونے کی وجہ پوچھی۔ اچھن نے بتایا کہ وہ چراغ کی لو میں قدرے اضافہ کرنا چاہتی ہے۔ باپ نے سمجھایا کہ معمولی سی آمدن میں اتنا ہی تیل میسر آسکتا ہے۔ اچھن کو اپنے باپ پر غصہ آرہا تھا کہ وہ اس برائے نام روشنی پر کیوں قناعت کر رہا ہے جب کہ امرا کے مکانوں میں ساری ساری رات لالٹینوں کی روشنی جگمگاتی رہتی ہے۔ اچھن کا جھنجھلایا ہوا دماغ یہ نہ سوچ سکا کہ اگر چراغ کی لو میں اضافہ کر دیا گیا تو اس کے لیے دو پیسے روز کا تیل کہاں سے آئے گا۔ اس کے باپ کو سخت محنت کا صرف اتنا معاوضہ ملتا تھا جس سے وہ جینے کی بجائے جینے کی بھونڈی سی نقل ہی اتار سکے۔ اچھن پیچ و تاب کھاتی ہوئی اپنی چارپائی پر لڑھک گئی۔ اس کا جی گھبرا رہا تھا۔ اسے ہر طرف سفید سفید سے کیڑوں کی کھڑکھڑاہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس نے رونا چاہا مگر بے چارگی میں اس کے آنسو حلق میں پھنس کر رہ گئے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 ہاجرہ مسرور کا تعارف کروایا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-2 طلبہ کے سامنے اچھے افسانے کے پلاٹ، کردار، فضا اور دیگر فنی لوازم کی وضاحت کی جائے۔

جواب: افسانہ ایسی مختصر کہانی کو کہتے ہیں جو ایک نشست میں بیٹھ کر پڑھی جا سکے۔ افسانہ ہوتا تو تخیلی ہے مگر اس کے کردار ہمارے ہی معاشرے کا حصہ ہوتے

ہیں۔ یہ حقیقت سے قریب تر ہوتے ہیں۔ ان میں مافوق الفطرت باتیں نہیں کہی جاتیں بلکہ انسانی رویوں کی عکاسی کی جاتی ہے۔ کرداروں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے اردگرد پلاٹ تعمیر کیا جاتا ہے جس پر کہانی کا دارومدار ہوتا ہے۔ ایک اچھے افسانے میں درج ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں۔

-1	اختصار	-2	کردار نگاری	-3	مکالمہ نگاری
-4	منظر نگاری	-5	وحدت تاثر	-6	پلاٹ
-7	حقیقت نگاری	-8	انداز بیان	-9	قوت مشاہدہ
-10	زبان و بیان	-11	زمان و مکاں	-12	مقصدیت

-3 ٭ طلبہ کو افسانے کی بالعموم اور اس افسانے کی بالخصوص اہم خصوصیات بتائی جائیں۔

جواب: ہاجرہ مسرور کا یہ افسانہ ہمارے معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتا ہے۔ ہم اپنی ذات پر مصنوعی خول چڑھا لیتے ہیں۔ اپنی ظاہری حالت سے اپنے حقائق چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنے گھر سے نکل کر کئی بار اپنے ہی گھر آ جاتے ہیں۔ ہاجرہ مسرور نے بڑے خوب صورت انداز اور بے تکے الفاظ میں ہمارے اردگرد پائے جانے والے کرداروں کی نفسیات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ متوسط طبقے کے لوگ اپنے اوپر ملمع کاری کر لیتے ہیں، مگر جب یہ ملمع اترتا ہے تو انھیں پتا چلتا ہے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔ وہ سونے کے دھوکے میں جس کے پیچھے آئے ہیں وہ اصل میں پیتل ہے۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) لڑکی اسٹیشن پر پہنچی تو بج چکے تھے:

(i) ساڑھے نو (ii) ساڑھے دس
(iii) ساڑھے گیارہ (iv) ساڑھے بارہ

(ب) لڑکی برقع مانگ کر لائی تھی:

(i) چچی جان سے (ii) پھوپھی سے
(iii) خالہ سے (iv) ممانی سے

www.downloadclassnotes.com

(ج) امی جان نے نہ جانے کب سے روپے جوڑ کر رکھے تھے:
(i) تین (ii) چار
(iii) پانچ (iv) دس

(د) امیر لڑکیوں کو بلا مبالغہ سفر کرنا چاہیے:
(i) دو نوکروں کے ساتھ (ii) پانچ نوکروں کے ساتھ
(iii) دس نوکروں کے ساتھ (iv) درجن نوکروں کے ساتھ

(ہ) لڑکی ٹکٹ خریدنا چاہتی تھی:
(i) اول درجے کا (ii) انٹر درجے کا
(iii) تھرڈ کلاس کا (iv) سیکنڈ کلاس کا

(و) لڑکی نے قلی کو سامان اٹھانے کی اجرت دی:
(i) چار آنے (ii) آٹھ آنے
(iii) ایک روپیا (iv) دو روپے

(ز) چچا کے ہاں لڑکی کا استقبال اس لیے گرم جوشی سے کیا گیا کہ
(i) اس نے تنہا سفر کیا (ii) چچا کی عیادت کے لیے آئی
(iii) پہلی بار تشریف لائی (iv) وہ اکلوتی بھتیجی تھی

(ح) لڑکی نے چائے کی ایک پیالی پی:
(i) ٹھنڈے شربت کی طرح (ii) کافی کی طرح
(iii) سادہ پانی کی طرح (iv) کڑوی دوائی کی طرح

(ط) لڑکی نے پڑوس کے صحن میں دیکھا:
(i) ٹرین والے نوجوان کو (ii) دو چھوٹے بچوں کو
(iii) بہت سے جانوروں کو (iv) ایک برقع پوش خاتون کو

(ی) چھپر میں ایک کھونٹی پر جھول رہا تھا:
(i) ایک نفیس برقع (ii) ایک نیا پراندہ
(iii) ایک قیمتی اوورکوٹ (iv) ایک چلنے والا دوپٹا

(iv)	(د)	(i)	(ج)	(iii)	(ب)	(iii)	(الف)
(iv)	(ح)	(i)	(ز)	(ii)	(و)	(iii)	(ہ)
				(iii)	(ی)	(i)	(ط)

شفیع عقیل
(1930ء)

چغل خور

تدریسی مقاصد

- چغل خوری کی مذمت کرنا
- طلبہ کو چغل خوری کے بُرے اثرات سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو چغل خوری سے بچنے کے بارے میں بتانا
- طلبہ کو لوک داستان کے پس منظر سے بتانا
- طلبہ کو شفیع عقیل کے حالات سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو شفیع عقیل کے اسلوب سے واقفیت کروانا
- طلبہ کو جملہ معترضہ کے بارے میں معلومات دینا

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: شفیع عقیل، **تاریخ پیدائش:** 1930ء **جائے پیدائش:** تھیہ شیخ لاہور

تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم لاہور میں حاصل کی۔ لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کراچی چلے گئے۔ کراچی میں آپ نے صحافت کو بطور پیشہ اپنایا۔ پھر آپ "روزنامہ جنگ" سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے ساری زندگی "روزنامہ جنگ" میں ہی اپنے فرائض انجام دیے۔ مدت ملازمت پوری ہونے کے بعد بھی آپ اسی ادارے سے وابستہ رہے اور روزنامہ جنگ کے تحت شائع ہونے والے ہفت روزہ "اخبارِ جہاں" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کے ایک رسالے "بھائی جان" کے بھی ایڈیٹر رہے۔ آپ نثر نگار ہونے کے ساتھ ساتھ پنجابی اور اُردو زبان کے شاعر بھی ہیں۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

آپ نے مختلف زبانوں کی لوک کہانیوں کو اُردو میں ترجمہ کیا اور اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کیا۔ ان کہانیوں میں "جرمن کی لوک کہانیاں" اور "جاپان کی لوک کہانیاں" شامل ہیں۔

تصانیف: آپ کی لکھی ہوئی اور ترجمہ کی ہوئی کتابوں کی تعداد بیس سے زائد ہے۔ ان میں شاعری کے دو مجموعے بھی شامل ہیں جن کے نام "سوچاں دی زنجیر" اور "زہر پیالا" ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب "پنجابی کے پانچ قدیم شاعر" بھی قابلِ ذکر ہے۔ آپ نے بچوں کے جرمن ادب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور بچوں کے لیے بڑی خوب صورت کہانیاں پیش کیں۔ آپ کی کتاب "لوک کہانیاں" سات زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔

مرکزی خیال

اس لوک داستان کا مرکزی خیال چغل خوری کی مذمت کرنا ہے۔ رذائل اخلاق میں چغل خوری ایک بدترین عادت ہے جو معاشرے میں بے پناہ بگاڑ اور فساد برپا کرتی ہے۔ چغل خور دو آدمیوں کے درمیان جھوٹی باتیں کر کے ان میں فساد برپا کروا دیتا ہے۔ دیہاتی چغل خور اسی عادتِ بد میں مبتلا تھا۔ پہلے وہ ایک گاؤں میں ذلیل و خوار ہوا اور اپنی چغل خوری ہی کی وجہ سے دوسرے گاؤں سے بھی بھاگنا پڑا۔

اہم نکات

- دیہاتی چغل خور
- گاؤں والوں کا اعتماد اٹھ جانا
- کسان کے ہاں ملازمت
- چھے ماہ بعد چغلی کھانے کی اجازت
- کسان کی بیوی کو بدگمان کرنا
- کسان سے جھوٹ بولنا
- کسان کے سالوں کے پاس جانا
- کسان کے بھائیوں کے پاس جانا
- آپس میں دنگا فساد
- چغل خور کا بھاگ جانا

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

خلاصہ

کسی گاؤں میں ایک چغل خور رہتا تھا۔ وہ چغلی کی عادت بد میں جکڑا تھا۔ وہ لاکھ کوشش کے باوجود اپنی عادت نہ چھوڑ سکا۔ اس عادت کے نتیجے میں اسے اپنی ملازمت سے ہاتھ بھی دھونا پڑے۔ نوبت فاقوں تک آ گئی۔ اسے کسی دوسری جگہ بھی ملازمت نہیں ملتی تھی کیوں کہ ہر کوئی اس کی چغل خوری سے واقف ہو چکا تھا۔ اس نے کسی دوسرے گاؤں جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔

وہ ایک کسان کے پاس پہنچا۔ کسان اکیلا تھا، اسے کام کاج کے لیے ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ چغل خور کھیتی باڑی کا کام جانتا تھا۔ چغل خور روٹی کپڑے کی شرط پر ملازم ہو گیا۔ اس نے کسان سے کہا کہ اس کے علاوہ میں چھے ماہ بعد ایک چغلی کھایا کروں گا۔ کسان نے سوچا مفت کا ملازم ہے۔ چغلی کھانے سے میرا کیا بگڑے گا۔ میرا کون سا راز ہے جو ظاہر ہو جائے گا۔

چغل خور ملازمت کرتا رہا۔ چھے ماہ بیت گئے۔ چغل خور نے چغلی کھانے کا کام شروع کیا۔ وہ کسان کی بیوی کے پاس آیا اور اسے کہا کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے، اس کی نشانی یہ ہے کہ کوڑھی کا گوشت نمکین ہو جاتا ہے۔ بیوی کو شک ہو گیا۔ اُس نے کہا "میں کل اس کا جسم چاٹ کر آزمائش کروں گی۔" اس کے بعد چغل خور کسان کے پاس گیا اور کہا "تمھاری بیوی پاگل ہو گئی ہے اور کاٹنے کو دوڑتی ہے۔" کسان بولا "آج تو میں کھیت میں ہوں۔ کل وہ آئے گی تو اس کی آزمائش کروں گا۔" وہاں سے چغل خور کسان کے سالوں کے پاس پہنچا اور کہا "آپ یہاں آرام سے بیٹھے ہیں اور وہاں کسان روزانہ آپ کی بہن کو مارتا ہے۔" کسان کے سالوں نے کہا "ہم اس بات کو آزمائیں گے۔" جب چغل خور نے دیکھا کہ ان لوگوں نے میری بات پر اعتبار کر لیا ہے تو وہ کسان کے بھائیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا "آپ کیسے بھائی ہیں، کہ آپ کے ایک بھائی کو اس کے سالے روز مارتے ہیں اور آپ چپ چاپ تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر

www.downloadclassnotes.com

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

آپ کو میری بات پر یقین نہیں تو کل کھیت میں آ کر خود دیکھ لینا۔" کسان کے بھائی بولے "ہم کل ضرور آئیں گے۔"

اس طرح چغل خور سب کو بھڑکا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ دوسرے دن کسان کی بیوی کسان کے لیے کھانا لے کر آئی۔ وہ موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح کسان کا جسم چاٹ کر آزمائش کرے۔ اُدھر کسان بھی اس کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی کسان کی بیوی کسان کا بازو چاٹنے کے لیے آگے بڑھی، کسان سمجھا شاید یہ مجھے کاٹنے لگی ہے۔ آپ نے جوتا اتار کر بیوی کی پٹائی شروع کر دی۔ کھیت میں چھپے کسان کے سالوں نے جب یہ منظر دیکھا تو انھیں چغل خور کی بات کا یقین آ گیا۔ وہ بھاگے بھاگے آئے اور کسان پر پل پڑے۔ دوسری طرف کسان کے بھائی بھی آ گئے۔ انھوں نے کسان کے سالوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ لوگوں نے آ کر انھیں چھڑایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آپ کیوں لڑ رہے ہیں۔ اس پر سب نے اپنی اپنی بات بتائی کہ نوکر نے ہمیں اس طرح بتایا ہے۔ سب چغل خور کو ڈھونڈنے گئے مگر چغل خور اپنا کام کر کے جا چکا تھا۔ آج کوئی چغل خور اپنے آپ کو چغل خور نہیں کہتا کیوں کہ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں کسان اور اس کے بھائی سن نہ لیں اور اسے جان سے مار دیں۔

مضمون پر تبصرہ

"چغل خور" اصل میں ایک لوک داستان ہے۔ شہر ہوں یا دیہات، چغل خوری معاشرے کے لیے سم قاتل ہوتی ہے۔ دین میں اس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ مصنف نے ایک دلچسپ قصے کے انداز میں چغل خوری کے بد اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ چغل خوری غیبت ہی کی ایک قسم ہے۔ کسی کی پیٹھ پیچھے ایسی برائی کرنا کہ جو اس کی موجودگی میں کی جائے تو اسے بُرا محسوس ہو، چغلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں چغل خور کے لیے کہا ہے کہ چغلی کھانے والا ایسا ہے جیسے وہ اپنے بھائی کا کچا گوشت کھاتا ہو۔ چغل خوری سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دراصل	حقیقت میں	چغل خور	غیبت کرنے والا، چغلی کھانے والا
[illegible]	معائنہ کرنا	کنکھیوں سے دیکھنا	ترچھی نگاہ سے دیکھنا
پونجی	سرمایہ، ملکیت	ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھنا	ملازمت ختم ہو جانا، ملازمت جاتی رہنا
سرتوڑ کوشش	زبردست کوشش	آؤ دیکھا نہ تاؤ	جلدی سے کچھ کر بیٹھے
منہ نہ لگانا	بات نہ کرنا	للکارنا	نعرہ مارنا، آواز دینا
مسلسل	[illegible]	دردر کی خاک چھاننا	بہت ذلیل و خوار ہونا
سرپھٹول	مارکٹائی	پل پڑنا	اچانک ٹوٹ پڑنا
لوک داستان	عوامی کہانی	قسمت آزمائی	اپنے نصیب کو آزمانا
جبر	سختی	[illegible]	معمول کے مطابق
حیران کن	حیران کر دینے والا	[illegible]	جذام کا مرض
شش و پنج	پریشانی، ادھیڑ بن	ہلکان ہونا	[illegible] حیران ہونا
کانوں کان خبر نہ ہونا	بالکل پتا نہ چلنا	تلملانا	[illegible]
عادتِ بد	بُری عادت	ملازمت	نوکری
دریافت کرنا	پوچھنا	اطمینان	تسلی
آمادہ	تیار	راز	بھید، چھپی بات
ظاہر	نمایاں	بیت جانا	عرصہ گزر جانا

www.downloadclassnotes.com

چاہ	چاہت، چاہنا	جبر کرنا	سختی کرنا
مدت	عرصہ	تعجب	حیرانی
تجویز	رائے	ادھ موا	آدھا مرا ہوا، مرنے کے قریب
زدوکوب کرنا	مارنا پیٹنا	چھاچھ	لسی
سرکنا	کھسکنا	تسلیم کرنا	ماننا

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: اگلے وقتوں کی بات ــــــــ کامیاب نہ ہو سکا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام چغل خور
(ب) مصنف کا نام شفیع عقیل

حل لغت

اگلے وقتوں کی بات: پرانے دور کا قصہ۔ چغل خور: غیبت کرنے والا۔ بارہا: کئی بار۔ دراصل: حقیقت میں۔ ملازمت: نوکری۔ بیکار: فارغ، جسے کوئی کام نہ ہو۔ بہتیری: بہت زیادہ

سیاق وسباق

اس مضمون میں ایک دیہاتی چغل خور کا سبق آموز قصہ بیان کیا گیا ہے جو اپنی چغل خوری کی بری عادت کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گیا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا تھا اور اس طرح انھیں آپس میں بدگمانی میں مبتلا کر دیتا تھا۔ چغل خوری اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ کوشش کے باوجود اس بری عادت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا تھا۔ پہلے اس نے اپنے گاؤں میں فساد برپا کروایا اور وہاں

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ذلیل و خوار ہوا۔ نوکری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ فاقوں تک نوبت آئی تو اس نے کسی دوسرے شہر جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا مگر اپنی بری عادت کی وجہ سے وہاں سے بھی اسے بھاگنا پڑا۔

تشریح

اس پیراگراف میں مصنف بیان کرتا ہے کہ کسی بستی میں ایک ایسا شخص رہتا تھا جسے چغلی کھانے کی بہت عادت تھی۔ وہ ایک دوسرے کی برائی بیان کیا کرتا تھا اور لوگوں میں دشمنی، نفرت اور عداوت کا بیج بویا کرتا تھا۔ اس کا مشغلہ یہی تھا کہ وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا رہے۔ یہ بری عادت اس کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ بڑے جتن اور کوشش کے باوجود اپنی اس عادت سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔ اس کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔ اگر اس میں احساس نام کی کوئی چیز ہوتی اور اس میں ضمیر کی خلش موجود ہوتی تو وہ اپنی اس اخلاقی برائی سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔ اس نے بار بار اس بات کا عہد کیا کہ اب وہ کسی کی چغلی نہیں کھائے گا لیکن چونکہ وہ دل سے ارادہ نہیں کرتا تھا، اس لیے ہر بار ناکام رہتا تھا۔ اپنی اس بری عادت کی وجہ سے چغل خور کو اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ وہ بے کار ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ میں کسی اور جگہ ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر اس کے اپنے گاؤں میں کسی نے بھی اسے ملازمت نہ دی کیوں کہ سب ہی لوگ اس کی چغل خوری والی عادت سے واقف ہو چکے تھے۔

تبصرہ

شفیع عقیل نے بڑے دلچسپ انداز میں ایک اخلاقی برائی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ محض زبان کا چسکا پورا کرنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کی چغلی کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ان کی یہ چھوٹی سی بات کتنے بڑے فتنے کو جنم دیتی ہے۔ گھر کے گھر اجڑ جاتے ہیں اور چغل خور کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے۔ چغل خور کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ وہ معاشرے میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ چغلی جیسی قبیح برائی سے باز نہیں آتا۔

پیراگراف2: اور اس کے بعد وہ سب ــــــــــــ کہیں اور جا چکا تھا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: چغل خور

(ب) مصنف کا نام: شفیع عقیل

حل لغت

پل پڑنا: ٹوٹ پڑنا، حملہ کرنا۔ سرپھٹول: لڑائی مار کٹائی۔ اردگرد: آس پاس۔ بیچ بچاؤ کروانا: صلح کروانا، جھگڑا ختم کروانا۔ کیا دھرا ہے: کام ہے۔ چغل خور: غیبت کرنے والا

سیاق و سباق

پہلے تو چغل خور نے کسان کی بیوی اور کسان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا۔ کسان کی بیوی سے کہا کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا گوشت نمکین ہو گیا ہے۔ دوسری طرف کسان سے کہا کہ تمہاری بیوی پاگل ہو گئی ہے جو کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ ایک طرف کسان کے سالوں کو بھڑکایا کہ تمہارا بہنوئی تمہاری بہن کو روزانہ پیٹتا ہے تو دوسری طرف کسان کے بھائیوں سے جا کر کہہ دیا کہ تمہارے بھائی کے سالے تمہارے بھائی کو زدوکوب کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح چغل خور نے کانی لگائی بجھائی کر کے فتنے کی آگ بھڑکا دی۔

تشریح

جب کسان کی بیوی نے کسان کے جسم کو اپنی زبان سے چکھنے کی کوشش کی تو کسان سمجھا کہ میری بیوی واقعی پاگل ہو گئی ہے اور مجھے کاٹنا چاہتی ہے۔ اس نے جوتا اتار کر اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی۔ ادھر جب کھیت میں چھپے ہوئے کسان کے سالوں نے دیکھا کہ کسان ان کی بہن کو مار رہا ہے تو وہ بھاگے بھاگے آئے اور کسان کو مارنے لگے۔ دوسری طرف کسان کے بھائی بھی لاٹھیاں لے کر میدان میں کود پڑے۔

اس کے بعد سب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ہاتھا پائی ہوئی۔ لاٹھیاں برسنے لگیں۔ ایک دوسرے کے سر پھوڑ دیے گئے۔ خون بہنے لگا اور سب لہولہان ہو گئے۔ سب رشتے ناتے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ آخر کار آس پاس کے کھیتوں میں کام کرنے والے مزارع، کسان اور کارکن وغیرہ بھاگ کر پہنچے اور انھوں نے مداخلت کرتے ہوئے ایک دوسرے کو ہٹایا اور لڑنے کی وجہ پوچھی۔ سب نے بتایا کہ نوکر نے ان سے اس قسم کی باتیں کی تھیں۔ سب اپنی بات ختم کر چکے تو حقیقت سامنے آئی کہ سب کچھ چغل خور کا کیا دھرا ہے۔ سب مل کر چغل خور کو تلاش کرنے لگے، لیکن افسوس کہ چغل خور اس وقت تک گاؤں چھوڑ کر جا چکا تھا۔

تبصرہ

چغل خوری کے نتیجے میں فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے۔ پہلے پہل تو لوگ سچ سمجھتے ہیں لیکن جب حقیقت سامنے آتی ہے تو پچھتاوے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ شفیع عقیل نے بڑے دلچسپ انداز میں چغل خوری کے برے اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ انھوں نے کہانی ہی کہانی میں بتا دیا ہے کہ ایک چھوٹی سی چغلی کتنے بڑے فساد کا پیش خیمہ بن گئی۔ کتنے گھر اس سے متاثر ہوئے۔ خون خرابے تک نوبت جا پہنچی اور جب حقیقت کھلی تو کچھ بھی نہ تھا۔ صرف چغل خور کی زبان کا چسکا تھا۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) کسان نے چغل خور کو کن شرائط پر ملازم رکھا؟

جواب: کسان نے چغل خور کو اپنے ہاں دو شرائط پر ملازم رکھا۔ پہلی شرط صرف روٹی کپڑا مہیا کرنا تھا اور دوسری شرط یہ تھی کہ چغل خور کو چھے ماہ بعد کسان کی چغلی کھانے کی اجازت دے دی جائے۔ دوسری شرط بڑی عجیب تھی لیکن کسان

www.downloadclassnotes.com

اس پر رضامند ہو گیا۔ اس نے سوچا چغلی کھانے سے میرا کیا بگڑے گا۔ میرا کون سا راز ہے جو ظاہر ہو جائے گا۔ مجھے تو مفت میں کام کرنے کے لیے نوکر مل گیا ہے۔

(ب)　چغل خور نے کسان کی بیوی کو کیا کہہ کر بدگمان کیا؟

جواب: جب چغل خور کو کام کرتے چھے مہینے بیت گئے تو چغل خور کسان کی بیوی کے پاس آیا اور کہنے لگا "تمھیں پتا ہے کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے۔ اس نے اب تک تم سے اپنی یہ بیماری چھپائے رکھی ہے۔ میں تمھیں کوڑھی کی ایک نشانی بتاتا ہوں کہ کوڑھی کا گوشت نمکین ہو جاتا ہے۔ تم اس کا گوشت چاٹ کر اس بات کی تصدیق کر سکتی ہو۔" یوں چغل خور نے کسان کی بیوی کو کسان سے بدگمان کر دیا۔

(ج)　ہر چغل خور کس بات کو ماننے سے انکار کرتا ہے؟

جواب　کوئی چغل خور یہ بات نہیں مانتا کہ وہ چغل خور ہے۔ اس کو ڈر ہے کہ کہیں کسان کے بھائی اور اس کے ساتھ والے پہچان نہ لیں اور مار ڈالیں۔

(د)　چغل خور کو اپنی بری عادت سے کیا نقصان اٹھانا پڑا؟

جواب: گاؤں کے سارے لوگ چغل خور کی عادت سے واقف ہو گئے۔ انھوں نے چغل خور کا اعتبار کرنا چھوڑ دیا۔ چغل خوری کی وجہ سے چغل خور کو اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے اور پھر اسے کہیں اور بھی ملازمت نہ ملی۔ یوں چغل خور کی بری عادت کی وجہ سے نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔

-2　لوک کہانی کی مختصر تعریف کیجیے۔

جواب:

لوک کہانی

ایسی کہانی جس میں خیالی اور تصوراتی قصہ بیان کیا گیا ہو، اسے لوک کہانی کہا جاتا ہے۔ یہ کسی ایک آدمی کی تخلیق نہیں ہوتی بلکہ نسل در نسل سفر کرتی ہے اور

وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ اور ترمیم ہوتی رہتی ہیں۔ اس طرح ہمیں ایک ہی کہانی کئی روپ میں پڑھنے کو ملتی ہے۔

جو لوگ لوک کہانیوں پر تحقیق کرتے ہیں وہ لوک کہانیوں یا داستانوں کی باقاعدہ درجہ بندی کرتے ہیں، جو کہانیاں عوام میں زیادہ مقبولیت اختیار کریں، انھیں پہلے درجے پر رکھا جاتا ہے۔

لوک کہانیاں کسی بھی ملک کی ہوں، ان میں بہت سی باتیں مشترک ہوتی ہیں۔ وہی حسین و جمیل شہزادیاں اور وہی خوب صورت اور بہادر شہزادے ہیں۔ وہی خوف ناک دیو ہیں اور وہی ڈراؤنے جن ہیں۔ وہی اڑن قالین اور وہی لکڑی کی کھڑاؤں ہیں جو پلک جھپکنے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاتی ہیں۔ نیکی کا سبق دینے والے فقیر اور سادھو بھی وہی ہیں اور کسی دیو کی قید سے شہزادی کو آزاد کروانے والے دھن کے پکے شہزادے بھی وہی ہیں جن کے ارادے کی راہ میں کوئی سمندر رکاوٹ نہیں بن سکتا نہ ہی کوئی پہاڑ ان کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے۔

ان کہانیوں میں ایک بات ضرور دیکھنے میں آتی ہے کہ جیت ہمیشہ سچائی کی ہوتی ہے۔ اس لیے ایسی کہانیاں آج بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔

لوک کہانیاں زیادہ تر اختصار سے لکھی جاتی ہیں۔ ان کہانیوں کا انداز بھی بیانیہ ہوتا ہے۔ ایسی کہانیوں میں مکالمے نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔

-3　سبق "چاول خور" کے متن کو سامنے رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سبق "چاول خور" مصنف کی کس کتاب سے ماخوذ ہے؟

(i) پنجابی لوک داستانیں　(ii) چینی لوک کہانیاں
(iii) پنجاب کی لوک کہانیاں　(iv) جاپانی کہانیاں

(ب) چاول خور کہاں رہتا تھا؟

(i) گاؤں　(ii) قصبہ
(iii) شہر　(iv) بیرون ملک

(ج) اپنے گاؤں کو چھوڑ کر چاول خور کہاں پہنچا؟

(i) دوسرے گاؤں　(ii) شہر

(iii) بڑے قصبے (iv) دیہی

(د) چغل خور کون سا کام جانتا تھا؟

(i) لکڑی کا (ii) معماری کا

(iii) لوہے کا (iv) کھیتی باڑی کا

(ہ) چغل خور نے روٹی کپڑے کے علاوہ تنخواہ کی بجائے کیا رعایت مانگی؟

(i) چھٹے ماہ بعد ایک چغلی کھانے کی (ii) ہر عید پر دس چھٹیاں

(iii) ایک سو روپے (iv) دو سو روپے نقد اور ایک چغلی

(و) چغل خور نے کیا بتایا کہ کوڑھی کا جسم کیسا ہو جاتا ہے؟

(i) نمکین (ii) میٹھا

(iii) کھٹا (iv) کڑوا

(ز) چغل خور اس لیے نہیں مانتا کہ وہ چغل خور ہے:

(i) اسے ملازمت نہیں ملتی (ii) چغلی لوگ کہانیاں

(iii) کسان کے بائیوں اور سالوں سے ڈرتا ہے

(iv) اسے اپنی بے عزتی سمجھتا ہے

(ح) چغل خور کو چغل خور کہیں تو وہ:

(i) لڑ پڑتا ہے (ii) بھاگ جاتا ہے

(iii) ناراض ہو جاتا ہے (iv) اسے اپنی بے عزتی سمجھتا ہے

(iv)	(د)	(ii)	(ج)	(i)	(ب)	(i)	(الف)
(iii)	(ح)	(iii)	(ز)	(i)	(و)	(i)	(ہ)

4- سبق "چغل خور" کے متن کو مدِنظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) چغل خور خود کھیتی باڑی کا کام جانتا تھا۔	✓
(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ کسان کا جسم نمکین ہو گیا ہے۔	✓
(ج) چغل خور نے کسان سے کہا کہ تمہاری بیوی پاگل ہو گئی ہے۔	✓
(د) کسان کے سالوں نے چغل خور کی چغلی کو جھوٹ جانا۔	x
(ہ) جب چغل خور کی اصلیت کھل گئی تو سب اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔	✓

-5 سبق کے متن کو مد نظر رکھیں اور قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ چن کر خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) چغلی کھانا چغل خور کی ______ ہوتی ہے۔
(فطرت، عادت، جبلت)

(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ وہ ______ ہو گیا ہے۔
(باؤلا، کوڑھی، پاگل)

(ج) چغل خور نے کسان سے ______ بعد ایک چغلی کھانے کی اجازت مانگی۔
(ایک ماہ، چھے ماہ، نو ماہ)

(د) چغل خور کو چغل خور کہا جائے تو وہ ______
(لڑ پڑتا ہے، بھاگ جاتا ہے، ناراض ہو جاتا ہے)

(ہ) چغل خور کی چغل خوری کا نتیجہ ______ کی صورت میں نکلا۔
(طلاق، سر پھٹول، قتل و غارت)

جواب: (الف) چغلی کھانا چغل خور کی عادت ہوتی ہے۔
(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ وہ کوڑھی ہو گیا ہے۔
(ج) چغل خور نے کسان سے چھے ماہ بعد ایک چغلی کھانے کی اجازت مانگی۔
(د) چغل خور کو چغل خور کہا جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔
(ہ) چغل خور کی چغل خوری کا نتیجہ سر پھٹول کی صورت میں نکلا۔

-6 اس لوک کہانی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
جواب: دیکھیے خلاصہ

-7 مندرجہ ذیل محاورات اور الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
تملانا، ادھ مُوا، ہلکان ہونا، کانوں کان خبر نہ ہونا، کشش و پنج میں مبتلا ہونا، در در کی خاک چھاننا

الفاظ	جملوں میں استعمال
تملانا	عائزہ بہت تملائی مگر اس کا نیا سوٹ ایمن نے پہن ہی لیا۔
ادھ مُوا	دیہاتیوں نے چور کو مار مار کر ادھ مُوا کر دیا۔

www.d... .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ہلکان ہونا	بچہ رو رو کر ہلکان ہو گیا۔
کانوں کان خبر نہ ہونا	کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور ارشد نے ایک عالی شان مکان بنوالیا۔
شش و پنج میں مبتلا ہونا	آپ کی بات سن کر تو میں شش و پنج میں مبتلا ہو گیا ہوں۔
در در کی خاک چھاننا	آج کل ملازمت حاصل کرنے کے لیے در در کی خاک چھاننا پڑتی ہے۔

جملہ معترضہ

جملہ معترضہ ایسا لفظ یا جملہ ہوتا ہے جو وضاحت یا طنز کے لیے لکھا یا بولا جاتا ہے۔ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا البتہ اس کے نہ ہونے سے وضاحت میں ایک گونہ تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ چند جملے ملاحظہ کیجیے۔

-1 غبارِ خاطر (مولانا ابو الکلام آزاد کے خطوط کا مجموعہ) کا تازہ ایڈیشن مارکیٹ میں دستیاب ہے۔
اس عبارت میں "مولانا ابو الکلام آزاد کے خطوط کا مجموعہ" جملہ معترضہ ہے۔

-2 بلال (پروفیسر فاروق کا بیٹا) جماعت میں اوّل آیا ہے۔
اس عبارت میں "پروفیسر فاروق کا بیٹا" جملہ معترضہ ہے۔

جملہ معترضہ کی مزید مثالیں

(i) سکندر (جو میرے ساتھ سکول میں پڑھتا تھا) کل اچانک مجھے بازار میں مل گیا۔
جملہ معترضہ: جو میرے ساتھ سکول میں پڑھتا تھا۔

(ii) سمیرا (جو کبھی ہمارے محلے میں رہتی تھی) آج کل انگلینڈ میں ہوتی ہے۔
جملہ معترضہ: جو کبھی ہمارے محلے میں رہتی تھی

(iii) شیر (جو جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے) گوشت خور جانور ہے۔
جملہ معترضہ: جو جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے

(iv) عودِ ہندی (جو غالب کے خطوط کا مجموعہ ہے) پڑھنے کے لائق ہے۔
جملہ معترضہ: جو غالب کے خطوط کا مجموعہ ہے

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

سرگرمیاں

-1 کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا یا کسی سے غلط باتیں منسوب کرنا فتنہ پروری ہے۔ اس کے نقصانات پر دس بارہ سطروں کا نوٹ لکھیے۔

جواب کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جو اگر اس کی موجودگی میں کہی جائے تو اس کو برا لگے غیبت کہلاتا ہے۔ غیبت عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کے معنی چغلی کھانا کے ہیں۔ چغلی کھانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ جس کی چغلی کھا رہا ہے اسے دوسروں کی نظر میں بے وقعت کیا جائے۔ چغل خور اپنے چند منٹ زبان کے چسکے کے لیے کہ مجھے اس بات کا علم ہے اور میں اسے دوسروں کو بتاؤں، بہت بڑا نقصان کرتا ہے۔ چغلی کھانے والا نہیں جانتا کہ اس سے کتنا بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔ کسی کو جان بوجھ کر نقصان پہنچانا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔

چغل خوری کے نقصانات

-1 دوست ایک دوسرے سے روٹھ جاتے ہیں۔
-2 بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔
-3 رشتے دار متاثر ہوتے ہیں۔
-4 بھائی بھائی آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔
-5 آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔

-2 طلبہ اپنے استاد سے پوچھ کر کسی اور مصنف کی کوئی لوک کہانی پڑھیں۔

جواب: اپنی مدد آپ

پرانے زمانے کی بات ہے کہ کسی کسان کی زمین میں چنڈول کا ایک بوڑھا

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

درخت تھا۔ یہ درخت بوڑھا ہونے کی وجہ سے سوکھ گیا تھا اور بہار کے موسم میں بھی اس کے نئے پتے نہ نکلتے تھے۔ اس لیے یہ کسان اور اس کے بچوں کو چھاؤں بھی مہیا نہ کرتا تھا۔ اس درخت کی خشک شاخوں پر ایک چڑیا نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔ چڑیا نے گھونسلے میں انڈے دے دیے اور دونوں وہاں آرام سے رہنے لگے۔

ایک دن چڑا باہر سے دانا چگ کر گھونسلے میں آیا تو چڑیا مغموم بیٹھی ہوئی تھی۔ پوچھنے پر چڑیا نے بتایا کہ آج کسان اپنے عزیزوں سے باتیں کر رہا تھا کہ "درخت کو کاٹ دینا چاہیے۔" میں پریشان ہوں کہ اگر درخت کاٹ دیا گیا تو ہم کہاں جائیں گے؟ چڑے نے چڑیا کو حوصلہ دیا۔ "تم تو خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو، کچھ بھی نہ ہوگا۔" واقعی کچھ بھی نہ ہوا اور اس اثنا میں انڈوں میں سے ننھے منے بچے نکل آئے۔ ایک ہفتے کے بعد چڑا گھونسلے میں واپس آیا تو چڑیا کو پھر مغموم پایا۔ چڑیا نے بتایا کہ آج کسان اپنے بڑے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ "گاؤں کے ترکھان کو بلا لاؤ تاکہ وہ آری سے درخت کاٹ دے۔" چڑے نے پھر چڑیا کو حوصلہ دیا اور کہا کہ "تم فکر نہ کرو، کچھ بھی نہ ہوگا۔" تین دن گزر گئے اور کچھ بھی نہ ہوا۔ چوتھے دن چڑیا نے پھر پریشانی کا اظہار کیا۔ اس نے بتایا کہ کسان اپنے بیٹوں سے کہہ رہا تھا کہ "گھر میں پڑا ہوا آرا لے آؤ میں خود درخت کاٹ لوں گا۔" چڑے نے یہ بات سنی تو کہا کہ "البتہ اب پریشانی ضرور ہے کیوں کہ جب کوئی شخص خود کام کرنے کا تہیہ کر لے اور اپنی مدد آپ کرنے کا عزم کر لے تو کام یقیناً پورا ہو جاتا ہے۔" اگر کسان نے اپنی مدد آپ کرنے کا عزم کر لیا ہے تو ہمیں آج ہی یہاں سے نقل مکانی کر لینی چاہیے۔ یہ کہہ کر چڑیا اور چڑے نے اپنے ننھے منے بچوں کو ساتھ اڑا کر تھوڑے فاصلے پر ایک اور درخت پر اپنا ٹھکانا بنا لیا اور پھر انھوں نے دیکھا کہ سوکھا ہوا درخت واقعی کٹ گیا۔

نتیجہ: اپنی مدد آپ سے ہر کام مکمل ہو جاتا ہے۔

-3 بری عادتیں کیسے ترک کی جائیں؟ اپنے استاد سے پوچھ کر کم از کم تین نکات لکھیں۔

جواب: برائی کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پہاڑ سے نیچے اتر رہا ہو، وہ ایک قدم اٹھاتا ہے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے اور نیکی کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پہاڑ پر چڑھ رہا ہو، ہر اگلا قدم پچھلے قدم سے مشکل ہوتا ہے۔

انسان صدقِ دل سے تہیہ کر لے کہ میں نے برائی سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہے تو وہ اپنی قوتِ ارادی کے بل بوتے پر برائی ترک کر سکتا ہے۔

ایسے دوستوں سے اجتناب کرنا چاہیے جو برائی پر اکساتے ہیں۔

اخلاقی اور سماجی برائیوں کی مذمت کے بارے میں احادیث اور قرآنی آیات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی روشنی میں اپنے آپ کو بہتر بنایا جائے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو توجہ دلائی جائے کہ چغلی، غیبت، جھوٹ، گالی دینا اور دیگر اخلاقی عیوب بڑی برائیاں ہیں۔

جواب: ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا دین ہمیں اپنی زندگی ہر قسم کی برائی سے پاک رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن مجید میں چغلی کھانے کو بہت بڑا گناہ کہا گیا ہے۔ چغلی کھانے والے کی مثال مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

''اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اسے تو تم پسند نہیں کرتے۔'' (سورۃ الحجرات آیت 12)

کسی بات کو جان بوجھ کر چھپانا یا کوئی ایسا واقعہ یا بات بتانا کہ خود کو اصل بات یا واقعے کا پتا ہو لیکن جان بوجھ کر اصل بات کے الٹ بیان کریں تو یہ جھوٹ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد

ہے "اور جھوٹی بات سے بچو۔" (سورۃ الحج آیت 30)

ایک اخلاقی برائی جسے ہم بالکل معمولی سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ بچے دوسروں کی چیز محض مذاق ہی مذاق میں چھپا لیتے ہیں۔ اصل میں یہ چوری کی ابتدائی قسم ہے۔ اگر اس کی ابتدا ہی میں روک تھام نہ کی جائے تو یہ برائی جڑ پکڑ لیتی ہے اور انسان چور بن جاتا ہے۔

طلبہ سے ایسی سماجی برائیوں کی فہرست تیار کرائیں جو ہمارے ہاں عام ہیں، پھر طلبہ سے وعدہ لیا جائے کہ وہ ہمیشہ ان سے بچتے رہیں گے۔

جواب: ہمارے معاشرے میں بہت سی سماجی برائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے معاشرہ بدامنی اور بدانتظامی کا شکار ہو جاتا ہے مگر ہم انھیں معمولی خیال کرتے ہیں۔

سب سے بڑی اخلاقی برائی جھوٹ ہے۔ کسی بات کو جانتے بوجھتے چھپانا جھوٹ ہے۔ عام طور پر جھوٹ کسی نقصان سے بچنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں آج کل ایک بات فیشن کے طور پر رواج پا گئی ہے کہ چھٹی کے دن ہم گھر پر آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ کوئی ملاقاتی آئے تو ہم بچوں سے کہہ دیتے ہیں کہ جا کر کہو ابو گھر پر نہیں ہیں۔ یوں خود بھی جھوٹ بولتے ہیں اور بچوں کو بھی جھوٹ بولنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ کیا یہ بات ان کی آئندہ آنے والی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوگی، یقیناً ہوگی۔

گالی دینا بھی اخلاقی برائی ہے۔ اگرچہ اس کے لیے کوئی قانون نہیں ہے کہ گالی دینے والے کو یہ سزا دی جائے گی مگر یہ اخلاقی برائی ہے۔ انسان کی زبان، ذہن اور خیالات پراگندگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کو گالی دی جائے وہ غصے میں آ جاتا ہے۔ نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے۔

کسی پر بہتان لگانا بھی برائی میں شمار ہوتا ہے۔ بہتان سے مراد یہ ہے کہ کسی کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جو اس میں موجود نہ ہو۔

www.downloadclassnotes.com

اساتذہ کرام بچوں کو اخلاقی برائیوں سے آگاہ کرتے ہوئے ان سے وعدہ لیں کہ وہ ان برائیوں سے دور رہیں گے اور دوسروں کو بھی ان برائیوں سے دور رہنے کے لیے کہیں گے۔

-3 طلبہ کو لوک کہانی کے مفہوم اور اخلاقی مقصد سے آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے سوال نمبر 2 کا جواب

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) چغل خور کا اعتبار کرتے ہیں:

(i) اس کے دوست (ii) اس کے ہمسایے
(iii) اس کے گھر والے (iv) کوئی اعتبار نہیں کرتا

(ب) کسان کو ضرورت تھی:

(i) ایک نوکر کی (ii) عمدہ بیج کی
(iii) آب پاشی کے پانی کی (iv) بیلوں کی جوڑی کی

(ج) کسان یہ بات بھول گیا کہ چغل خور نے اجازت مانگی تھی:

(i) اپنے گھر جانے کی (ii) چغلی کھانے کی
(iii) شادی کرنے کی (iv) زمین اپنے نام کرنے کی

(د) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ تمھارا خاوند ہو گیا ہے:

(i) پاگل (ii) بیمار
(iii) کوڑھی (iv) قید

(ہ) چغل خور نے کسان کی بیوی سے کہا کہ تم اسے آزما سکتی ہو:

(i) ٹیسٹ کروا کے (ii) چاٹ کر

(iii) دوڑا کر (iv) تہلا کر

(ہ) کسان اپنے گھر نہیں گیا تھا:

(i) دو روز سے (ii) پانچ روز سے

(iii) ایک ہفتے سے (iv) ایک مہینے سے

(ز) چغل خور نے کسان سے کہا تمھاری بیوی ہو گئی ہے:

(i) بیمار (ii) تن درست

(iii) پاگل (iv) چالاک

(ح) کسان نے اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی:

(i) ہاتھوں سے (ii) چھڑی سے

(iii) جوتے سے (iv) پاؤں سے

(ط) چغل خور کو چغل خور کہیں تو وہ:

(i) خوش ہوتا ہے (ii) ناراض ہوتا ہے

(iii) منہ چھپاتا ہے (iv) چغلی چھوڑ دیتا ہے

(ی) "چغل خور" لوک داستان کے مصنف کا نام ہے:

(i) عقیل احمد (ii) شاہد احمد دہلوی

(iii) شفیع عقیل (iv) [illegible]

جواب

(الف)	(iv)	(ب)	(i)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(iii)
(ط)	(ii)	(ی)	(iii)				

حکیم محمد سعید
(1920ء تا 1998ء)

استنبول

تدریسی مقاصد

- اسلامی ملک ترکی کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
- ترکی کی اہمیت سے روشناس کروانا۔
- ترکی کے اہم تاریخی مقامات سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ کو سفرنامے کے بارے میں بتانا۔
- دوسرے ممالک کی تہذیب سے روشناس کروانا۔
- حکیم محمد سعید کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- حکیم محمد سعید کے اسلوبِ بیان کے بارے میں بتانا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: محمد سعید، ولدیت: عبدالمجید، تاریخ پیدائش: 9 جنوری 1920ء
جائے پیدائش: دہلی

آپ کا خاندان "حکیموں کا خاندان" کے نام سے مشہور تھا۔ جب حکیم محمد سعید کی عمر دو سال کی تھی، اس وقت آپ کے والد وفات پا گئے۔ آپ کے بڑے بھائی حکیم عبدالحمید اور والدہ نے آپ کی پرورش کی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے لیا جہاں آپ نے بڑے بڑے اساتذہ سے حکمت کی تعلیم حاصل کی۔

1948ء میں آپ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ آپ نے کراچی میں ایک کرا

کرائے پر لے لیا اور اس میں "ہمدرد دواخانہ (وقف)" قائم کیا۔ آپ نے اس دواخانے کے لیے دن رات سخت محنت کی۔ اس دواخانے نے بہت ترقی کی۔ آج اس ادارے کی شاخیں پورے ملک میں کام کر رہی ہیں۔

حکیم محمد سعید کی خواہش تھی کہ وہ علم و حکمت کا ایک شہر آباد کریں۔ مسلسل محنت کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ انھوں نے بھی اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے سخت محنت کی۔ ان کی محنت رنگ لائی اور 1983ء میں ان کا خواب پورا ہوا۔ علم و حکمت کے اس شہر کا نام "مدینۃ الحکمت" ہے جو کراچی کے قریب آباد ہے۔ یہاں ہمدرد یونیورسٹی، بیت الحکمت (لائبریری) اور دوسرے بہت سے تعلیمی و رفاہی ادارے قائم ہیں۔

تصانیف: حکیم محمد سعید نے 1953ء میں بچوں کے لیے ایک رسالہ "ہمدرد نونہال" کے نام سے جاری کیا جو برابر مسلسل شائع ہوتا ہے۔ آپ کی زیرِ ادارت پانچ اُردو اور پانچ انگریزی رسالے شائع ہوتے رہے ہیں۔

وہ صدرِ پاکستان کے مشیر اور صوبہ سندھ کے گورنر بھی رہے۔ حکیم محمد سعید کو دوسرے ممالک کا سفر کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ جس ملک میں بھی گئے وہاں کے حالات، تاریخ اور لوگوں کے رہن سہن کے بارے میں دلچسپ اور معلوماتی سفرنامے لکھے۔ ان سفرناموں میں "سفر اوقیانوس کے پار"، "سعید سیاح تہران میں"، "سعید سیاح لندن میں"، "سعید سیاح ترکی میں"، "سعید سیاح کویت میں"، "دلی کی سیر" اور "استنبول کا سفر" بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں "یورپ نامہ"، "قلب اور صحت"، "تعلیم و تربیت"، "جرمنی نامہ"، "کوریا کہانی" اور "ایک مسافر چار ملک" شامل ہیں۔

آپ کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو 1966ء میں "ستارۂ امتیاز" عطا کیا۔

وفات: 17 اکتوبر 1998ء کو اس عظیم انسان کو روزے کی حالت میں شہید کر دیا گیا۔ انھیں کراچی میں دفن کیا گیا۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

مرکزی خیال

اس کہانی کا مرکزی خیال استنبول کی سیر کے گرد گھومتا ہے۔ حکیم محمد سعید نے ترکی کے شہر استنبول کی سیر کے بارے میں بتایا اور بہت سی معلومات فراہم کی ہیں۔ حکیم محمد سعید کا خیال ہے کہ ترک ایک مہذب قوم ہے۔ ترکی میں بے شمار تاریخی عمارات ہیں جن کو دیکھنے سے پرانی تہذیب کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ترکی کا فنِ تعمیر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جس بادشاہ نے بھی ترکی پر حکومت کی، اس نے تعمیرات میں اضافہ کیا۔ ترکی کے شہر استنبول میں بے شمار مساجد ہیں، اسی لیے استنبول کو مسجدوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔

اہم نکات

- استنبول پر مسلمانوں کا حملہ
- خوب صورت تعمیرات
- مساجد پر خطاطی
- مساجد کا شہر
- استنبول کانفرنس
- مہذب قوم
- سلیمانیہ مسجد
- توپ کاپی محل عجائب خانہ
- قلمی نسخے
- مسجد سلطان احمد
- حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا مزار
- نبی اکرم ﷺ کی بشارت

خلاصہ

استنبول ترکی کا شہر ہے جس پر مسلمانوں نے 672ء میں حملہ کیا لیکن سات سالہ محاصرے کے بعد ناکام لوٹے۔ حملے کی خاص بات حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اس مہم میں شامل ہونا تھا۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

مراد ثانی نے 1452ء میں استنبول پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اور ایا صوفیہ میں جمعے کی نماز پڑھی۔ قسطنطنیہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ آسمان سے فرشتہ اتر کر فاتحین کو دھکیل دے گا مگر ایسا نہ ہوا۔ مسلمانوں نے ترکی کی تعمیرات میں بہت اضافہ کیا۔ اکثر عثمانی حکمرانوں نے مساجد کی دیواروں پر آیاتِ قرآنی کندہ کروائیں۔ مسجد میں مدرسہ، کتب خانہ اور دارالطعام بھی بنوایا۔ سلطان عبدالمجید کے عہد میں اس مسجد کی مرمت کروائی گئی اور آٹھ لوحیں نصب کی گئیں۔ استنبول کو مساجد کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہاں پانچ سو مساجد ہیں۔

میں ترکی حکومت کی دعوت پر ترکی گیا۔ ترکی میں میرے ایک دوست ڈوگولاپچی تھے۔ ترکی کے وزیر اعظم ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔ ہم ان کے ساتھ مسجد سلیمانیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے آئے۔ یہاں آدھا خطبہ عربی زبان میں اور آدھا ترکی زبان میں ہوتا ہے۔

ترک بڑی منظم قوم ہیں۔ مسجد سلیمانیہ سلطان سلیمان نے بنوائی۔ یہ مسجد ترکوں کی نفاست پسندی کا حسین مرقع ہے۔ مسجد سلیمانیہ کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ ہے جہاں ایک لاکھ قلمی کتابیں موجود ہیں۔ یہ کتابیں بڑی ترتیب سے رکھی ہوئی ہیں۔ مسجد سلیمانیہ سے ہو کر ہم توپ کاپی محل گئے۔ آج کل توپ کاپی محل کو عجائب گھر کی حیثیت حاصل ہے۔ ہم ناشتا کر کے اس کی سیر کے لیے چلے۔

توپ کاپی محل آثارِ قدیمہ کے علاوہ فوجی عجائب گھر بھی ہے جو "اوقاف" کہلاتا ہے۔ یہاں مصوری کے حیرت انگیز نمونے موجود ہیں۔ اس عجائب گھر میں نادر و نایاب کتابیں بھی ہیں۔ بعض ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جن کا ایک ہی نسخہ دنیا میں موجود ہے۔ انگریزوں کے علمی ذوق کی تعریف کی جاتی ہے مگر بقول ولیم راجرز انگریز توپ کاپی محل کا ذکر کرنا بھول گئے۔

فنِ خطاطی کے مظہر کی حیثیت سے مختلف خطاطوں کی لکھی ہوئی آیات جگہ جگہ موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سوانح پر خطِ ثلث میں ایک اہم مخطوطہ بھی توپ کاپی محل میں موجود ہے۔

مسجد سلطان احمد، سلطان احمد نے بنوائی تھی جو صرف چودہ سال کی عمر میں تخت

Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

نشین ہوا۔ سلطان احمد نے 1617ء میں وفات پائی۔ مسجد سلطان احمد شاہی مساجد میں بہت ممتاز ہے۔ یہ شاہی تہوار منانے کی جگہ ہے۔ یہاں ہم نے ظہر اور عصر کی نماز ملا کر ادا کی۔

ترکی آ کر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار پر ضرور حاضر ہوتا ہوں۔ حضرت ابوایوبؓ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ وہ مدینے میں حضورﷺ کے میزبان تھے۔

حضرت محمدﷺ کی بشارت کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں قسطنطنیہ پر فوج کشی ہوئی۔ اسی دوران میں ایک مہلک وبا پھیل گئی۔ بہت سے دوسرے مجاہدین کے ساتھ حضرت ابو ایوبؓ بھی اس وبا میں انتقال کر گئے۔ انھیں رات کے وقت استنبول شہر کی دیواروں کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ اب ہمیں اتاترک کے ہوائی میدان میں جانا تھا۔ میں خوش تھا کہ میں نے آٹھ گھنٹوں میں اپنے دوستوں کو ترکی کی سیر کروا دی۔

مضمون پر تبصرہ

حکیم محمد سعید کا طرزِ تحریر نہایت عمدہ ہے۔ قاری ان کا سفرنامہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ خود بھی ان کے ساتھ محوِ سفر ہو۔ ان کے جملے بے ساختہ اور بناوٹ سے پاک ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب بڑے دلچسپ انداز میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ وہ جزئیات کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اس سفرنامے میں بھی انھوں نے ترکی کے بارے میں بہت سی معلومات فراہم کی ہیں۔ ان کا سفرنامہ پڑھ کر اگر ترکی کی سیر کی جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ ہم پہلے بھی اس جگہ آ چکے ہیں۔ یہی ایک اچھے لکھاری کا کمال ہوتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
محاصرہ	گھیراؤ کرنا	اہمیت	خاص ہونا
جلیل القدر	بہت زیادہ عزت والا	شریک	شامل

لفظ	معنی	لفظ	معنی
مہم	معرکے کا کام، بھاری کام، جنگ، لڑائی	انتقال	ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، مر جانا
مدفون	دفن ہونا	فتح	جیت
مقدر ہو چکنا	کسی کی قسمت میں ہونا	منصوبہ بندی	تجویز کرنا، تدبیر کرنا
کلیسا	گرجا، عیسائیوں کی عبادت گاہ	اضافہ کرنا	کسی چیز کو زیادہ کرنا، بڑھانا
[illegible]	ہلکے سیاہ رنگ کی قلعی	منہدم کرنا	ڈھانا
ثانی	دوسرا	ثالث	تیسرا
سنگِ جراحت	[illegible] سفید پتھر جو [illegible] ہے	چبوترہ	مربع یا مستطیل اونچی جگہ، چوکی
رابع	چوتھا	خطاط	کاتب، خوش نویس
وسیع	کھلا، کشادہ	[illegible]ارالطعام	کھانے کا کمرا
بیش قیمت	بہت قیمتی	[illegible]	مخفی
نصب کرنا	لگانا، گاڑنا	[illegible]	خوبی، خاص بات
جلوہ گر	نمایاں، ظاہر	مرکز	وسط
سربراہ	حکمران	مندوبین	[illegible]
اول صف	پہلی قطار	کھچا کھچ بھرا ہونا	بہت [illegible]
منبر	بلند مقام جہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خطبہ پڑھتے ہیں	دو رویہ	راستے کے [illegible] جانب
اطمینان	تسلی	شائستہ	مہذب، اچھے اخلاق والا

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

منظم	نظم و ضبط والے	ایما پر	اشارے پر
ڈسپلن	نظم و ضبط	سنگِ بنیاد	پہلا پتھر
پایۂ تکمیل کو پہنچنا	مکمل ہونا	نقش و نگار	کھدے ہوئے پھول بوٹے
[illegible] پسندی	اچھی چیز کو پسند کرنا	مرقع	مجموعہ
[illegible]	ساتھ ملا ہوا، جڑا ہوا	مخطوطہ	غیر مطبوعہ مسودہ
ذخیرہ	گودام، جمع پونجی	رفیق	ساتھی، دوست
مسرت	خوشی	صرف کرنا	خرچ کرنا
سیلابی	[illegible] والا یہاں [illegible]	جمِ غفیر	بہت زیادہ بھیڑ
زوردار	عمدہ	[illegible] کرنا	چیتا
حیثیت	قدرت، مقدور	[illegible] آفاق	پوری دُنیا میں مشہور
آرائش و تزئین	سجاوٹ	[illegible]	لباس
آثارِ قدیمہ	پرانی نشانیاں	میوزیم	عجائب گھر
نقاشی	نقش و نگار بنانا	حیرت انگیز	[illegible]
ثقافت	تہذیب، رہن سہن	بالخصوص	[illegible]
نمونہ	قالب، نقشہ	نمایاں	ظاہر
نوادر	نادر کی جمع، عجیب	مدح	تعریف
ستائش	تعریف	بیت الحکمت	حکمت کا گھر
نظر انداز کرنا	توجہ نہ دینا	بہ کثرت	زیادہ ہونا
مسودہ	ہاتھ سے لکھی تحریر	مظہر	ظاہر ہونا

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

ہیچ	کمتر	عالمی شہرت	پوری دنیا میں مشہور
ہنر مندی	کاری گری	نسخ	ایک رسم الخط کا نام
تخت نشین ہونا	تخت پر بیٹھنا	صاحب تدبر	دانش ور
پختہ کار	اپنے کام میں ماہر	تہوار	سالانہ تقریب
مجمع	گروہ، بھیڑ	حامل	کسی چیز کو لے جانے والا
مزارِ اقدس	مقدس مزار	مرتبۂ علم	علم کا درجہ
جوشِ ایمانی	ایمان کا جوش	حق گوئی	سچی بات کہنا
بے کراں	بےحد، کنارے کے مراد بہت زیادہ	عقیدت	ارادت مندی
قضا و قدر	اللہ تعالیٰ کی رضا	شرف	عزت
فوج کشی کرنا	حملہ آور ہونا	علیل	بیمار
مرجع	رجوع کرنے کی جگہ	خیر و برکت	بھلائی

پیرا گراف کی تشریح ۱

پیرا گراف 1: توپ کاپی میں ــــــ نسخہ دنیا میں موجود نہیں

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: استنبول
(ب) مصنف کا نام: حکیم محمد سعید

حل لغت

آثار قدیمہ: پرانی نشانیاں۔ عجائب گھر: تاریخی اور نادر چیزیں رکھنے کی جگہ۔
نقاشی: نقش و نگار بنانا۔ مصوری: تصویریں بنانا۔ نمونہ: قالب، سانچہ۔ ثقافت:

www.downloadclassnotes.com

تہذیب، رہن سہن۔ بالخصوص: خاص طور پر۔ حیرت انگیز: حیران کرنے والے۔ نمایاں: ظاہر۔ نوادر: نادر کی جمع، عجیب و غریب چیزیں۔ بیش بہا: بہت زیادہ۔ مخزن: خزانہ۔ مخطوطہ: غیر مطبوعہ قلمی نسخہ۔ شعبہ: حصہ

سیاق و سباق

حکیم محمد سعید نے اپنے سفرنامے میں ترکی کے شہر استنبول کی سیاحت کے بارے میں لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ہم نے ترکی کے شہر استنبول کی سیر کی۔ استنبول کا پرانا نام قسطنطنیہ تھا۔ اسے مساجد کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ اس شہر میں کم و بیش پانچ سو مساجد ہیں۔ ہم ترکی کی حکومت کے کہنے پر وہاں گئے۔ ترکی کے وزیر اعظم جناب ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔ ہم نے مسجد سلیمانیہ میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ اس مسجد میں خطبہ آدھا عربی اور آدھا ترکی زبان میں ہوتا ہے۔ ہم نے مختلف جگہوں کی سیر کی۔ اب ہم سیر کرنے کے لیے توپ کاپی محل جانا چاہتے تھے۔ توپ کاپی محل کہنے کو تو ایک محل ہے مگر اس میں ایک عجائب گھر قائم ہے۔ سیاحوں کی ایک بہت بڑی جماعت اس عجائب خانے کو دیکھنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ ہم بھی اس محل کی سیر کے لیے چل پڑے۔

تشریح

توپ کاپی محل کہنے کو تو ایک محل ہے مگر اس میں ایک عجائب گھر بھی ہے۔ اس میں رکھی ہوئی تاریخی چیزیں سیاحوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا لیتی ہیں۔ اس عجائب گھر میں پرانی تہذیب کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے عجائب گھر کے علاوہ یہاں ایک فوجی نوعیت کا عجائب گھر بھی ہے، جہاں مختلف قسم کا اسلحہ رکھا ہوا ہے۔ اس فوجی عجائب گھر کو "اوقاف" کہا جاتا ہے۔ توپ کاپی دوسرا محل ہے جو عثمانیوں کے عہد میں استنبول میں تعمیر کیا گیا۔ توپ کاپی محل 1467ء میں مکمل ہوا تھا۔

آج اسے ایک عجائب گھر کی حیثیت حاصل ہے۔ اس عجائب گھر میں ترکی کے اسلامی آرٹ، ادب، دیواری نقش و نگار [illegible] کے بھی جو ان گنت نمونے موجود ہیں۔

اسلامی علم وفن اور رہن سہن کے طریقے کو آگے بڑھانے میں ترکی پر حکومت کرنے والے سلجوق بادشاہوں اور خاص طور پر عثمانی حکمرانوں کا کردار بہت زیادہ ہے۔ ان حکمرانوں میں بہت زیادہ علمی ذوق تھا۔ وہ علم وفن کے قدر دان تھے۔ انھی کے اس ذوق کی وجہ سے استنبول کا عجائب خانہ جس کا نام توپ کاپی محل ہے اور جو نوادرات اور آثار قدیمہ کا حسین مرقع ہے، پوری دنیا کے سیاحوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ عجائب گھر علم وفن کے قیمتی، بہت زیادہ ذخیروں اور نادر و نایاب کتابوں کا خزانہ بھی ہے۔ ہر چیز کے لیے الگ الگ شعبہ ہے۔ مخطوطات کو الگ شعبے میں رکھا گیا ہے۔ قلمی نسخوں کے لیے ایک الگ شعبہ بنایا گیا ہے۔ اس ذخیرے میں بعض کتابیں ایسی ہیں جن کا پوری دنیا میں ایک ہی نسخہ موجود ہے اور وہ نسخہ توپ کاپی محل میں ہے۔

تبصرہ

حکیم محمد سعید نے ترکی کے عجائب گھر کا ذکر کرتے ہوئے اتنی زیادہ معلومات فراہم کر دی ہیں کہ ایک ایک چیز کی تفصیل یاد رہے۔ ان کی تحریر کا انداز نہایت سادہ ہے۔ کسی بھی واقعہ کو پیش کرنے میں انھیں مہارت حاصل ہے۔ ان کی تحریر اتنی جامع ہوتی ہے کہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) استنبول پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات کیا ہے؟

جواب: استنبول پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات یہ تھی کہ اس حملے میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے بھی حصہ لیا تھا۔ اسی مہم کے دوران میں ایک وبا پھوٹ پڑی۔ آپؓ بھی اس وبا کا شکار ہو گئے۔ اس وبا کی وجہ سے آپؓ وفات پا گئے۔ آپؓ کو استنبول میں ہی دفن کیا گیا۔

www.downloadclassnotes.com

(ب) ایا صوفیہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ مختصراً تحریر کیجیے۔

جواب: ایا صوفیہ ترکی کے شہر استنبول میں بنائی گئی ایک مسجد ہے۔ جب مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تو سلطان مراد ثانی نے سب سے پہلے اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ مسلمانوں نے اس مسجد کی تعمیر میں بہت زیادہ اضافہ کیا۔ دیواروں اور چھتوں کی پچی کاری پر سرمئی قلعی کی گئی۔ جن دیواروں پر بت بنے ہوئے تھے انھیں منہدم کروا کے نئی دیوار بنوا دی گئی۔ سلطان محمد نے اس مسجد کا ایک بلند مینار تعمیر کروایا۔ سلیم ثانی نے شمال کی جانب ایک دوسرا مینار بنوایا۔ مراد ثالث نے باقی دو مینار بنوائے اور مرمت کا کام مکمل کروایا۔ سلطان مراد رابع نے مسجد کی خالی دیواروں پر مشہور خطاط مصطفیٰ چلپی سے بڑے بڑے سنہری حروف میں آیاتِ قرآنی لکھوائیں۔ محمود اول نے 1754ء میں وسیع چھت کا سلطانی راستہ، ایک خوب صورت فوارہ ایک مدرسہ اور شمال میں ایک وسیع دارالطعام بنوایا نیز مسجد میں ایک بیش قیمت کتب خانہ قائم کیا۔

(ج) ترکی میں جمعۃ المبارک کا آدھا آدھا خطبہ کن دو زبانوں میں دیا گیا؟

جواب: ترکی میں جمعۃ المبارک کا آدھا خطبہ عربی زبان میں اور آدھا ترکی زبان میں دیا گیا۔

(د) "توپ کاپی" محل کا تعارف اپنے الفاظ میں کرائیے۔

جواب: ترکی میں بنا ہوا توپ کاپی محل دوسرا محل ہے جو عثمانیوں کے دور میں استنبول میں تعمیر کیا گیا تھا۔ جب سلطان محمد دوم نے بازنطینی حکمران کو شکست دی اور شہر پر قبضہ کر لیا تو یہاں اس نے ایک محل تعمیر کروایا۔ اس محل کی جگہ آج کل استنبول یونیورسٹی قائم ہے۔ اس کے بعد دوسرا محل تعمیر کروایا جس کا نام توپ کاپی محل تھا۔ یہ محل پہلے محل کے چودہ سال بعد مکمل ہوا۔ مختلف بادشاہوں نے اپنی اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق اس محل میں ترمیم و اضافہ کیا۔ جب

ترکی کے سلطان کے لیے ایک نیا محل "دولما باچی" تعمیر ہو گیا تو پھر توپ کاپی محل کی شاہی حیثیت ختم ہو گئی۔ اب اس محل کو عجائب گھر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں دو طرح کے عجائب گھر ہیں۔ ایک عجائب گھر آثارِ قدیمہ سے متعلق ہے جب کہ دوسرا عجائب گھر فوجی نوعیت کا ہے۔

(ہ) مصنف کے شریکِ سفر دوستوں کے نام تحریر کیجیے۔

جواب: مصنف کے شریکِ سفر دوست درج ذیل تھے۔
محترمہ خانم ڈسلوا، محترم ڈاکٹر محمد شعیب اختر، محترم ڈاکٹر عطاء الرحمان، محترم جناب ڈاکٹر ظفر اقبال۔

2- حوالۂ متن اور سیاق و سباق کے ساتھ درج ذیل پیراگراف کی تشریح کیجیے:
"توپ کاپی میں آثارِ قدیمہ کے ــــــ جن کا ایک ہی نسخہ دنیا میں موجود ہے۔"

جواب: دیکھیے تشریح

3- سبق "استنبول" کا متن مدِنظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سبق "استنبول" کس کی تحریر ہے؟
(i) اختر ریاض الدین (ii) حکیم محمد سعید
(iii) قدرت اللہ شہاب (iv) شفیع عقیل

(ب) مسجد سلیمانیہ کس نے تعمیر کرائی؟
(i) سلطان مراد (ii) سنان
(iii) سلیم ثانی (iv) سلطان عبدالحمید

(ج) ایا صوفیہ کے برابر کیا ہے؟
(i) عجائب گھر (ii) کتب خانہ
(iii) قبرستان (iv) فوجی عجائب خانہ (اوقاف)

(د) مسلمانوں نے استنبول پر پہلا حملہ کب کیا؟
(i) 672ء (ii) 671ء
(iii) 673ء (iv) 677ء

www.downloadclassnotes.com

(ہ) مسلمانوں نے استنبول کا محاصرہ کتنے سال بعد اٹھایا؟

(i) پانچ (ii) سات
(iii) آٹھ (iv) نو

(و) استنبول کا فاتح کون ہے؟

(i) حضرت ابوایوب انصاریؓ (ii) سلطان محمد فاتح
(iii) مراد ثانی (iv) محمد ثانی

(ز) استنبول کو کس کا گھر کہا جاتا ہے؟

(i) عجائب گھروں (ii) مسجدوں
(iii) کتب خانوں (iv) مقبروں

(ح) مسجد سلیمانیہ کے ساتھ کتب خانے میں کتنے قلمی نسخے ہیں؟

(i) 30 ہزار (ii) 50 ہزار
(iii) ایک لاکھ (iv) ڈیڑھ لاکھ

(الف)	(ii)	(ب)	(iii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(ii)	(ز)	(ii)	(ح)	(iii)

سبق "استنبول" کے متن کے مطابق کالم (الف) کے الفاظ کا ربط کالم (ب) کے الفاظ سے کریں:

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
وسرا بینا	حضرت ابوایوب انصاریؓ	سلیم ثانی
کاپی	سلطان محمد فاتح	ولیم راجرز
فتح استنبول	سلیم ثانی	سلطان محمد فاتح
خود نویس	ولیم راجرز	مصطفیٰ عزت آفندی
ے مینار	مصطفیٰ عزت آفندی	جامع سلطان احمد
میں نمایاں چیزیں	جامع سلطان احمد	حضرت ابوایوب انصاریؓ

5- متن کی روشنی میں قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ منتخب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) سلطان محمد فاتح گھوڑے سے اتر کر ــــــــــ میں داخل ہوا۔ (مسجد، قلعہ، محل، کلیسا)

(ب) پورے شہر میں ــــــــــ مساجد ہیں۔ (چار سو، پانچ سو، چھے سو، ایک ہزار)

(ج) ترکی کے وزیر اعظم جناب ترگت اوزال ہمارے ــــــــــ تھے۔ (ہمراہ، میزبان، مہمان، مہربان)

(د) سلیمانیہ سے ملحق ایک بڑا ــــــــــ ہے۔ (کتب خانہ، مدرسہ، کالج، عجائب گھر)

(ہ) جامع سلطان احمد اپنے ــــــــــ میناروں کی وجہ سے مشہور ہے۔ (چار، چھے، آٹھ، دس)

جواب: (الف) سلطان محمد فاتح گھوڑے سے اتر کر کلیسا میں داخل ہوا۔

(ب) پورے شہر میں پانچ سو مساجد ہیں۔

(ج) ترکی کے وزیر اعظم جناب ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔

(د) سلیمانیہ سے ملحق ایک بڑا کتب خانہ ہے۔

(ہ) جامع سلطان احمد اپنے چھے میناروں کی وجہ سے مشہور ہے۔

6- مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

محاصرہ، جلیل القدر، مدفون، سرمئی، منہدم، عظیم، مخطوطہ، مسودہ، کاشانہ، قد آور، مرجع

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
محاصرہ	ہماری بہادر فوج نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔
جلیل القدر	حضرت ابو ایوب انصاریؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔
مدفون	بہادر شاہ ظفر رنگون میں مدفون ہے۔
سُرمئی	شام کے سرمئی سائے بہت اچھے لگ رہے تھے۔

منہدم	دھماکے سے بہت سی عمارات منہدم ہو گئیں۔
تنظیم	تنظیم کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔
مخطوطہ	ہڑپا کی کھدائی میں بہت سے مخطوطے برآمد ہوئے۔
مسودہ	جناب ارشد صاحب نے مسودہ قانون پیش کیا۔
کاشانہ	میں کسی دن آپ کا کاشانۂ ذی وقار دیکھنے کے لیے آؤں گا۔
قضا و قدر	قضا و قدر میں کسی کو دخل نہیں۔
مرجع	حضرت محمد ﷺ کی زندگی مرجع اخلاق تھی۔

-7 اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

سرگرمیاں

-1 آپ کو استنبول کی جو بات سب سے زیادہ پسند آئی ہو اُسے کاپی میں لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: استنبول کی جو بات مجھے سب سے زیادہ پسند آئی وہ یہ ہے کہ اس شہر میں بے شمار مساجد ہیں۔ اسی لیے اسے مسجدوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مساجد اسلامی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

-2 سبق میں مسجد سلیمانیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے ایک پیراگراف لکھیں۔

جواب: استنبول میں بے شمار مساجد ہیں۔ ان میں اسلامی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ مسجد سلیمانیہ بھی شامل ہے۔ مسجد سلیمانیہ اپنے رقبے کے لحاظ سے بہت بڑی مسجد ہے۔ اس کی خوب صورتی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت سے مشہور خطاطوں کی لکھی ہوئی قرآنی آیات سے اس کی دیواریں سجی ہوئی ہیں۔ اس مسجد میں ہزاروں نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ جمعے کی نماز کے بعد جو خطبہ دیا جاتا ہے وہ آدھا عربی زبان میں ہوتا ہے اور آدھا ترکی زبان میں۔ مصنف کہتا ہے کہ تین سال پہلے جب ترکی میں تیسری طب اسلامی کانفرنس ہوئی تو

میرے ایک ترک دوست ڈاکٹر پروفیسر ڈوگاپاچی میرے ہمراہ تھے۔ ہم اس وقت کے وزیرِاعظم جناب ترگت اوزال کے مہمان تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ وہ ہمیں اپنے ساتھ اسی مسجد میں جمعے کی نماز ادا کرنے کے لیے لے کر آئے۔

3- طلبہ اپنے کسی سفر کے حوالے سے مختصراً اپنی کاپی میں لکھیں اور اپنے استاد کو دکھائیں۔

جواب: سیاحتی مقام کی سیر

انسان جب اپنے روزمرہ کے کام کاج سے اکتا جاتا ہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ کسی صحت افزا مقام کی سیر کرے۔ اس طرح اس کی تھکاوٹ بھی دور ہو جاتی ہے اور دوبارہ کام کرنے کے لیے تروتازہ ہو جاتا ہے۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں جب میں نے سکول کا کام مکمل کر لیا تو میں نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ کاغان اور ناران کی سیر کا پروگرام بنایا۔ جب میں نے اس کے بارے میں ابا جان سے بات کی تو وہ کہنے لگے "بیٹا! اپنے بڑے بھائی کو بھی ساتھ لے جانا کیوں کہ وہ کافی دفعہ کاغان جا چکے ہیں اس لیے آپ کو وہاں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔" ابا جان کی بات سن کر میں خوش ہو گیا اور اپنے دوستوں، ظہیر اور سکندر کو بھی اطلاع دے دی۔

اگست کی خوش گوار شام تھی۔ خوش گوار اس لیے کہ ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ کبھی کبھار بوندا باندی بھی ہو جاتی تھی۔ ہم چاروں نے ٹکٹ لیے اور وزیر آباد سے ریل گاڑی میں سوار ہو گئے۔ بھائی جان نے کام کی بات گھر پر ہی بتا دی تھی کہ اپنے ساتھ کم سے کم سامان رکھنا تاکہ حرے سے سیر کر سکو۔ سامان کا بوجھ ہی نہ اٹھائے پھرو۔

ہم رات دس بجے راولپنڈی پہنچے۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرے پھر اسلام آباد چلے گئے جہاں ہمارے چچا کا گھر ہے۔ رات ہم نے وہاں قیام کیا اور علی الصبح کاغان کے لیے روانہ ہوئے۔ جوں جوں بلندی کی طرف بڑھ رہے تھے درجہ حرارت میں بتدریج کمی ہوتی جا رہی تھی۔ شام کے وقت ہم مہانڈری پہنچ گئے۔ بھائی

جان نے بتایا کہ یہاں ٹراؤٹ مچھلی ملتی ہے جو بہت مزیدار ہوتی ہے۔ ہم نے بھائی جان سے کہا پھر تو یہ مچھلی کھانی چاہیے۔ ہم نے تلی ہوئی ٹراؤٹ مچھلی کھائی جو واقعی مزے کی تھی۔

ان علاقوں میں رات کے وقت سفر نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم نے رات وہیں گزارنے کا پروگرام بنایا اور صبح صبح وہاں سے کاغان کے لیے روانہ ہو گئے۔ کاغان پہنچے تو ہمیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ہم پاکستان ہی کے کسی خطے میں ہیں۔ بلند و بالا پہاڑ آسمان سے باتیں کرتے محسوس ہو رہے تھے۔ گرمی یہاں نام کو بھی نہیں تھی۔

کاغان، مانسہرہ میں واقع ہے جو صوبہ خیبر پختونخوا کا ایک ضلع ہے۔ یہ ایک خوب صورت سیاحتی مقام ہے۔ یہاں واقع جھیل سیف الملوک دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم نے ایک دن آرام کرنے کے بعد جھیل سیف الملوک کی سیر کی۔ جھیل کا پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ کبھی اس جھیل میں کشتی رانی بھی ہوتی ہو گی مگر اب نہیں ہوتی۔ بھائی جان نے بتایا کہ سردیوں میں اس جھیل کا پانی جم جاتا ہے۔ آج کل بھی بہت ٹھنڈا ہے۔

اگلے دن بھائی جان نے کہا کہ آج ہم ناران جائیں گے۔ ناران بھی ایک سیاحتی مقام ہے۔ ناران تک صرف جیپ کے ذریعے سے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ جب ہم ناران روانہ ہوئے تو راستے کے دل کش مناظر کو اپنے کیمرے میں محفوظ کرتے رہے۔ قدرت کے نظارے ایسے بکھرے ہوئے تھے کہ جی چاہتا تھا ساری زندگی انھی علاقوں میں گزار دی جائے مگر جیپ کے ڈرائیور نے بتایا کہ ان علاقوں میں زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔ یہاں پینے کے پانی کی بہت کمی ہے۔ بہت دور سے پانی بھر کر لانا پڑتا ہے۔

ناران میں ہم جس ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے ٹھہرے انھوں نے ابلے ہوئے چاول اور سفید چنے پکائے ہوئے تھے۔ اتنا مزے کا کھانا تھا کہ جی چاہتا تھا ہم کھاتے ہی جائیں۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

بھائی جان نے ایک اور اہم بات بتائی کہ یہاں کا پانی بہت ہاضم ہے۔ جو مرضی اور جتنا مرضی کھالیں فوراً ہضم ہو جائے گا۔ ہم شام تک وہاں سیر کرتے رہے۔ پھر اسی جیپ میں ہماری واپسی کا سفر شروع ہوا۔

کاغان میں بجلی نہیں ہے۔ ہم جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے اس کے مالک نے ایک جنریٹر کا انتظام کر رکھا تھا لیکن شام سات بجے وہ جنریٹر بند کر دیتا تھا اور لوگ سونے کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے تھے۔

ہم جتنے بھی دن کاغان میں رہے خوب سیر کرتے رہے۔ واپس آنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر واپس تو آنا ہی تھا۔ ہم بہت سی یادیں سمیٹ کر دس دن بعد اپنے گھر واپس آ گئے۔ ہمارے پاس ان دنوں کی یادگار بہت سی تصاویر تھیں۔ میں نے اپنے دوستوں کو بھی یہ تصاویر دکھائیں۔ بہت سی دوستوں نے کہا کہ آئندہ جب کبھی آپ کا کاغان جانے کا پروگرام بنے تو ہمیں ضرور ساتھ لے کر جایئے گا۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کو سفرنامے کی صنف کا بھرپور تعارف کرایا جائے کہ یہ ادب، جغرافیے اور تاریخ وغیرہ کا مجموعہ ہے اور اس میں معلومات کے ساتھ ساتھ حیرت اور تجسس کے عناصر بھی شامل ہوتے ہیں۔

جواب:

سفر نامہ

دور جدید میں اردو اصناف نثر میں سفر نامے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ سفر نامے کی دلچسپی کا انحصار دو باتوں پر ہوتا ہے۔ سفر کے واقعات کی جدت اور انداز بیان کی تازگی۔

سفر نامہ ایک چشم دید بیانیہ ہوتا ہے۔ جس کو سفر نامہ نگار قلبی واردات بنا کر ادبی اسلوب میں پیش کرتا ہے۔ وقت کا دورانیہ سفرنامے میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ سفرنامہ کسی سفر کی روداد نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک اچھے سفر نامہ نگار کو اجنبی سرزمین اور اپنے وطن کے کلچر کا حسن کاری کے ساتھ موازنہ بھی پیش کرنا ہوتا

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

ہے۔ سفرنامہ نگار دوران سفر ڈائری کی مدد سے یا سفر کے بعد اپنی یادداشت کی مدد سے سفرنامے لکھتا ہے۔ سفرنامے میں تخلیقی حسن اس وقت پیدا ہوتا ہے جب علاقہ جس میں ایک سیاح گھومتا ہے اس کا کردار بن جاتا ہے اور قاری بھی خود کو اسی منظر کا حصہ سمجھتا ہے۔

سفرنامے میں درج ذیل خصوصیات نمایاں ہیں۔

-1 عمدہ منظر نگاری -2 واقعات کی جدت
-3 انداز بیان کی تازگی -4 حقیقت نگاری

اردو کے چند سفرنامہ نگار درج ذیل ہیں۔

-1	[illegible]	محمود نظامی
-2	ابن بطوطہ کے تعاقب میں	ابن انشا
-3	عجائبات فرنگ	یوسف حسن کمبل پوش
-4	بجنگ آمد	کرنل محمد خان
-5	پاکستان سے دیارِ حرم تک	نسیم حجازی
-6	سات سمندر پار	بیگم اختر ریاض الدین
-7	سفرنامہ مصر و روم و شام	شبلی نعمانی
-8	سفر حجاز	عبدالماجد دریابادی
-9	سیر افغانستان	سید سلیمان ندوی
-10	نکلے تری تلاش میں / جپسی	مستنصر حسین تارڑ

-2 نقشے کی مدد سے طلبہ کو استنبول اور ترکی کا محل وقوع بتایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کو نقشے کی مدد سے ترکی کا نقشہ سمجھائیں۔

-3 ترکی اور پاکستان کے تعلقات کے بارے میں طلبہ کی معلومات میں اضافہ کیا جائے۔

جواب:

ترکی

انیسویں صدی کے آخر تک تمام اسلامی دنیا کا مرکز ترکی تھا۔ اس کا حکمران

خلیفۃ المسلمین کہلاتا، مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس وغیرہ سب اس کے زیرِ نگیں تھے۔ غیر مسلم دنیا کو مسلمانوں کی یہ مرکزیت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور وہ اسے ختم کرنے کے لیے شرمناک سازشوں میں مصروف تھی۔

1914ء میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی تو ایک طرف اتحادی ممالک امریکا، برطانیہ، فرانس اور روس تھے اور دوسری طرف جرمنی، آسٹریلیا وغیرہ۔ ترکی کی حکومت ان دنوں زوال پذیر تھی، تاہم جرمنی کی حمایت میں اس نے بھی اتحادیوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔

پاکستان کے اپنے ہم سایہ ملک ترکی سے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ پاکستان نے ہر نازک موڑ پر ترکی کا ساتھ دیا ہے۔ اسی طرح ترکی بھی کسی معاملے میں پیچھے نہیں رہا ہے۔ پاکستان اور ترکی نے آپس میں بہت سے معاہدے کر رکھے ہیں جو دونوں ممالک کے لیے سود مند ہیں۔

آج کل پاکستان میں ترکی کے تعاون سے ایک اہم منصوبے پر کام ہو رہا ہے۔ لاہور میں فیروز پور روڈ پر ترکی کی مدد سے ایک نئی شاہراہ تعمیر کی گئی ہے جس پر میٹرو بس چلائی گئی ہے۔ اس منصوبے میں فلائی اوور بھی شامل ہیں۔ اس سے پاکستان کے عوام کو بہترین سفری سہولتیں میسر آئی ہیں۔

-4 ترکی کے کسی اور سفرنامے کے کچھ حصے جماعت کے کمرے میں طلبہ کو سنائے جائیں۔

جواب: **استنبول کا آخری سفر** از حکیم محمد سعید

ایک ترک نوجوان احسان اوغلو نے آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے تعاون سے استنبول میں ایک مرکز اسلامی قائم کر دیا ہے جو مسلمانوں اور دُنیا کی دوسری قوموں کے مابین رابطے کا کام کرتا ہے۔ سینٹر جو 1980ء میں قائم ہوا اس نے اپنی سرگرمیاں استنبول کے قصر یلدز سے شروع کیں۔ اب اس

www. .com

ادارے کا دائرہ کار جنوب مغربی ایشیا سے لے کر مغربی افریقا تک پھیلا ہوا ہے۔ اس نے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی عالمی تنظیموں سے اشتراک کیا اور سینٹر کی مختلف سرگرمیوں اور کاموں کو چار مرکزی شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا جس کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر کمال الدین احسان اوغلو ہیں۔

پروفیسر اوغلو صاحب نے مندوبین کے احترام میں عشائیے کا اہتمام کیا۔ علم و حکمت کے مظاہر سے بھرپور کمرے میں کھانے کا لطف دوبالا ہو گیا۔ بعد ازاں بذریعہ فلم مرکز کی سیر کی۔ میں نے بیگم احسان اوغلو کو بنارسی شال اور اپنی دو کتابوں کا تحفہ دیا۔ میں قصر توپ کاپی بارہا آ چکا ہوں جس کی وجہ یہاں موجود حضور ﷺ سے متعلقہ نوادرات اور خانہ کعبہ کا قدیم سامان ہے۔

پہلا محل عثمانیوں کے دور میں 1453ء میں تعمیر کیا گیا۔ توپ کاپی دوسرا محل ہے جو 14 سال بعد 1467ء میں مکمل ہوا۔ اس کا رقبہ سات لاکھ مربع میٹر ہے جب کہ پانچ کلومیٹر کی دیوار سے اس کی حد بندی کی گئی ہے۔

سلطان ترکی کے لیے جب نیا محل "ڈولما باچی" تعمیر کیا گیا تو اس کی شاہی اہمیت ختم ہو گئی۔ آج کل اسے عجائب خانے کی حیثیت سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ محل کے تیسرے صحن میں آنحضرت ﷺ اور دوسری برگزیدہ ہستیوں کے تبرکات رکھے گئے ہیں۔ یہاں آنحضرت ﷺ کی سیاہ اون سے بنی ہوئی عبائے مبارک رکھی گئی ہے۔ یہ عبا پہلے اموی خلیفہ کے پاس تھی۔ قتل کے بعد یہ عباسیوں کے ہاتھوں میں پہنچی۔ بغداد کے عباسی خلفا اس عبا کو اہم مذہبی مواقع پر پہنا کرتے تھے۔ عبائے مبارک جس صندوقچی میں محفوظ ہے وہ سلطان عبدالعزیز نے بنوائی تھی۔ حضور ﷺ نے یہ عبا کعبؓ ابن زہیر کو عطا فرمائی تھی۔ بعد میں حضرت کعبؓ کے وارثوں سے بیس ہزار درہم میں خرید لی گئی۔

اس عجائب خانے میں آنحضرت ﷺ کی دو تلواریں اور کمان محفوظ ہے۔ قبطی حکمران کے نام لکھا گیا اسلام قبول کرنے کا خط بھی اس عجائب خانے میں ہے

جس کے آخر میں آنحضرت ﷺ کی مہر مبارک لگی ہوئی ہے۔ یہاں سونے کی ایک ڈبیا میں آپ ﷺ کے اُس دندان مبارک کا ایک حصہ بھی محفوظ ہے جو جنگِ اُحد میں شہید ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ داڑھی مبارک کے ساتھ بال بھی محفوظ ہیں۔ عجائب خانے میں آنحضرت ﷺ کے پائے مبارک کے چھ نقوش محفوظ ہیں۔ جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اس وقت کے ہیں جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں سلاطینِ عثمانیہ کے نوادرات بھی ہیں۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) ترکی پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات یہ تھی کہ اس مہم میں شامل تھے:

(i) حضرت ابوبکر صدیقؓ (ii) حضرت ابوہریرہؓ
(iii) حضرت ابو ایوب انصاریؓ (iv) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

(ب) سلطان محمد فاتح نے ایاصوفیہ میں نماز پڑھی:

(i) فجر کی (ii) عصر کی
(iii) عید کی (iv) جمعے کی

(ج) مسجد ایاصوفیہ کی چھتوں پر قلعی کروا دی گئی:

(i) سرمئی (ii) نیلی
(iii) سفید (iv) سبز

(د) ایاصوفیہ مسجد پر خطاط مصطفیٰ عزت آفندی کی لکھی ہوئی لوحیں نصب کی گئیں:

(i) دو (ii) چھے
(iii) آٹھ (iv) دس

(ہ) مصنف کے دوست ڈاکٹر ڈوگوابا چی تھے:
(i) ڈائریکٹر کالجز (ii) یونیورسٹیوں کے سربراہ
(iii) ڈائریکٹر صحت (iv) مصنف

(و) مسجد سلمانیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا:
(i) 1550ء میں (ii) 1555ء میں
(iii) 1560ء میں (iv) 1575ء میں

(ز) مصنف نے توپ کاپی محل میں ناشتا کیا:
(i) صرف چائے پی (ii) پراٹھا کھایا
(iii) صرف جوس پیا (iv) لسی پی

(ح) توپ کاپی محل میں ایک فوجی عجائب گھر بھی ہے جسے کہتے ہیں:
(i) اوقاف (ii) گیلری
(iii) وقف (iv) نوادر گل

(ط) "مخطوطہ" کہا جاتا ہے۔
(i) پتھر پر لکھی تحریر کو (ii) سمجھ میں نہ آنے والی تحریر کو
(iii) غیر مطبوعہ قلمی نسخے کو (iv) چھپی ہوئی کتاب کو

(ی) حضرت ابوایوبؓ نے انتقال کیا:
(i) طبعی موت (ii) وبا کا [illegible] ہو کر
(iii) ایک حادثے میں (iv) ایک جنگ میں

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(i)
(ط)	(iii)	(ی)	(ii)				

مرزا اسد اللہ خاں غالب
(1797ء تا 1869ء)

خطوطِ غالبؔ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو خط کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ سے آشنا کروانا۔
- طلبہ کو غالب کے نثری اسلوب سے واقفیت کروانا۔
- طلبہ کو خط کے مختلف حصوں کے بارے میں آگاہی دینا۔
- خطوط نویسی میں غالب کی جدت اندازی سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے بارے میں تربیت دینا۔
- غالب کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: مرزا اسد اللہ خاں **والد کا نام:** مرزا عبداللہ بیگ خاں، **جائے پیدائش:** آگرہ
تخلص: غالبؔ اور نوشہ عرف تھا۔ نجم الدولہ دبیر الملک اور نظام جنگ خطابات تھے۔

مرزا غالب پانچ برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب ان کی پرورش ان کے چچا نصر اللہ بیگ کے ذمہ ہوئی جو انگریزی سرکار میں صوبیدار تھے اور سترہ سو روپے ماہوار تنخواہ پاتے تھے۔ ڈیڑھ لاکھ روپے کی جاگیر بھی تاحیات عطا ہوئی تھی۔ نو برس کی عمر میں شفیق چچا بھی داغ مفارقت دے گئے۔ تنخواہ بند اور جاگیر ضبط ہوگئی۔

13 برس کی عمر میں ان کی شادی نواب الٰہی بخش خاں معروف کی صاحبزادی

امراؤ بیگم سے ہوئی۔ شادی کے بعد دلی چلے آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ شاعری کا ذوق بچپن سے تھا' مگر اس ذوق کی تکمیل دلی میں ہوئی۔ غالب مزاج تو شاہانہ رکھتے تھے لیکن وہ ایک فلسفی کا ذہن اور شاعر کا مزاج رکھتے تھے، اس لیے ان کی شاعری میں فکر کی گہرائی بھی ہے اور فن کار کی نزاکت بھی۔

غالب نے خطوط میں سادگی اور سلاست کو رواج دیا ہے۔ لمبے چوڑے القابات لکھنے کی بجائے براہ راست خط شروع کر دیتے۔ تحریر کا انداز مکالمانہ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ انداز تحریر ان سے شروع ہوا اور انھی پر ختم ہو گیا۔

تصانیف: ان کی اہم تصانیف یہ ہیں۔ دیوان اردو' کلیات نظم فارسی' عود ہندی' اردوئے معلیٰ (اردو خطوط)' قاطع برہان' مہر نیم روز، تاریخ مغلیہ' دستنبو (جنگ آزادی 1857ء کے حالات) وغیرہ

مرکزی خیال خط نمبر 1

اس خط کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مرزا غالب نے اپنے دوست منشی ہرگوپال تفتہ کو شیونرائن کی طرف سے آنے والی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے معلوم نہیں کب تک آئیں اور دوسرے اس نے اپنے دوست کو خط نہ لکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ سفر میں تھے لہٰذا ان کو خط کا جواب نہ دیا جا سکا۔

خلاصہ

ہم کول سے تمھارے خط کے منتظر تھے مگر تم نے سکندر آباد سے بھیجا۔ شیونرائن کے بقول کتابیں جلد بندی کے بعد جلد بھیج دی جائیں گی۔
منشی بالمکند کے ایک خط کا جواب فرض ہے مگر ان کے سیر وسفر میں مشغولیت

کی وجہ سے نہ بھیجا۔ اگر ملیں تو سلام کہہ دینا۔

مرکزی خیال خط نمبر 2

اس خط میں تفتہ سے خط نہ لکھنے کا گلہ کیا گیا ہے اور کتابوں کے بارے میں اطلاع دی گئی ہے کہ تینتیس کتابیں مل گئی ہیں۔

خلاصہ

کیوں صاحب کیا حکم آیا ہے کہ دلی والوں کو خط نہ لکھا جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہاں بھی اعلان ہوتا۔ بارہ نومبر کو شیونرائن نے تینتیس کتابیں بھیجی ہیں۔ نہایت عمدہ ہیں۔ مرزا حاتم علی سے بھی سات کتابیں مل جائیں گی۔ جلد لکھو کہ سکندر آباد کب تک رہو گے اور آگرے کب جاؤ گے؟

مرکزی خیال خط نمبر 3

مرکزی خیال یہ ہے کہ ٹکٹ اور کاغذ کی عدم دستیابی کی بنا پر بیرنگ خط بھیجا اور ساتھ میں شہر کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی نیا ٹیکس لگ گیا ہے۔ جامع مسجد کے گرد دکانیں اور حویلیاں ڈھائی جا رہی ہیں۔ بادشاہ کے آنے کی خبر ہے معلوم نہیں میری حاضری ہوتی ہے یا نہیں۔

خلاصہ

نہ کاغذ نہ قلم، اگلے وقتوں کا بیرنگ لفافہ ہے، اسی میں خط بھیج رہا ہوں۔ برخوردار نصیر الدین کو بیٹی کی مبارک ہو۔ اس کا نام عظیم النسا بیگم اچھا رہے گا۔ شاہ محمد اور میرن صاحب کو میری دعا کہنا۔

شہر کا حال کیا لکھوں۔ سوائے اپلے اور اناج کے ہر چیز پر ٹیکس ہے۔ جامع مسجد

www. .com

کے ارد گرد کھدائی ہو رہی ہے۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔
حاکم کی آمد کا شہرہ ہے، معلوم نہیں باریابی ہوتی ہے یا نہیں۔

مضمون پر تبصرہ

مرزا غالب نے اردو خطوط نگاری میں ایک نئی طرح ڈالی۔ انھوں نے خط میں مکالمے کا انداز اختیار کیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دو شخص آمنے سامنے بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ انھوں نے اگر خط کو آدھی ملاقات کہا ہے تو اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کی تحریر نہایت سادہ اور رواں ہوتی ہے۔ لمبے چوڑے القاب نہیں ہوتے اور بے تکلفانہ گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ غالب کا یہ انداز ان سے شروع ہوا اور انھی پر ختم ہوگیا۔ ان خطوط میں غالب کا اندازِ تحریر اپنی پوری خوبیوں کے ساتھ جھلک رہا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
منتظر	انتظار کرنے والے	ناگاہ	اچانک، یکا یک
برخوردار	بلند اقبال، اچھی قسمت والا	شیرازہ بندی	اکٹھا کرنا، جلد بندی کرنا
دل خواہ	دلی خواہش کے مطابق	مطبع	طبع ہونے کی جگہ
دریافت کرنا	پوچھنا، معلوم کرنا	حاجت	ضرورت
آئین	قانون، دستور	خاک نشیں	زمین پر رہنے والے مراد کمتر لوگ

زنہار	ہرگز	کس بشنو یا نشنود من گفتگوئے می کنم	کوئی سنے یا نہ سنے میں تو اپنی بات کہہ دیتا ہوں
تقطیع	کتاب کی لمبائی چوڑائی سے پیمائش	تحویل میں ہونا	قبضے میں ہونا
واسطے	لیے	رائے	تجویز
قصد	ارادہ	بیرنگ لفافہ	بغیر ٹکٹ ڈاک کا لفافہ
فتوح	فتح کی جمع یہاں بالائی آمدنی رقم	سہ شنبہ	منگل کا دن
پون ٹوٹی	اصل لفظ ہے ٹاؤن ڈیوٹی، محصول چنگی	محصول	راہداری ٹیکس
دارالبقا	باقی رہنے والا مکان	فنا	ختم ہو جانا
کوچہ	گلی، محلہ	حاکم اکبر	بڑا حاکم مراد یہاں بادشاہ
خلعت	بادشاہ کی طرف سے عطا کیا ہوا لباس	فسن	مراد جشن

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف ۱: شہر کا حال کیا جانوں ــــــــ باقی خیر و عافیت ہے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام خطوطِ غالب

(ب) مصنف کا نام مرزا اسد اللہ خاں غالب

www.downloadclassnotes.com

حل لغت

پون ٹوٹی: اصل لفظ ہے ٹاؤن ڈیوٹی یعنی محصول چنگی۔ محصول: راہداری ٹیکس۔ ڈھائی جانا: گرائی جانا، منہدم ہونا۔ دارالبقا: باقی رہنے والا مکان۔ فنا: مٹ جانا، ختم ہو جانا۔ کوچہ: محلہ، گلی۔ پھاوڑا: کدال۔ خیر: خوبی، بھلائی۔

سیاق و سباق

مرزا غالب میر مہدی حسین مجروح کو خط میں لکھتے ہیں کہ نہ تو میرے پاس کاغذ اور ٹکٹ تھا اور نہ ہی کوئی لفافہ کہ میں آپ کو خط لکھ سکتا۔ پرانے وقتوں کا ایک بیرنگ لفافہ کہیں پڑا ہوا مل گیا ہے۔ ایک کتاب سے کاغذ پھاڑ کر تمھیں خط لکھ رہا ہوں۔ پریشان نہ ہونا کیوں کہ کل شام کو مجھے کچھ رقم مل گئی ہے۔ آج ہی کاغذ اور ٹکٹ منگوا کر رکھ لوں گا۔ میر نصیرالدین کی بیٹی کی پیدائش پر مبارک ہو۔ اس کے لیے عظیم النسا بیگم اچھا نام ہے۔ اب شہر کے حالات کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تشریح

سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ شہر کا کیا حال ہو رہا ہے۔ حاکم شہر نے پون ٹوٹی کوئی چیز جاری کر دی ہے۔ اصل میں یہ لفظ ٹاؤن ڈیوٹی ہے جسے راہداری ٹیکس کہا جاتا ہے۔ شہر میں کوئی چیز لائی جائے تو اس پر ایک مخصوص شرح سے حکومت کو ٹیکس ادا کیا جاتا ہے۔ اس ادا کیے جانے والے ٹیکس کو پون ٹوٹی (ٹاؤن ڈیوٹی) کا نام دیا گیا۔ غالب کہتے ہیں کہ سوائے اناج اور اُپلوں کے حکومت نے ہر چیز پر ٹیکس عائد کر دیا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر ٹیکس ادا کیے شہر میں لائی جا سکے۔ اس کے علاوہ شہر میں موجود جامع مسجد کی توسیع کا کام ہو رہا ہے۔ مسجد کے چاروں طرف پچیس پچیس فٹ جگہ کھودی جائے گی۔ اس طرح ایک گول میدان کی شکل بنے گی۔ اس جگہ پر مفتی صدرالدین آزردہ مرحوم کی قائم کردہ درس گاہ بھی ہے۔ اس کا نام دارالبقا ہے۔ وہ بھی زد میں آئے گی۔ اس کو بھی

مسجد کی توسیع کے لیے ڈھا دیا جائے گا۔ یہاں غالب نے بقا اور فنا کو بڑے اچھے طریقے سے استعمال کیا ہے۔ دارالبقا کا مطلب ہے باقی رہنے والا مکان لیکن مسجد کی توسیع کے لیے اس مکان کو ڈھا دیا جائے گا یوں یہ مکان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا یعنی فنا ہو جائے گا کیوں کہ مسجد میں ایک بار شامل کی جانے والی جگہ مسجد کا حصہ بن جاتی ہے۔ ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہی باقی رہے گا۔ خان چند کے محلے میں لگے بڑے تک عمارتیں ڈھا دی جائیں گی۔ کام تیزی سے جاری ہے۔ دونوں طرف سے کدالیں چلنے کی آواز آ رہی ہے۔ باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔

تبصرہ

غالب نے بڑے اچھوتے انداز میں میر مہدی حسین مجروح کو مخاطب کیا ہے۔ ان کا خط لکھنے کا انداز سب سے جدا ہے۔ وہ خط کو مکالمہ بنا دیتے ہیں۔ متضاد الفاظ کو بڑی خوبی سے استعمال کرتے ہیں جیسے اس پیراگراف میں انھوں نے لکھا ہے کہ "دارالبقا فنا ہو جائے گی۔" فنا اور بقا کو بڑی عمدگی سے استعمال کیا ہے۔

حلِ مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) مرزا غالب نے میر مہدی حسین مجروح کو خط بیرنگ کیوں بھیجا؟

جواب: مرزا غالب لکھتے ہیں کہ میرے پاس نہ کاغذ موجود ہے اور نہ ہی ٹکٹ ہے۔ ایک کتاب سے کاغذ پھاڑ کر خط لکھا ہے اور پرانے وقتوں کا کوئی بیرنگ لفافہ کہیں پڑا ہوا مل گیا ہے اسی میں لپیٹ کر بھیج دیتا ہوں۔ بیرنگ خط لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس کاغذ اور ٹکٹ موجود نہ تھا۔

(ب) مرزا غالب نے میر مہدی مجروح کو خط کب لکھا؟

جواب: مرزا غالب نے میر مہدی مجروح کو 8 نومبر 1859ء بروز منگل خط لکھا۔

(ج) کون سی دو چیزوں پر محصول نہیں کیا جاتا تھا؟

جواب: مرزا غالب لکھتے ہیں کہ سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس پر محصول نہ لیا جاتا ہو۔ صرف اناج اور اپلوں پر محصول نہیں لیا جاتا تھا۔

(د) مرزا غالب نے کتابوں پر کیا رائے دی ہے؟

جواب: مرزا غالب نے کتابوں کے بارے میں کہا ہے کہ ان کتابوں کا کاغذ اچھا، کتاب کی لمبائی چوڑائی عمدہ، اس کی چھپائی میں استعمال ہونے والی سیاہی بہتر، چھپائی دل خوش کن ہے۔ سب کچھ بہت اچھا ہے۔ انھیں دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا ہے۔

(ہ) تفتہ نے غالب کو خط کہاں سے لکھا تھا؟

جواب: مرزا غالب یہ سمجھ رہے تھے کہ تفتہ کول میں مقیم ہیں اور وہیں سے انھیں خط لکھیں گے لیکن وہ دو دن کول (علی گڑھ کا پرانا نام) میں رہ کر سکندر آباد چلے گئے تھے اور انھوں نے وہیں سے مرزا غالب کو خط لکھا تھا۔

2- درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) میر مجروح کے خط میں کس کی بیٹی کی پیدائش کا ذکر ہے؟

(i) میر مجروح (ii) میر نصیر الدین
(iii) میرن (iv) شاہ محمد عظیم

(ب) "پون ٹوٹی" (چنگی) کس چیز پر معاف تھی؟

(i) ترکاری اور پھل (ii) اناج اور اُپلے
(iii) غلہ اور ترکاری (iv) پھل اور اُپلے

(ج) مرزا غالب کو تفتہ کا خط کہاں سے آتا تھا؟

(i) کلکتہ (ii) سکندر آباد
(iii) کول (iv) آگرہ

www.dow

(د) کس شخص نے کتابوں کی شیرازہ بندی کے بارے میں خط لکھا تھا؟

(i) تفتہ (ii) میرن
(iii) میر مہدی مجروح (iv) شیو نرائن

(ہ) دوسرے خط کے مطابق مرزا غالب کو کتنی کتابیں موصول ہوئیں؟

(i) بیس (ii) تینتیس
(iii) تیس (iv) تینتالیس

(و) مرزا غالب نے تفتہ کو دوسرا خط کب لکھا؟

(i) 3 نومبر 1858ء (ii) 13 نومبر 1857ء
(iii) [illegible] نومبر 1858ء (iv) 23 نومبر 1858ء

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(iv)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)				

3- "مخطوط غالب" کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیے۔

(الف) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو بیٹی کی پیدائش پر مبارک باد دی۔
(ب) تیسرے خط میں دارالبقا کے فنا ہونے کی خبر دی گئی۔
(ج) مرزا غالب نے تفتہ کو پہلا خط لکھا تو تفتہ کول میں تھے۔
(د) مرزا غالب کو کتابیں 12 نومبر 1858ء کو ملیں۔
(ہ) دوسرے خط میں دلّی کے خاک نشینوں سے مراد خود مرزا غالب کی ذات ہے۔

www.downloadclassnotes.com

جواب: (الف) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو بیٹی کی پیدائش پر مبارک باد دی۔ (✓)

(ب) تیسرے خط میں دارالبقا کے فنا ہونے کی خبر دی گئی۔ (✓)

(ج) مرزا غالب نے تفتہ کو پہلا خط لکھا تو تفتہ کول میں تھے۔ (×)

(د) مرزا غالب کو کتابیں 12 نومبر 1858ء کو ملیں۔ (×)

(ہ) دوسرے خط میں دِلّی کے خاک نشینوں سے مراد خود مرزا غالب کی ذات ہے۔ (✓)

4۔ ان جملوں کی وضاحت کریں:

(الف) دارالبقا فنا ہو جائے گا، رہے نام اللہ کا۔

جواب: دارالبقا مفتی صدرالدین آزردہ مرحوم کی قائم کی ہوئی درس گاہ تھی جو جامع مسجد کے احاطے میں تھی۔ مسجد کی توسیع کا کام شروع ہوا تو اس کو بھی ڈھا دیا گیا۔ اس طرح اس کا وجود ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ اسی بات کو غالب نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ دارالبقا فنا ہو جائے گا۔ اسے مسجد میں شامل کر دیا جائے گا۔ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ مسجد ہمیشہ رہے گی۔ اس طرح اللہ کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔

(ب) حاکم اکبر کی آمد سن رہے ہیں۔

جواب: حاکم اکبر سے مراد بادشاہ بہادر شاہ ظفر ہے۔ مرزا غالب بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے۔ 1857ء تک بہادر شاہ ظفر مرزا غالب سے اپنے اشعار پر اصلاح لیتے رہے۔ جب 1857ء کی جنگِ آزادی ناکامی سے دوچار ہوئی تو عنانِ حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ بادشاہ کو گرفتار کر کے برما کے شہر رنگون میں نظر بند کر دیا گیا۔ دہلی کے لال قلعے پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ وقتاً فوقتاً یہ خبریں آتی رہیں کہ بادشاہ دوبارہ دہلی میں آئے گا۔ دو سال بعد بھی یہ شور اٹھا۔ غالب نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(ج) منشی بالمکند بے صبر کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے۔

جواب: منشی بالمکند بے صبر سکندر آباد کے رہنے والے تھے۔ محکمہ مال میں منشی گری اور داروغہ کے منصب پر فائز تھے۔ ان کے غالب سے بڑے اچھے روابط تھے۔ غالب لکھتے ہیں کہ ان کا خط مجھے ملا ہے جس کا جواب دینا مجھ پر فرض ہے مگر میں کیا کروں کہ مجھے پتا چلا ہے کہ منشی صاحب سیر وتفریح میں مگن ہیں۔ کبھی ایک شہر کبھی دوسرے شہر۔ میں انھیں خط بھیجوں تو کہاں بھیجوں۔

(د) کیا یہ آئین جاری ہوا ہے؟

جواب: مرزا غالب نے منشی ہرگوپال تفتہ کو خط لکھا مگر منشی صاحب نے اس کا جواب نہ دیا تو مرزا صاحب نے انھیں دوسرا خط لکھا۔ اس میں انھوں نے لکھا کہ کیا حکومت کی طرف سے کوئی ایسا اعلان جاری کیا گیا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے لوگ دلی میں رہنے والوں کو خط نہ لکھیں۔ اگر ایسا کوئی اعلان ہوا ہوتا تو دلی میں بھی لازماً اعلان کیا جاتا۔ مرزا غالب نے منشی ہرگوپال پر گہرا طنز کیا ہے کیوں کہ انھوں نے مرزا غالب کے خط کا جواب نہیں دیا تھا۔

(ہ) خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑ تک ڈھے گا۔

جواب: جامع مسجد کی توسیع کے لیے عمارتیں ڈھائی جا رہی تھیں۔ مرزا غالب لکھتے ہیں کہ مسجد کی توسیع کے لیے جو عمارتیں ڈھائی جا رہی ہیں اس ضمن میں خان چند کی گلی شاہ بولا میں جو بڑ کا درخت لگا ہے وہاں تک ڈھائی جائیں گی۔ اس راستے میں جو بھی عمارتیں آئیں گی انھیں ڈھا دیا جائے گا۔

5- کالم (الف) کے الفاظ کا کالم (ب) سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
پہلا خط	میر مہدی حسین مجروح	ہرگوپال تفتہ
شیوز ائن	میر نصیر الدین	کتابوں کی شیرازہ بندی
دوسرا خط	خلیل انجم	میر مہدی حسین مجروح
دارالبقا	کتابوں کی شیرازہ بندی	فنا
غالب کے خطوط	فنا	خلیل انجم
بیٹی کا قدم مبارک	ہرگوپال تفتہ	میر نصیر الدین

-6 مندرجہ ذیل پر اعراب لگائیے:

مجروح، تفتہ، مجتہد العصر، برخوردار، تحویل

جواب: مَجْرُوح، تُفْتَہ، مُجْتَہِدُالعَصَر، بَرْخُوردَار، تَحْوِیل

سرگرمیاں

-1 خطوط میں جن شخصیات کا ذکر آیا ہے، استاد صاحب سے پوچھ کر ان کا مختصر تعارف خوش خط لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

جواب: ان خطوط میں درج ذیل شخصیات کا ذکر آیا ہے۔

منشی شیونرائن

منشی شیو نرائن مرزا غالب کے بہت اچھے دوست تھے۔ وہ آگرہ میں رہتے تھے۔ ان کا کام کتابوں کی چھپائی تھا۔ انھوں نے روزی کمانے کے لیے آگرہ میں ایک پرنٹنگ پریس لگوا لیا تھا۔ انگریزی زبان سے بہت زیادہ واقفیت تھی۔

مرزا مہر

ان کا پورا نام مرزا حاتم علی بیگ تھا۔ یہ وکیل تھے اور ان کا شمار مرزا غالب کے اچھے دوستوں میں ہوتا تھا۔ ان کے پاس اعزازی طور پر مجسٹریٹ کا عہدہ بھی تھا۔

منشی بالمکند بے صبر

غالب کے بہت اچھے دوست تھے۔ یہ سکندر آباد کے رہنے والے تھے۔ محکمہ مال میں منشی گری اور داروغہ کے منصب پر فائز تھے۔

میر نصیر الدین

میر نصیر الدین میر مہدی حسین مجروح کے جاننے والوں میں سے تھے۔ غالب سے بھی ان کے روابط تھے۔ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی، جس کا نام تجویز کرنے کے لیے میر مہدی نے غالب سے کہا تھا۔ میر نصیر الدین مولانا فخر الدین فخر عالم کے خلیفہ شاہ محمد عالم کی اولاد میں سے تھے۔

-2 مرزا غالب کے خطوط کی تین خوبیاں لکھ کر جماعت کے کمرے میں نمایاں جگہ پر لگائیے۔

جواب: مرزا غالب نے جب اردو میں خط نگاری شروع کی تو اس سے پہلے اردو نثر

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

کے دو مختلف اسلوب موجود تھے۔ ایک سادہ اور عام فہم (میر امن) دوسرا پر تکلف اور مقفی (سرور) جو فارسی کے طرزِ نگارش کا پرتو تھا۔ مرزا نے سادہ اور سلیس انداز اختیار کر لیا اور کہا کہ عبارت کو پیچیدہ بنانا علم کی نمائش کا ٹھیک طریقہ نہیں بلکہ مطلب ایسے طریقے سے ادا کیا جائے کہ مخاطب بے تکلف سمجھ جائے اور اسے بہتر اور موزوں الفاظ کا انتخاب آسان نہ ہو۔ مرزا نے اردو میں خطوط لکھنے شروع کیے اور ان کی جدت پسند طبیعت نے ان مراسلات کو ادبی چیز بنا دیا۔ غالب کے خطوط کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

غالب کے اندرِ تحریر کی اہم خصوصیت بے تکلفی اور سادگی ہے انھوں نے مقفی نثر کو ترک کر کے بول چال کی زبان میں خط لکھے اور تکلف تصنع کو بالکل ختم کر دیا۔

مرزا سے پہلے خط میں پورا زور القاب و آداب اور عبارت آرائی پر صرف کیا جاتا تھا۔ مرزا نے یہ فرسودہ طریقہ بدل ڈالا کبھی القاب و آداب بالکل چھوڑ دیتے تھے اور کبھی لکھتے بھی تو مختصر موزوں القاب جیسے میاں برخودار صاحب، پیر و مرشد، بھائی صاحب وغیرہ لکھتے تھے کبھی القاب کے بغیر ہی خط لکھ دیتے۔ اسی طرح سلام، اپنا نام اور تاریخ لکھنے میں بھی کبھی پابندی نہ کرتے۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "خطوط نویسی میں میرا طریقہ یہ ہے کہ جب خط لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا ہوں تو مکتوب الیہ کو کسی ایسے لفظ سے جو اس کی حالت کے مواقع ہوتا ہے پکارتا ہوں اور اس کے بعد ہی اپنا مطلب شروع کرتا ہوں۔ القاب و آداب کا پرانا طریقہ شادی وغم سب کا قدیم رویہ میں نے بالکل اٹھا دیا ہے۔"

-3　مرزا غالب کے دو اور آسان سے خطوط جماعت کے کمرے میں پڑھے جائیں۔

جواب: مرزا غالب کا خط امین الدین احمد کے نام

تمھاری والدہ کی وفات پر کیسے اظہارِ تعزیت کروں۔ اظہارِ غم محض دکھاوا ہے تلقینِ صبر بیدردی ہے۔ رہی دعا تو مجھ گنہ گار کی دعا دل سے نکلتی ہے۔ وہ میری محسنہ تھیں۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ مجھے پتا چلا کہ تم علالت کی وجہ سے نہ آ سکے۔ اس لیے یہ چند سطور تعزیت کی لکھ دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سلامت اور تن درست رکھے۔ آمین

tes.com

مرزا غالب کا خط میر مہدی حسین مجروح کے نام

اس بار خاصا بیمار ہوا۔ پانچویں دن غذا کھائی۔ اب تن درست ہوں۔ فوری کوئی خطرہ نہیں۔ میر نصیر الدین کئی بار آئے لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ بعض دوستوں کے آنے کا پتا نہیں چلا۔ سید صاحب سے بھی سامنا نہیں ہوا۔ تمھاری آنکھیں گرد و غبار کے سبب خراب ہیں۔ دلّی میں مکانات مسمار ہوئے۔ گرد و غبار کا اثر تو ہونا ہی تھا۔ جلد اچھے ہو جاؤ گے۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا۔ میرن صاحب کی ناراضی کی وجہ سے اس کا جواب نہیں لکھا۔ یہ خط دونوں صاحبوں کو پڑھا دو تا کہ مجتہد العصر پڑھ لیں اور میرن صاحب کو بھی علم ہو جائے۔

تدریسی اشارات

-1 مکتوب نگاری کے فن سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

جواب: **مکتوب نگاری**

کسی کو خط لکھنا اپنی گفتگو لکھ کر بھیجنا مکتوب نگاری کہلاتا ہے یا اسے خطوط نویسی کہتے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب کے الفاظ میں "خط دلی خیالات و جذبات کا روزنامچہ اور اسرار حیات کا صحیفہ ہے"

ایک اچھا مکتوب نگار درج ذیل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے

-1 تصنع و بناوٹ سے پاک -2 بے تکلفی -3 سادگی
-4 جامعیت -5 مرصع کاری کے نقائص سے پاک

اردو میں مکتوب نگاری میں غالب کا اسلوب بڑا منفرد ہے۔ سرسید احمد خاں، حالی، مولوی عبدالحق اور مولانا ابوالکلام آزاد کی مکتوب نگاری میں اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ تعداد کے اعتبار سے مکاتیب اقبال کے اردو مجموعے سب سے زیادہ ہیں۔ خطوط اقبال میں اردو نثر کے خوب صورت نمونے ملتے ہیں۔

-2 غالب نے مکتوب نگاری کا نیا ڈھنگ اختیار کیا، مزید خطوط کی روشنی میں طلبہ کو اس ڈھنگ سے آگاہ کریں۔

جواب: غالب کے خطوط ان کی شخصیت کا آئینہ ہیں۔ مرزا غالب پہلے شخص ہیں جنھوں

نے اردو میں پہلی مرتبہ اسلوب کو شخصیت کا آئینہ بنایا۔ ان کی شاعری ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر نہیں کرتی۔ اس کے برعکس ان کے خطوط ان کی مکمل شخصیت کے آئینہ دار ہیں ان کی شاعری نے جہاں ہمارے دلوں میں ان کی عظمت کا سکہ بٹھایا وہاں ان کے خطوط نے محبت و شفقت پیدا کی۔ ان کی شاعری عظمت اور بڑائی کی بنیادوں پر قائم دائم ہے تاہم اسے مقبول تر بنانے میں ان خطوط کا بھی بہت حصہ ہے۔ ان کی شخصیت کے نقوش اخلاق و عادات' افکار و خیال' ان کی خوبیاں' خامیاں' خوشی اور غم غرضیکہ ان کے ہر قسم کے رجحانات کا پتہ چل سکتا ہے۔

-3 غالب کی مکتوب نگاری کے مزید نمونے طلبہ کو دکھائے جائیں۔

جواب: دیکھیے جواب سرگرمی نمبر 3

-4 غالب کے خطوط پر مشتمل چند کتب لائبریری سے لا کر طلبہ کو دکھائی جائیں۔

جواب: استاد صاحب سکول کی لائبریری میں سے ''عود ہندی''، ''اردوئے معلّی'' اور ''غالب کے خطوط'' حاصل کریں اور طلبہ کو ان کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) مرزا غالب پر خط کا جواب دینا فرض تھا:

(i) منشی ہرگوپال کے خط کا (ii) شیونرائن کے خط کا
(iii) میر مہدی حسین مجروح کے خط کا (iv) منشی بالمکند بے صبر

(ب) کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے خط نہ لکھیں:

(i) امیر لوگوں کو (ii) دلی کے خاک نشینوں کو
(iii) اپنے اعزا و اقارب کو (iv) حکومتی عہدے داروں کو

www.downloadclassnote.com

(ج) شیو نرائن کی بھیجی ہوئی تینتیس کتابیں مرزا غالب کو موصول ہوئیں:

(i) جمعے کو (ii) اتوار کو
(iii) پیر کو (iv) بدھ کو

(د) سات کتابیں تحویل میں تھیں:

(i) میر مہدی حسین مجروح کی (ii) منشی شیو نرائن کی
(iii) مرزا حاتم علی کی (iv) میر نصیر الدین کی

(ہ) میر مہدی حسین مجروح کے نام خط میں مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو مبارک باد دی:

(i) بیٹی کی پیدائش پر (ii) بیٹے کی پیدائش پر
(iii) انعام حاصل کرنے پر (iv) نیا کاروبار شروع کرنے پر

(و) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کی بیٹی کے لیے نام تجویز کیا:

(i) نسیم النسا بیگم (ii) عظیم النسا بیگم
(iii) قمر النسا بیگم (iv) نور النسا بیگم

(ز) جامع مسجد کے گرد گول میدان نکلے گا:

(i) دس دس فٹ (ii) پندرہ پندرہ فٹ
(iii) بیس بیس فٹ (iv) پچیس پچیس فٹ

(ح) "غالب کے خطوط" مرتب کیے ہیں:

(i) غلام رسول مہر نے (ii) رشید احمد صدیقی نے
(iii) مولوی عبدالحق نے (iv) ڈاکٹر خلیق انجم نے

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(iv)	(ح)	(iv)

رشید احمد صدیقی
(1896ء تا 1977ء)

خطوطِ رشید احمد صدیقی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو بتانا کہ مکتوب نگاری کیا ہوتی ہے۔
- طلبہ کو خط کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔
- رشید احمد صدیقی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا۔
- مکتوب نگاری کے حوالے سے طلبہ کو رشید احمد صدیقی کی مکتوب نگاری سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو تعزیتی خط لکھنے سے متعلق معلومات فراہم کرنا۔
- طلبہ کو رشید احمد صدیقی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اردو زبان کے مختلف اندازِ بیاں سے واقفیت کروانا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام

رشید احمد صدیقی، تاریخ پیدائش: 1896ء، جائے پیدائش: موضع مریاہو ضلع بلیا (بھارت)

تعلیم

ابتدائی تعلیم کے بعد جون پور چلے گئے۔ انٹرنس کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ مالی حالت حد درجہ کمزور تھی لہٰذا تعلیم کے ساتھ ساتھ کچہری میں

www.d

ملازمت کی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اُردو میں ایم۔اے کیا۔

رشید احمد صدیقی کو لکھنے لکھانے کا شوق شروع سے تھا اس لیے کالج میگزین اور مسلم یونیورسٹی میں آپ کے ابتدائی مضامین شائع ہوئے۔ کئی برس تک یونیورسٹی میگزین کے ایڈیٹر رہے۔ 1921ء میں علی گڑھ شعبہ اردو کے صدر ہو گئے۔

رشید احمد کی زبان میں بہت مٹھاس ہے۔ انھوں نے شبلی اور حالی دونوں سے اثر قبول کیا مگر ان کے اسلوب نگارش پر شبلی کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کا استعمال کرتے ہیں مگر جہاں ان کی ضرورت محسوس ہو لیکن انگریزی الفاظ کی بھرمار سے عبارت کو بچاتے ہیں۔ ان کی زبان میں بانکپن ہے۔ ان کے ہاں جذباتیت بھی ہے اور خطابت بھی اور اس کے ساتھ ساتھ سوزوگداز بھی۔ ان کے مضامین کی زبان و بیان کی خوبیاں ہمیں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔

رشید احمد بڑے دردمند انسان ہیں۔ ان کی تصانیف میں دردمندی بدرجہ اتم موجود ہے۔ شفقت اور محبت ان کی شخصیت کا خاص جزو ہے۔ وہ لوگوں کی جن صفات سے متاثر ہوتے ہیں ان میں سرفہرست دردمندی کا احساس ہے۔ وہ نیکی اور خوبی کے قدردان ہیں۔

تصانیف

رشید احمد صدیقی کی تصانیف میں "طنزیات و مضحکات" "مضامین رشید" "گنج ہائے گراں مایہ" "خنداں" "ہم نفسان رفتہ" "غالب کی شخصیت اور شاعری" اور "اقبال کی شخصیت اور شاعری" شامل ہیں۔

وفات

انھوں نے 1977ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال خط نمبر 1

اس خط کا مرکزی خیال یہ ہے کہ رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر محمد حسن سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں اور ان سے بہت متاثر بھی ہیں۔

خلاصہ

ڈاکٹر صاحب! سلام شوق

24 تاریخ کو ہی انعام کی خوش خبری مل گئی تھی لیکن کسی سے ذکر نہیں کیا۔ سب سے پہلے آپ کی محبت کا شکریہ۔ انعام کی تصدیق ریڈیو سے ہو گئی تھی۔ آپ میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ آپ کے احسانات میری خدمات سے زیادہ ہیں۔ مجھے بھی آپ کی قابلیت اور وضع داری کا بھرپور احساس ہے۔ اس نظامِ خطبات کو کامیاب بنانے میں آپ کا بھی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اقبال مند رکھے۔

مخلص

رشید احمد صدیقی

مرکزی خیال خط نمبر 2

اس خط کا مرکزی خیال اظہار تعزیت کرنا ہے کیوں کہ یہ خط ظہیر احمد صدیقی کے والد کی وفات پر اظہار تعزیت کرنے کے لیے لکھا گیا۔

خلاصہ

www.u...10...om

عزیز گرامی! دعا!

آپ کے والد محترم کی رحلت کا صدمہ ہم اور آپ سے زیادہ کس کو ہو سکتا ہے۔ مرحوم کے زیر سایہ آپ نے زندگی کی عظمتیں سمیٹیں۔ یہ بڑی سعادت ہے۔ مرحوم ایک نیک دل انسان تھے۔ مختلف زبانوں پر انھیں قدرت حاصل تھی۔ ہم سب نے ان سے استفادہ کیا۔ بڑے شوق سے علمی مسائل پر اظہار خیال فرماتے تھے۔ ان کی وفات سے ادب میں ایک خلا سا آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مخلص

رشید احمد صدیقی

مرکزی خیال خط نمبر 3

یہ خط پروفیسر بشیر الدین کے نام لکھا گیا ہے۔ اس کا مرکزی خیال علی گڑھ کی زندگی کے گرد گھومتا ہے۔ رشید احمد صدیقی نے علی گڑھ کی زندگی کو اپنے خوابوں کی تعبیر بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علی گڑھ میں بہت سے ایسے صاحب علم لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جن کا علی گڑھ سے دور رہ کر خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

خلاصہ

بشیر صاحب، آداب!

27 اکتوبر کو آپ کا خط ملا لیکن جواب دینے میں دیر ہو گئی۔ آپ نے علی گڑھ کی زندگی کے بارے میں جو کچھ لکھا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ موجودہ صدی کی ابتدا میں ہر متوسط مسلمان گھرانے کا یہی نقشہ تھا۔ مذہب، اخلاق اور تہذیب کی مشترک خصوصیات ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان گھرانوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت مساجد میں ہوتی تھی۔ مزید مطالعہ کے لیے گھریلو کتابوں سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ بزرگوں کے طور طریقے ہمارے تخیل کو گرمی بخشتے اور اسی تخیل کو لیے ہم علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ کیا یہ ساری باتیں میری طرح آپ پر نہیں گزریں؟

میں معلم بنا اور آپ مہتمم کتب۔ علی گڑھ سے یہ بڑی نسبت ہے۔ آپ مدتوں یاد رکھے جائیں گے۔ آپ کے دل میں علی گڑھ کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ لوگ علی گڑھ کے احترام کی استعداد سے محروم ہو چکے ہیں حالانکہ ان کا اختیار اقتدار اسی کے طفیل ہے۔ مزید لکھنا چاہتا ہوں لیکن تھک گیا ہوں۔ خدا حافظ

مخلص

رشید احمد صدیقی

مضمون پر تبصرہ

رشید احمد صدیقی صاحب طرز مضمون نگار ہیں۔ انھوں نے زیادہ تر شخصیت نگاری پر لکھا ہے لیکن ان کے لکھے ہوئے خطوط بھی اُردو ادب میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کی زبان سلیس، رواں اور شستہ ہے۔ وہ علی گڑھ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے۔ انھیں طنز کا بادشاہ کہا جاتا ہے لیکن ان کے لکھے ہوئے خطوط سیدھے سادے اور عام فہم ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نوازش نامہ	خط	تصدیق ہونا	کسی بات کے بارے میں سچ سامنے آنا
متاثر ہونا	اثر قبول کرنا	سابقہ ہوا	واسطہ پڑا
احسانات	احسان کی جمع، بھلائی	قابلیت	خوبیاں
وضع داری	رکھ رکھاؤ	شہرت	مشہوری
گراں قدر	بہت زیادہ	اقبال مند	بلند [illegible]
مخلص	خلوص والا	مرحوم	بخشا ہوا، مرا ہوا
رفیق	ساتھی، دوست	شفیق	شفقت کرنے والا
سانحۂ رحلت	موت کا حادثہ	عظمات	عظمتیں، عظیم کامیابیاں
بہرہ مند ہونا	فائدہ اٹھانا	ممتاز	نمایاں
مفتخر	جس پر فخر کیا جائے	سعادت	مبارک، نیک نامی

صفت	خوبی	معتبر	اعتبار والا
متنوع	انواع و اقسام کے، طرح طرح کے	استفادہ کیا	فائدہ اٹھایا
ملائم	نرم	مفارقت	جدائی
جمیل	خوب صورتی اور دانائی والا صبر	ہم روزہ	اسی دن
سرد و گرم	اچھے اور بُرے حالات	واجب الادا	بذمہ ادا کر دینے کے قابل
متوسط	درمیانی	مشترک	اکٹھی، ایک جیسی
رجحان	[illegible]	تہذیب	رہن سہن
پیروی کرنا	پیچھے چلنا، اتباع کرنا	نمونے	سانچے، قالب
بالعموم	عام طور پر	تخیل	سوچ بچار
جولانی	جوش	[illegible]	نخرہ، ناز وادا
ماہیت قلب	دل کی حالت	تکمیل	مکمل ہونا
اسلاف	بزرگ	عظمت	بڑائی
شفقت	مہربانی	تفاوت	[illegible]
آشنا	واقف	رنج	دکھ، تکلیف
راحت	آرام	سربراہ	حکمران
متواتر	لگاتار	معلم	استاد
معترف	اعتراف کرنے والا	مہتمم	ناظم، انتظام کرنے والا
جویائے علم	علم کا متلاشی	استعداد	صلاحیت، قابلیت

طفیل	کی وجہ سے، سبب سے	متعلقین	تعلق رکھنے والے

پیرا گراف کی تشریح

پیراگراف: جو باتیں اور عرض ـــــــــ حیثیت سے پورا کر دیا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام خطوطِ رشید احمد صدیقی

(ب) مصنف کا نام رشید احمد صدیقی

[illegible]ماکم۔ متاثر کرنا: اثر میں لینا۔ کم و بیش: کم اور زیادہ۔ معلم: اُستاد۔
ہندوستان [illegible] شہرت: پورے ہندوستان میں مشہوری۔ متواتر: لگاتار، مسلسل۔
وسیع: کھلا۔ [illegible] متنوع: طرح طرح کے۔ معترف: اعتراف کرنے والا۔
تقاضا: چاہنا۔ [illegible] اہتمام کرنے والا

سیاق و سباق

رشید احمد صدیقی نے یہ خط پروفیسر [illegible]دین کے نام لکھا ہے۔ اپنے اس خط میں وہ لکھتے ہیں کہ علی گڑھ کی زندگی کے روز و شب بالکل ویسے ہی ہیں جیسے آپ نے اپنے خط میں بیان کیے ہیں۔ موجود صدی کے ابتدائی سالوں میں ہر متوسط مسلمان گھرانے کا قریباً یہی نقشہ رہا ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر یا مشترک مکتبوں میں ہوتی تھی۔ اس کے بعد گھریلو ذخیرۂ کتب اور بزرگوں کی روایات سے اپنے گنجینۂ علم میں اضافہ کیا جاتا تھا۔ بزرگوں کی روایات ہمارے تخیل کو جوش میں لاتیں اور اسی تخیل کو لیے ہوئے ہم علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ علی گڑھ تو علم کا ایک وسیع سمندر ہے۔ یہاں مجھے اپنے اس خواب کی تعبیر ملی جو میں اپنے بچپن میں دیکھا کرتا تھا۔

تشریح

رشید احمد صدیقی کہتے ہیں کہ علی گڑھ علم کا ایک وسیع سمندر تھا۔ وہ پروفیسر بشیر

الدین سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ جو باتیں میں نے علی گڑھ یونیورسٹی کے بارے میں کی ہیں کیا اس طرح کی باتیں اور واقعات آپ کو درپیش نہیں ہوئے۔ آپ بھی تو اس دور سے گزرے ہیں۔ جو کتابیں آپ نے پڑھی ہیں اور اثر قبول کیا ہے اور جن لکھنے والوں نے آپ کو متاثر کیا ہے قریب قریب مجھے بھی ان سے شغف رہا، لیکن فارغ التحصیل ہو کر میں استاد بن گیا اور آپ کو کتابوں کی دولت امانت کے طور پر سونپی گئی یعنی سید بشیر الدین لائبریری کے انچارج بنا دیے گئے۔ آپ نے اپنے عہدے کا حق ادا کر دیا۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ ہر کوئی آپ سے مشورہ لینے کا متمنی ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ آپ لائبریری کے انتظام میں اس کی مدد کریں۔ آپ ایک اچھے انگریزی دان ہیں۔ آپ کے وسیع مطالعہ کا ہر وہ شخص اعتراف کرتا ہے جو کسی بھی حوالے سے آپ کو جانتا ہے۔ آپ نے لائبریری کے تمام تقاضوں کو ایک منتظم اور ایک علم کے متلاشی دونوں حیثیتوں سے پورا کیا۔ یہ آپ کے علم کی عظمت کا بین ثبوت ہے۔

تبصرہ

رشید احمد صدیقی نے پروفیسر بشیر الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ کو کتابوں کی امانت سونپی گئی۔ آپ نے لائبریری کا بہت اچھا انتظام کیا۔ آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ لوگ دور دور سے لائبریری کے انتظام کے بارے میں مشورہ لینے آپ کے پاس آنے لگے۔ زبان بہت سادہ اور تصنع سے پاک ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) رشید احمد صدیقی کے پہلے خط کے مخاطب کا نام کیا ہے؟

جواب: رشید احمد صدیقی کے پہلے خط کے مخاطب کا نام ڈاکٹر محمد حسن ہے۔

(ب) "خطوط کا جواب عموماً ہم روزہ دیتا ہوں" اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ میں عام طور پر خط کا جواب اسی دن دے دیتا ہوں جس

دن خط مجھے موصول ہوتا ہے۔

(ج) مکتوب نگار نے خاندانوں کی مشترک خصوصیات و روایات کا سرچشمہ کس چیز کو قرار دیا ہے؟

جواب: مکتوب نگار نے خاندانوں کی مشترکہ خصوصیات و روایات کا سرچشمہ مذہب، اخلاق، تاریخ اور تہذیب کو قرار دیا ہے۔

(د) ظہیر احمد صدیقی کے نام مکتوب میں کس شخصیت کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا گیا ہے؟

جواب: ظہیر احمد صدیقی کے نام مکتوب میں ان کے والد مولانا ضیا احمد مرحوم کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا گیا ہے۔

(ہ) ڈاکٹر محمد حسن کا شکریہ کس بات پر ادا کیا گیا؟

جواب: رشید احمد صدیقی نے ڈاکٹر محمد حسن کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے پہلے ہی ساہتیہ اکادمی دہلی کی طرف سے ملنے والے انعام کے بارے میں بتا دیا تھا۔ انھوں نے اس بات کا شکریہ ادا کیا کہ ڈاکٹر صاحب، صاحبِ مکتوب کا اتنا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

-2 متن کی روشنی میں قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) رشید احمد صدیقی نے اپنے خوابوں کی تعبیر ______ میں پائی۔
(کلکتہ، علی گڑھ، دہلی)

(ب) سید بشیر الدین لائبریری کے مہتمم کے علاوہ ______ بھی تھے۔
(متعلم، معلم، علم کے متلاشی)

(ج) رشید احمد صدیقی بشیر احمد صاحب کو مزید لکھنا چاہتے تھے مگر ______
(انھیں نیند آ گئی، وہ تھک گئے، ایک اور کام میں مصروف ہو گئے)

(د) صدیقی صاحب نے ــــــــــ کے والد صاحب کی وفات پر انھیں تعزیتی خط لکھا۔ (ظہیر احمد صدیقی، محمد حسن، بشیر الدین)

(ہ) رشید احمد صدیقی کو 24 فروری 1973ء کو ایک ــــــــــ ملی۔ (خوش خبری، رجسٹری، بدخبری)

جواب: (الف) رشید احمد صدیقی نے اپنے خوابوں کی تعبیر علی گڑھ میں پائی۔

(ب) سید بشیرالدین لائبریری کے مہتمم کے علاوہ علم کے متلاشی بھی تھے۔

(ج) رشید احمد صدیقی بشیر احمد صاحب کو مزید لکھنا چاہتے تھے مگر وہ تھک گئے۔

(د) صدیقی صاحب نے ظہیر احمد صدیقی کے والد صاحب کی وفات پر انھیں تعزیتی خط لکھا۔

(ہ) رشید احمد صدیقی کو 24 فروری 1973ء کو ایک خوش خبری ملی۔

۳۔ سبق ''خطوطِ رشید احمد صدیقی'' کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) رشید احمد صدیقی نے خطوط کس شہر بھجوائے؟

(i) دلی (ii) علی گڑھ
(iii) لاہور (iv) لکھنؤ

(ب) رشید احمد صدیقی نے اپنے خط میں کس کے گراں بار احسانات کا شکریہ ادا کیا؟

(i) مولانا ضیا احمد (ii) ڈاکٹر محمد حسن
(iii) ظہیر احمد صدیقی (iv) سید بشیر الدین

(ج) رشید احمد صدیقی نے خط میں کس کے سانحہ رحلت کا ذکر کیا ہے؟

(i) مولانا ضیا احمد (ii) بیگم ڈاکٹر محمد حسن
(iii) برادر سید بشیر الدین (iv) بیگم سید بشیر الدین

(د) مکتوب نگار نے اپنے خط بنام ڈاکٹر محمد حسن میں کس خوش خبری کا ذکر کیا ہے؟

(i) غالب ایوارڈ ملنے کی (ii) تصنیف پر نقد رقم ملنے کی
(iii) ملازمانہ ترقی کی
(iv) ساہتیہ اکادمی کی طرف سے ملنے والے اعزاز کی

(ہ) خط بنام پروفیسر بشیر الدین میں کن لوگوں کی احترام کرنے کی صلاحیت سے محرومی کا ذکر کیا ہے؟
(i) علم و عمل سے خالی (ii) احترام کے مفہوم سے نابلد
(iii) علی گڑھ کی ناقدری کرنے والے (iv) مادیت پسند

(و) "بہت کچھ اور لکھنا چاہتا تھا لیکن تھک گیا" صدیقی صاحب نے یہ جملہ کس کے نام لکھا؟
(i) ظہیر احمد صدیقی (ii) سید بشیر الدین
(iii) ڈاکٹر محمد حسن (iv) مولانا ضیاء احمد

(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)				

4- درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

استعداد، کرشمہ، اسلاف، متنوع، اشغال، مہتمم، طفیل، سعادت، معلومات

الفاظ	جملوں میں استعمال
استعداد	انسان کو اپنی استعداد کے مطابق کام کرنا چاہیے۔
کرشمہ	سائنس کی کرشمہ سازیاں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔
اسلاف	گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
متنوع	ہمیں حضورﷺ کی زندگی میں متنوع اوصاف نظر آتے ہیں۔
اشغال	فضول اشغال میں وقت ضائع کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔
مہتمم	تقریب کے مہتمم نے بہت اچھا انتظام کیا تھا؟
طفیل	میری تمام کامیابی میری ماں کی دعا کے طفیل ہے۔
سعادت	سعادت مند اولاد اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے۔
معلومات	معلومات حاصل کرنے کے لیے مسلسل محنت درکار ہے۔

www.d...com

5- کالم (الف) کے اندراجات کو کالم (ب) سے ملائیں:

کالم (الف)	کالم (ب)	جوابات
تعزیت نامہ	علی گڑھ یونیورسٹی	بنام ظہیر احمد صدیقی
ہجوم میں	مشترک مکتبوں	احساسِ تنہائی
رشید احمد صدیقی	بنام ظہیر احمد صدیقی	علی گڑھ یونیورسٹی
ابتدائی تعلیم و تربیت	دوسرا خط	مشترک مکتبوں
3 نومبر 1973ء	احساسِ تنہائی	دوسرا خط

6- درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

اسلاف، نیک نام، سخاوت، اعتراف، آباد، نشیب

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
اسلاف	بچے	نیک نام	بدنام
سخاوت	کنجوسی	اعتراف	انکار
آباد	ویران	نشیب	فراز

اُردو زبان اور مختلف اندازِ بیاں

معاشرے میں ہمیں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی سوچ، سمجھ، علم اور تجربے کی روشنی میں گفتگو کرتا ہے۔ گویا ایک ہی بات کے انداز بیاں مختلف ہو سکتے ہیں۔ آپ کمرے میں بیٹھے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کھڑکی بند کر دی جائے۔ دیگر لوگ بھی موجود ہیں۔ کھڑکی کے قریب بیٹھے نوجوان سے لوگ کیا کہیں گے؟

ایک بزرگ: برخوردار! ذرا کھڑکی تو بند کر دیں۔

نوجوان: پلیز کھڑکی بند کر دیجیے۔

ایک اور: کھڑکی بند کر دو۔

ایک اور نوجوان: اگر زحمت نہ ہو تو یہ کھڑکی بند کر دیں، ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔

اس کے علاوہ بھی ہم کئی اور انداز میں زبان لکھتے اور بولتے ہیں۔

(الف) گاڑی تیز چلانے کی بنا پر آپ کا زیرِ دفعہ ــــ چالان کیا جاتا ہے۔

(ب) آپ کا تبادلہ زیرِ چٹھی نمبر 212/ای بتاریخ 23 اگست ــــ میں کر دیا گیا تھا۔

(ج) کرکٹ ٹیم 233 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئی۔ سیریز جیتنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔

(د) کمپیوٹر کے سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر کا فرق معلوم ہونا چاہیے۔

آپ نے دیکھا کہ اخباری، دفتری، قانونی اور تکنیکی زبان کافی حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ہمارا ہر جملہ لب و لہجے، اسلوب اور لفظوں کے انتخاب کی وجہ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ مضمون، کہانی، خط اور درخواست لکھنے کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں۔

آپ مختلف جملے بول کر یا لکھ کر بتائیں کہ یہ کون سا اندازِ بیاں ہے؟

جواب: پاکستان کو 1000 میگاواٹ بجلی کی کمی کا سامنا ہے۔ (صحافتی زبان)

چٹھی نمبری 512/B کے تحت ڈاکٹر سلمان کی خدمات محکمہ صحت کے سپرد کی جاتی ہیں۔ (دفتری زبان)

قرار دیا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں تعزیرات پاکستان کی دفعہ فلاں کے تحت جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ (عدالتی زبان)

ہارڈ ویئر کمپیوٹر کا دماغ ہے اور سوفٹ ویئر اس کا ذہن۔ (تکنیکی زبان)

شام ہے، ساغر جام ہے اور قموں کا ہنگام ہے۔ (ادبی زبان)

سرگرمیاں

1- رشید احمد صدیقی کے دو تین اور خط جماعت کے کمرے میں سنائے جائیں۔

جواب: **رشید احمد صدیقی کا خط غلام رسول مہر کے نام**

نسیم قریشی صاحب سے آپ کی اہلیہ کے انتقال کی خبر ملی۔ بہت بڑا صدمہ ہے۔ یہ ایک ساتھ کی موتیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ تخلیقی کام کر رہے ہیں۔

یہ تخلیقی کام تائید الٰہی سے سہارا بن جاتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کو اس موقع پر تعزیت کی بجائے تہنیت کہا جائے۔ آپ ان میں سے ایک ہیں۔

رشید احمد صدیقی کا خط خلیق نظامی کے نام

کتابوں کا شکریہ۔ خیال تھا کہ جلدی واپس کر دوں گا مگر کچھ کاہل ہو گیا ہوں۔ جس کتاب کی آپ کو ضرورت ہو واپس منگوا لیجیے گا کیوں کہ میں کتابیں پوری کی پوری پڑھ کر ہی واپس کروں گا صرف سطحی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔

-2 رشید احمد صدیقی کے خطوط میں علی گڑھ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسے اپنے لفظوں میں پیراگراف کی صورت میں لکھیں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ خط نمبر 3

-3 اپنے استاد صاحب سے پوچھ کر رشید احمد صدیقی کی نثر نگاری کی دو خاص خوبیاں لکھیں۔

جواب: **رشید احمد صدیقی کی نثر نگاری کی خوبیاں**

رشید احمد صدیقی نے زمانہ طالب علمی ہی میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ان کا رجحان طنز و مزاح کی طرف تھا اسی لیے ان کے ابتدائی مضامین میں طنز و مزاح کا عنصر غالب ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے اپنے عہد کے ماحول کی اچھائیوں کو اجاگر کیا ہے اور کمزوریوں پر بھرپور چوٹ کی ہے۔ ان کے مزاح میں طنز کی نشتریت ہمیشہ موجود رہی ہے۔ ان کے ہاں تیز نشتریت کی بجائے دھیما پن ملتا ہے۔ رشید احمد صدیقی اپنی تحریروں میں اصلاح احوال کرنے کی کوشش کرتے نظر نہیں آتے بلکہ اخلاقی قدروں کے زوال پر جو دکھ محسوس کرتے ہیں وہ ان کے لبوں پر زہر خند بن کر ابھرتا ہے۔

رشید احمد کی زبان میں بہت مٹھاس ہے۔ انھوں نے شبلی اور حالی دونوں سے اثر قبول کیا مگر ان کے اسلوب نگارش پر شبلی کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کا استعمال کرتے ہیں مگر جہاں اس کی ضرورت محسوس ہو لیکن انگریزی الفاظ کی بھرمار سے عبارت کو بچاتے ہیں۔ ان کی زبان میں بانکپن ہے۔ ان کے ہاں جذباتیت بھی ہے اور خطابت بھی اور اس کے ساتھ ساتھ سوز و گداز

بھی۔ ان کے مضامین کی زبان و بیان کی خوبیاں ہمیں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔
رشید احمد بڑے درد مند انسان ہیں۔ ان کی تصانیف میں دردمندی بدرجہ اتم موجود ہے۔ شفقت اور محبت ان کی شخصیت کا خاص جزو ہے۔ وہ لوگوں کی جن صفات سے متاثر ہوتے ہیں ان میں سرفہرست دردمندی کا احساس ہے۔ وہ نیکی اور خوبی کے قدر دان ہیں۔ ان خطوط سے بھی دردمندی کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک خط انھوں نے اپنے دوست ظہیر احمد صدیقی کو لکھا ہے جو ان کے والد کی تعزیت کے لیے ہے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو بتایا جائے کہ کسی شخص کے خطوط اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی کس طرح عکاسی کرتے ہیں؟

جواب: کسی کو خط لکھنا اپنی گفتگو لکھ کر بھیجنا مکتوب نگاری کہلاتا ہے یا اسے خطوط نویسی کہتے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب کے الفاظ میں "خط دلی خیالات و جذبات کا روزنامچہ اور اسرار حیات کا صحیفہ ہے۔" خط لکھنے کے لیے کوئی خاص موضوع نہیں ہوتا۔ انسان اپنے دلی جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ لکھنے کے لیے آزاد ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ لکھتا ہے وہ اس کے دل کی آواز ہوتی ہے، اس لیے کسی بھی خط کو پڑھ کر اس کے لکھنے والے کے بارے میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کیسا ہے۔ اس طرح خط شخصیت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

-2 رشید احمد صدیقی کے کسی مجموعے سے ان کے دو تین خطوط پڑھ کر طلبہ کو سنائے جائیں اور ان پر تبصرہ بھی کیا جائے۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے سرگرمی نمبر 1

-3 طلبہ کو خطوط نویسی کی مشق کروائی جائے۔

جواب: اساتذہ کرام طلبہ کو مختلف موضوع پر خطوط لکھوائیں۔

اہم معروضی سوالات

www.downloadclassnotes.com

3- متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) رشید احمد صدیقی نے ڈاکٹر حسن کو خط لکھا:

(i) 7 فروری 1973ء (ii) 10 فروری 1973ء

(iii) 17 فروری 1973ء (iv) 27 فروری 1973ء

(ب) رات انعام کی تصدیق ہو گئی تھی:

(i) دو دوستوں سے (ii) ریڈیو سے

(iii) ٹیلی ویژن سے (iv) اخبار سے

(ج) رشید احمد صدیقی نے ظہیر احمد صدیقی کو خط لکھا:

(i) حال دریافت کرنے کے لیے (ii) اپنے ہاں آنے کے لیے

(iii) کچھ کتابیں منگوانے کے لیے (iv) ان کی والدہ کی تعزیت کے لیے

(د) ظہیر احمد صدیقی کے والد کا نام تھا:

(i) مولانا ضیا احمد (ii) مولانا شبیر احمد

(iii) مولانا سلیم احمد (iv) مولانا کلیم احمد

(ہ) پروفیسر بشیر الدین کا لکھا ہوا تعزیت نامہ رشید احمد صدیقی کو ملا:

(i) 12 اکتوبر کو (ii) 14 اکتوبر کو

(iii) 27 اکتوبر کو (iv) 31 اکتوبر کو

(و) کچھ دنوں سے تنہائی کا احساس ہونے لگا ہے:

(i) شام کو (ii) سوتے وقت

(iii) ہر وقت (iv) ہجوم میں

(ز) میں معلم رہا اور آپ کو دولت اور امانت سونپی گئی:

(i) خزانے کی (ii) کتابوں کی

(iii) نونہالوں کی (iv) باغات کی

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)	(و)	(iv)	(ز)	(ii)		

میر انیس
(1800ء تا 1874ء)

میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو واقعہ کربلا سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو کربلا کے موسمی حالات سے واقفیت دلانا
- طلبہ کو مرثیہ نویسی سے متعارف کروانا
- طلبہ کو شاعری کی صنف مسدس سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو نظم میں منظر نگاری کے عنصر سے واقفیت کروانا
- طلبہ کو میر انیس کی شاعری کے بارے میں معلومات دینا
- طلبہ کو میر انیس کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا

شاعر کے حالاتِ زندگی

میر ببر علی انیس میر خلیق کے بیٹے تھے۔فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ان کے مورث اعلیٰ میر امامی شاہجہان کے عہد میں ہرات سے آئے اور دہلی میں آباد ہو گئے۔ شاہجہان نے سہ ہزاری منصب عطا کیا۔ سلطنت مغلیہ کے دور زوال میں میر امامی کے پوتے میر غلام حسین ضاحک اپنے فرزند میر حسن کو، جن کی عمر دس بارہ سال تھی ساتھ لے کر فیض آباد پہنچے۔ جب مرکزِ حکومت لکھنؤ منتقل ہوا تو میر ضاحک اور میر حسن کی آمدورفت لکھنؤ میں شروع ہوگئی۔ میر حسن کے تین بیٹے تھے ان میں سے ایک میر خلیق تھے۔ میر انیس انہی کے فرزند تھے۔ میر انیس بیالیس سال کے تھے کہ اپنے چھوٹے بھائی انس کے ہمراہ مستقل طور پر لکھنؤ آ گئے۔

میر انیس نے اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ ابتدائی کتابیں مولوی حیدر علی اور صدر مفتی میر عباس سے پڑھی تھیں۔ ورزش کے بہت شائق تھے اور فنِ سپہ گری اور شہ سواری میں بھی مہارت حاصل کی۔ یہ معلومات جنگ کے مناظر وغیرہ دکھانے میں بہت کار آمد ثابت ہوئیں۔ حسنِ تناسب کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ اپنی خاندانی عزت پر بڑا فخر تھا اور خودداری اور عزتِ خاندانی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ بہت وضعدار تھے اور ملنے جلنے میں رکھ رکھاؤ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ شاہوں سے بھی باوقار انداز میں ملتے تھے۔ کسی کی تعریف یا لالچ میں ایک حرف زبان سے نہیں کہا۔ البتہ مدح آلِ رسول ﷺ میں ہدیہ قبول کر لیتے تھے۔

میر انیس کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ ان کے والد میر خلیق بھی شاعر تھے۔ دادا نامور مثنوی نگار میر حسن اور پردادا مشہور ہجوگو میر ضاحک تھے۔ یوں یہ سلسلہ پانچویں پشت تک جا پہنچتا ہے۔ انیس خود فخریہ کہتے ہیں ؎

؎ عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

لکھنؤ آنے کے بعد میر انیس لکھنؤ کے شاعرانہ ماحول سے بہت متاثر ہوئے اور شعر کہنے لگے۔ شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا لیکن والد کے کہنے پر وہ اپنی خاندانی صنف مرثیہ گوئی پر مائل ہو گئے۔ ان دنوں لکھنؤ میں مرزا سلامت علی دبیر کو مرثیہ گوئی کا امام تسلیم کیا جاتا تھا' ان کے ہوتے ہوئے مرثیہ گوئی میں میر انیس کا ایسے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہو جانا ان کی فطری صلاحیت اور شاعرانہ کمال کا بین ثبوت ہے۔ زوالِ لکھنؤ کے بعد عظیم آباد، پٹنہ اور حیدرآباد دکن بھی گئے اور بڑی قدر دانی ہوئی۔ 1874ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

میر انیس ایک خوش الحان شاعر تھے۔ ان کا مرثیہ پڑھنے کا انداز سامعین پر ایک خاص وجد سا طاری کر دیتا تھا اور ان کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑتا تھا۔ آپ

صاحب مطالعہ آدمی تھے۔ عربی اور فارسی میں خاص استعداد حاصل کر چکے تھے۔ قرآن وحدیث کے مطالعے سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ ان کی ذاتی اور شاعرانہ خوبیوں نے میر انیس کو بہت جلد بہت مقبول بنا دیا۔

مرکزی خیال

اس مرثیے میں میر ببر علی انیس نے کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی تھی اور زمین تنور کی طرح تپی ہوئی تھی۔ انسان تو انسان جانور بھی اس گرمی سے پریشان تھے یہاں تک کہ درختوں کے پتے بھی اس گرمی میں مرجھا گئے تھے۔ غرض میر انیس نے مبالغہ آرائی کی حد تک گرمی کی شدت کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ

جنگ کے دن بہت زیادہ گرمی تھی۔ اس کا بیان مشکل تھا۔ ڈر تھا کہ زبان شمع کی طرح جلنے نہ لگے۔ میدانِ جنگ کا رنگ سرخ تھا اور آسمان کا زرد۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی۔

سورج کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ دن کا رنگ رات کی مانند لگ رہا تھا اور نہر علقمہ بھی خشک ہو گئی تھی۔ دریائے فرات کا پانی بھی کھولا ہوا سا لگ رہا تھا۔

گرمی کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ مچھلیاں سمندر کی سب سے نچلی تہ سے جا لگی تھیں، ہرن ست اور چیتے سیاہ ہو گئے تھے۔ پتھر موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ پھول اپنی رنگت کھو چکے تھے اور کنوؤں کا پانی بھی نیچے چلا گیا تھا۔

دور دور تک کہیں کسی درخت پر پھل پھول نظر نہ آتا تھا۔ ہر شاخ سوکھی ہوئی تھی۔ پتے زرد ہو چلے تھے۔

شیر اور ہرن اپنے ٹھکانے میں چھپے ہوئے تھے اتنی زیادہ گرمی تھی کہ اگر کوئی دانہ

زمین پر گرتا تو وہ بھن جاتا۔

ہوا کے بگولوں پر آگ کا گمان ہوتا تھا۔ پانی کے بلبلے آگ کے شعلوں کی طرح لگ رہے تھے۔ مگرمچھوں کی جان بھی لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ اتنی گرمی تھی کہ مچھلی تک بھن جاتی تھی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لُو	تیز گرم ہوا	آفتاب	سورج
حدت	تپش	تاب وتب	چمک دمک
حباب	بلبلہ	کھولنا	اُبلنا
شجر	درخت	برگ	پتا
نخل	چھوٹا پودا	چنار	سرخ پھولوں والا ایک درخت
زیست	زندگی	مدقوق	دق کا مریض
کچھار	شیر کا مسکن	آہو	ہرن
مہر	سورج	مُکدّر	میلا، ناراض
غبار	گرد، خاک اُڑنا	گردوں	آسمان
تپ	بخار، گرمی	مُضطرب	بے چین
گرداب	بھنور، پانی کا چکر	شعلۂ جوالہ	وہ شعلہ جس کو جلا کر گول چکر کی صورت میں گھماتے ہیں
گمان	خیال	نہنگ	مگرمچھ
ماہی	مچھلی	سبزہ زار	ہرا بھرا میدان
شدت	زیادتی	کباب	کنایتاً جلا بھنا

اشعار کی تشریح

بند نمبر: 1

گرمی کا روزِ جنگ کی کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُو کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں
رَن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

حلِ لغت

مثلِ شمع: شمع کی طرح۔ الحذر: خدا کی پناہ۔ الامان: خدا کی پناہ، رحم، امن۔ حرارت: گرمی۔ رَن: بڑی جنگ، میدانِ جنگ۔ آبِ خنک: ٹھنڈا پانی۔ مخلوق: لوگ

مفہوم: جنگ کے دن کی گرمی کا کیا حال بیان کروں۔ ڈر ہے کہ زبان کہیں شمع کی مانند جلنے نہ لگے۔ اتنی تیز گرم ہوا کہ خدا کی پناہ۔ میدانِ جنگ گرمی سے سرخ تھا اور آسمان کا رنگ زرد تھا۔ زمین پر لوگ ٹھنڈے پانی کو ترس رہے تھے اور ہوا سے گویا زمین پر آگ برس رہی تھی۔

تشریح: شاعر میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک تو یہ ملک عرب کا ریگستان تھا جس کی گرمی محتاجِ بیان نہیں اور پھر یہ جنگ کا دن تھا۔ ظاہر ہے کہ جنگ کی وجہ سے گرمی کی شدت کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے میں گرمی کی اس شدت کو بیان نہیں کر سکتا۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں گرمی کی اس شدت کو بیان کر سکوں بس یہ سمجھ لیں کہ ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا والی بات ہے۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میری زبان گرمی کی

شدت اور صحیح کیفیت بیان کرتے ہوئے شمع کی مانند جلنے نہ لگے۔ میدانِ جنگ میں اس قدر لُو چل رہی تھی کہ انسان بے اختیار خدا کی پناہ طلب کرنے لگے۔ میدانِ جنگ کی زمین گرمی کی شدت سے تپ کر تانبے کی طرح سرخ ہو چکی تھی۔ گرمی اس قدر شدید تھی کہ آسمان بھی اس کی شدت سے محفوظ نہیں تھا بلکہ وہ بھی زرد پیلا دکھائی دے رہا تھا۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور لوگ ٹھنڈے پانی کو ترس رہے تھے۔ انھیں گرمی کی شدت میں اپنی پیاس بجھانے کے لیے ٹھنڈا پانی نہیں ملتا تھا جس سے وہ بہت بے تاب اور بے حال ہو رہے تھے۔ گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہوا سے زمین پر آگ برس رہی ہو۔

بند نمبر:2 وہ لُو ، وہ آفتاب کی حِدت ، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے ، تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک ، خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فُرات کا

حلِ لغت

لُو: تیز گرم ہوا۔ آفتاب: سورج۔ حدت: تپش۔ تاب و تب: چمک دمک۔ مثالِ شب: رات کی مانند۔ لب: ہونٹ۔ حباب: بلبلہ۔ حیات: زندگی۔ کھولا ہوا: اُبلا ہوا

مفہوم: میدانِ کربلا میں تیز لو چل رہی تھی۔ سورج تپا ہوا تھا۔ اس تپش کی وجہ سے دھوپ کا رنگ رات کی طرح سیاہ ہو چکا تھا۔ نہر علقمہ کے ہونٹ بھی خشک

تھے۔ پانی کے بلبلے جو خیموں کی مانند تھے وہ بھی تپے ہوئے تھے۔ ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ زندگی مفقود تھی اور دھوپ کی وجہ سے دریائے فرات کا پانی بھی اُبلا ہوا تھا۔

تشریح: میر انیس کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگ کے دن کربلا کے میدان میں بہت تیز گرم ہوا چل رہی تھی۔ سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ سورج کی دھوپ میں بہت زیادہ تپش تھی۔ جس طرح دیر تک آگ پر رکھی ہوئی چیز جل کر سیاہ ہو جاتی ہے اسی طرح تیز دھوپ کی وجہ سے دن پر بھی رات کا گماں ہوتا تھا۔ دھوپ کا رنگ شدتِ تپش سے کالا پڑ گیا تھا۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے خود علقمہ نہر کو بھی پیاس لگی ہوئی ہو۔ اس کے پانی میں بننے والے بلبلے سب کے سب تپے ہوئے تھے۔ ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ ایسے میں زندگی بے جان سی ہو کر رہ گئی تھی۔ گرمی کی شدت نے زندگی سے مایوس کر دیا تھا۔ اس گرمی کی شدت سے دریائے فرات کا پانی بھی اُبلا ہوا سا لگ رہا تھا۔

بند نمبر:3

جھیلوں سے چار پائے نہ اٹھتے تھے تا بہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام
سرخی اڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اترا تھا سائے کی چاہ سے

حل لغت

چار پائے: چار پیروں والے جانور۔ مسکن: رہنے کی جگہ۔ آہو: ہرن۔ کاہلے:

کاہل، سست۔ سیاہ فام: کالی رنگت والے۔ مثل: مثال، کسی کی مانند ہونا۔ خام: کچا۔ گیاہ: گھاس پھونس۔ چاہ: چاہت، کنواں

مفہوم: چار پائے شام تک جھیلوں سے نہ اٹھتے تھے۔ مچھلیوں کے مسکن میں سمندر کا مقام تھا۔ ہرن سست تھے اور چیتے گرمی کی وجہ سے سیاہ لگ رہے تھے۔ پتھر بھی موم کی طرح پگھل گئے تھے۔ پھولوں کا سرخ رنگ اڑ گیا تھا اور گھاس سے سبزی ختم ہوگئی تھی۔ پانی بھی سایہ تلاش کرنے کنویں میں نیچے چلا گیا تھا۔

تشریح: کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے میر انیس کہتے ہیں کہ جانور گرمی کی شدت سے بے حال تھے۔ جو جانور پانی میں رہ سکتے تھے، وہ پانی سے باہر ہی نہ نکلتے تھے۔ شام تک وہ پانی ہی میں رہتے۔ جب شام کے وقت سورج کی حدت ذرا کم ہوتی تب کہیں جا کر وہ پانی سے باہر آنے کا قصد کرتے۔ مچھلیاں جو سمندر میں رہتی تھیں، وہ بھی سطح آب پر آنے سے کتراتی تھیں۔ سطح کا پانی آگ کی طرح کھولا ہوا تھا۔ مچھلیاں سمندر کی تہ میں چلی گئی تھیں تاکہ وہ گرمی کی شدت سے بچ سکیں۔ اس گرمی نے کسی کو بھی نہ چھوڑا تھا۔ ہر وقت چوکڑیاں بھرتے رہنے والے ہرن سست اور ڈھال ہو چکے تھے۔ ان سے ایک قدم اٹھانا بھی محال تھا۔ گرمی نے ان کا برا حال کر دیا تھا۔ چیتے بھی اس گرمی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ بھی نیم جاں ہو گئے تھے۔ دھوپ کی تیزی کی وجہ سے ان کا رنگ و روپ بھی سیاہ پڑ گیا تھا۔ اتنی شدید گرمی تھی کہ پتھر بھی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ یہاں میر انیس بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ درحقیقت پتھر دھوپ کی وجہ سے صرف گرم ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی شدید گرمی تھی کہ پتھر بھی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ مبالغہ آرائی کی انتہا ہے، لیکن شعر میں زور پیدا کرنے کے لیے انھوں نے اس طرح کی مبالغہ آرائی سے کام

لیا ہے۔ اصل میں یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ بہت زیادہ گرمی تھی۔ بہار کے موسم میں سرخ سرخ پھول اپنی خوشنمائی سے باغ کو رونق بخشتے ہیں۔ اس گرمی میں پھولوں کا سرخ رنگ بھی اُڑ گیا تھا۔ سورج کی تپش نے پھولوں کی چمک کو ماند کر دیا تھا۔ گھاس پھونس بھی سوکھ کر پیلی رنگت اختیار کر چکی تھی۔ اصل میں گھاس کا رنگ سبز ہوتا ہے جو آنکھوں کو بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے مگر دھوپ نے اس کی تازگی چھین لی تھی۔ سبزی پیلاہٹ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ کنوؤں کا پانی نیچے چلا گیا تھا۔ اس کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ زیرِ زمین پانی کم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کنوؤں کا پانی نیچے چلا گیا تھا لیکن میر انیس کہتے ہیں کہ سائے کی چاہت میں پانی نیچے چلا گیا۔

بند نمبر 4:

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ و بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل، نہ لہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہر شاخ بار دار
گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

حل لغت

کوسوں: میلوں (ایک کوس ڈیڑھ میل کے برابر ہوتا ہے) شجر: درخت۔ گل: پھول۔ برگ: پتا۔ نخل: چھوٹا پودا۔ چنار: سرخ پھولوں والا ایک درخت۔ بار: پھل۔ زیست: زندگی۔ مثل: مانند، طرح۔ مدقوق: دق کا مریض

مفہوم: میلوں تک کسی درخت پر پھل پھول نہ تھے۔ ہر پودا چنار کی طرح جل رہا تھا۔ کہیں کوئی پھول نہیں کھلا تھا۔ ہر پھل دار شاخ سوکھ کر کانٹا بن گئی تھی۔ ہر کوئی زندگی سے بے زار تھا۔ درختوں کے پتے بھی دق کے مریضوں کے زرد چہروں

کی طرح تھے۔

تشریح: کربلا کے میدان میں درخت تو موجود تھے مگر دور دور تک کوئی درخت ایسا دکھائی نہ دیتا تھا جو پھلوں، پھولوں یا پتوں سے ہرا بھرا ہو۔ ٹنڈ منڈ درختوں پر جب سورج کی شعاعیں پڑتیں تو دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا جیسے جنگل میں آگ لگی ہوئی ہو اور ہر پودا اس آگ میں جل رہا ہو بالکل اسی طرح جیسے چنار کے درخت اپنے سرخ پھولوں کی وجہ سے یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے ان میں آگ لگی ہوئی ہو۔ پھول پژمردہ ہو چکے تھے۔ سبزہ زار میں بھی کوئی رونق نہیں تھی۔ جو شاخیں کبھی پھلوں سے لدی پھندی نظر آتی تھیں، آج وہ گرمی کی شدت سے سوکھ کر کانٹا بن گئی تھیں۔ اس شدید گرمی میں لوگ جینے سے بے زار ہو چکے تھے۔ ان کی دلی امنگیں، جوش اور ولولے سرد پڑ چکے تھے۔ گرمی کی وجہ سے درختوں کے پتے کمھلا گئے تھے۔ وہ پتے جو کبھی سرسبز وشاداب تھے، ان میں پیلاہٹ آ گئی تھی اور وہ اس طرح لگ رہے تھے جیسے دق کا مارا ہوا کوئی مریض ہو۔ دق کے مریض کا چہرہ بھی خون کی کمی کی وجہ سے پیلا پڑ جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ گرمی کی شدت نے ہرے بھرے پتوں کو بھی زرد کر دیا تھا۔ ان کی تازگی ختم ہو گئی تھی۔ ان میں زندگی کی رمق [illegible] تھی۔ گرمی کی شدت سے سب کا ہی بُرا حال تھا۔

بند نمبر 5:

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدّر غبار سے
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

www.downl

حل لغت

کچھار: شیر کا مسکن۔ آہو: ہرن۔ سبزہ زار: ہرا بھرا میدان۔ مہر: سورج۔ مکدر: میلا۔ گردوں: آسمان۔ تپ: بخار۔ مضطرب: بے چین، پریشان

مفہوم: دھوپ کے مارے شیر اپنی کچھار سے باہر نہ نکلتے تھے۔ سبزہ زار میں آہو بھی گرمی سے ہانپ رہے تھے۔ سورج کی دھوپ گرد سے میلی ہو رہی تھی، آسمان کو زمین کی گرمی کی وجہ سے بخار ہو گیا تھا۔ ساری دنیا گرمی سے پریشان تھی۔ اگر کوئی دانہ زمین پر گرتا تو وہ بھن جاتا۔

تشریح: گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ شیر جیسے درندے بھی تیز دھوپ کی وجہ سے اپنے ٹھکانوں کو نہ چھوڑتے تھے بلکہ وہ وہیں دبکے پڑے ہوئے تھے حالاں کہ شیر جیسے درندے اکثر شکار کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہرن بھی ہرے بھرے میدانوں سے منھ باہر نہیں نکالتے تھے۔ گرمی کی شدت سے وہ بھی بے حال ہو رہے تھے۔ سورج جو ایک صاف شفاف اور روشن آئینے کی طرح چمکتا ہے، گرمی کی شدت اور گرد و غبار کی وجہ سے وہ بھی میلا اور گدلا ہو چکا تھا۔ گویا سورج نے اپنا منھ گرد و غبار میں چھپا لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے گرم بخارات سے آسمان کو تیز بخار چڑھ گیا ہو۔ گویا زمین کی سخت گرمی کا اثر آسمان تک جا پہنچا تھا۔ وہ بھی اس گرمی سے محفوظ نہ تھا۔ اس طرح زمین اور آسمان دونوں گرمی سے تپ رہے تھے جس کے نتیجے میں لوگوں کا بُرا حال تھا۔ ہر کوئی زندگی سے بے زار نظر آ رہا تھا۔ زمین کا فرش تنور کی طرح گرم تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اناج کا جو دانہ اس تپتے ہوئے فرش پر گرتا تھا وہ جل بھن جاتا تھا۔ گویا اسے کسی بھٹی میں ڈال دیا گیا ہو۔ یہ مبالغے کی انتہا ہے۔

بند نمبر 6:

گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ پر تھے سب نہنگ، مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ ، گرمیٔ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی ، کباب تھی

حل لغت

گرداب: بھنور پانی کا چکر۔ شعلۂ جوالہ: آگ کا دائرہ۔ انگارے: آگ کے دہکتے ہوئے ٹکڑے۔ حباب: بلبلہ۔ شررفشاں: چنگاریاں برسانے والا۔ تہ: نچلا حصہ۔ نہنگ: مگرمچھ۔ روزِ حساب: قیامت کا دن۔ ماہی: مچھلی

مفہوم: بھنور پر جلتے ہوئے شعلے کا خیال گزرتا تھا۔ بلبلے انگاروں کی طرح تھے اور پانی آگ برسا رہا تھا۔ ہر ایک موج کی زبان منھ سے نکلی ہوئی تھی۔ مگرمچھ پانی کی تہ میں تھے مگر ان کی جان بھی لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ پانی آگ بنا ہوا تھا اور گرمی قیامت جیسی تھی۔ اگر کوئی مچھلی پانی کی سطح تک آتی تو کباب کی طرح بھن جاتی تھی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ پانی میں جو بھنور بنتا ہے وہ ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے آگ کا شعلہ جلا کر اسے چکر دے دیے ہوں اور وہ اپنی تپش چاروں طرف پھیلا رہا ہو۔ پانی میں جو بلبلے بنتے تھے وہ بھی کسی دہکتے ہوئے انگارے سے کم نہیں تھے۔ دریا کا پانی بھی آگ برسا رہا تھا۔ گویا بہت ہی زیادہ گرمی تھی۔ دریا کی موجیں بھی پریشان تھیں۔ دریا میں موجود مگرمچھ اگرچہ پانی کی تہ میں لیٹے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ گرمی کی شدت سے متاثر تھے کیوں کہ اس گرمی کی وجہ سے پانی آگ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے

قیامت آ گئی ہو۔ پانی میں موجود مچھلیاں بھی پریشان تھیں۔ اگر وہ پانی کی گرمی سے گھبرا کر سطحِ آب پر آتیں تو وہاں گرمی کا زور اور زیادہ ہوتا اور وہ گرمی کی شدت سے جل بھن کر کباب ہو جاتیں۔ یہاں بھی میر انیس مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کا مقصد گرمی کی شدت کو بیان کرنا ہے۔ گرمی کی ایسی حالت میں بھی اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ کسی بھی قسم کے حالات انھیں حق کی راہ سے ہٹا نہ سکے۔ انھوں نے جان دے دی لیکن باطل کو حق کہنے پر رضامند نہ ہوئے۔

تبصرہ

میر انیس ایک مرثیہ گو شاعر ہیں۔ انھوں نے اس مرثیے میں کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کیا ہے۔ ہر جان دار گرمی سے متاثر تھا۔ درخت سوکھ کر کانٹا بن گئے تھے۔ درخت پھلوں سے خالی تھے۔ جانور پانی کے قریب رہنا پسند کر رہے تھے۔ پرندے سائے کی تلاش میں چھپتے پھر رہے تھے۔ آنکھیں کھولنا محال تھا۔ شیر اپنی کچھار سے باہر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر مچھ گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے دریا کی تہ میں چلے گئے تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی سربلندی کے لیے کربلا کے میدان میں جنگ لڑ رہے تھے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: شاعر نے کہا ہے کہ کہیں میری زبان شمع کی طرح جلنے نہ لگے کیوں کہ میں کربلا کی گرمی کی شدت کو بیان کرنے جا رہا ہوں۔ اس طرح شاعر نے زبان کو شمع

سے تشبیہ دی ہے۔

(ب) دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے کیا مراد ہے؟

جواب: دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے مراد نہر کے دونوں کنارے ہیں۔ جس طرح انسان کے لب ہوتے ہیں اسی طرح نہر کے دونوں کناروں کو اس نے لبوں سے تشبیہ دی ہے۔ پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں اسی طرح گرمی کی شدت سے نہر علقمہ کے کنارے خشک ہو چکے تھے۔

(ج) شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فرات کے پانی پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟

جواب: شاعر گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے مبالغہ آرائی کی حدوں کو چھو رہا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ دھوپ کی وجہ سے دریائے فرات کا پانی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے تیز آگ پر رکھ دیا ہو اور یہ ابلنے لگے۔ دھوپ سے دریائے فرات کا پانی ابل رہا تھا۔ یہاں میر انیس مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔

(د) شاعری میں میر انیس کی وجۂ شہرت کیا ہے؟

جواب: شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت ان کی مرثیہ گوئی ہے۔

(ہ) ہیئت کے اعتبار سے اس نظم (میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت) کو کیا کہیں گے؟

جواب: ہیئت کے اعتبار سے یہ نظم مسدس ہے، مسدس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند میں چھے مصرعے ہوں۔ مسدس کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور آخری دو مصرعے بھی ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن یہ قافیے پچھلے چار قافیوں سے الگ ہوتے ہیں۔

۲۔ نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) مرزا دبیر (ii) میر انیس
(iii) مولوی میر حسن (iv) میر خلیق

(ii) نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" صنفِ سخن کے لحاظ سے کیا ہے؟

(i) آزاد نظم (ii) قصیدہ
(iii) شہر آشوب (iv) مرثیہ

(ج) شاعر گرمی کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے لرزاں ہے کہ:
(i) زبان مثل شمع نہ جل اٹھے (ii) خود اس شدت کا شکار نہ ہو جائے
(iii) بیان سے قاصر ہے (iv) مبالغہ نہ ہو جائے

(د) رن کی زمیں میں سرخ تھی اور آسماں تھا:
(i) سبز (ii) نیلا
(iii) زرد (iv) سرخ

(ہ) زمین پر خلقِ خدا کس چیز کو ترس رہی تھی؟
(i) پانی کو (ii) آبِ خنک کو
(iii) ٹھنڈی ہوا کو (iv) بادل کے سائے کو

(و) دن کے مثالِ شب سیاہ ہونے کی وجہ کیا تھی؟
(i) آفتاب کی حدت (ii) دھوپ
(iii) تپش (iv) لو

(ز) نہنگوں پر گرمی کا کیا اثر تھا؟
(i) پسینے چھوٹ رہے تھے (ii) بے ہوش تھے
(iii) جان لبوں پر تھی (iv) ہانپ رہے تھے

(iii)	(د)	(i)	(ج)	(iv)	(ب)	(ii)	(الف)
		(iii)	(ز)	(ii)	(و)	(ii)	(ہ)

3- "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" میں جن جانوروں کا ذکر آیا ہے، ان کے ناموں کی فہرست تیار کیجیے۔

جواب: اس نظم میں درج ذیل جانوروں کے نام آئے ہیں۔
مچھلی، آہو (ہرن) چیتا، شیر، نہنگ (مگرمچھ)۔

4- درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیے۔

آفتاب، مسکن، شجر، آہو، گرداب، ماہی

الفاظ	مترادف
آفتاب	سورج

الفاظ	مترادف
مسکن	رہائش

تھالے بھی نخل کے، سبد گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے، وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جا بجا، وہ گہر ہائے آب دار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا، بار بار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل، ہزار
خواہاں تھے زیب گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے، ہجوم
کو کو کا شور، نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی، علی العموم
جاری تھے وہ جو ان کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے، رب علا کی مدح
ہر خار کو بھی نوک زباں تھی، خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے، یہ کہتی تھی، بار بار
اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق، ترے نثار
یاحی یا قدیر کی تھی ہر طرف، پکار
تسبیح تھی کہیں، کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں مست، ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

دعائے خلیل علیہ السلام اور نوید مسیحا

5- مرثیے کی وضاحت کرتے ہوئے مختصراً قصیدے کا ذکر کرکے فرق واضح کیا جائے۔

جواب: ایسی نظم جس میں کسی امیر آدمی یا حاکمِ وقت کی شان لکھی جائے اسے قصیدہ کہا جاتا ہے۔ قصیدے میں شخصی اوصاف بیان کیے جاتے ہیں، جن میں مبالغہ آرائی بھی ہوتی ہے۔ مرزا رفیع سودا کا نام شاعری کے میدان میں نمایاں ہے۔ ان کی غزل گوئی کو بعض لوگ ان کے قصائد کے مقابلے میں کم تر درجہ دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے ہاں مثنوی اور غزل ملتی ہے مگر سودا کا مزاج اور ماحول قصیدے کا تھا۔ انھوں نے بزرگانِ دین کی مدح کے علاوہ اپنے زمانے کے رئیسوں اور امیروں کی شان میں قصیدے لکھے۔ وہ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے قصیدہ نگاری کو باقاعدہ فن کی حیثیت سے انتہائی بلندیوں تک پہنچایا۔ انھیں قصیدہ نگاری کا امام سمجھا جاتا ہے۔

مرثیہ میں کسی کی وفات کے بعد اس کی خوبیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے جب کہ قصیدے میں زندہ شخص کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔

6- طلبہ کو میر انیس ہی کا ایک مرثیہ "میدانِ کربلا میں صبح کا منظر" بھی پڑھ کر سنایا جائے۔

جواب: **میدانِ کربلا میں صبح کا منظر**

ٹھنڈی ہوا میں، سبزۂ صحرا کی وہ لہک
شرمائے جس سے، اطلس و زنگاریٔ فلک
وہ جھومنا درختوں کا، پھولوں کی وہ مہک
ہر برگِ گل پہ، قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے، گوہرِ یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے، جواہر نگار تھے

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا
دُرّاج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوشِ گل، وہ نالۂ مرغانِ خوش نوا
سردی جگر کو بخشتی تھی، صبح کی ہوا
پھولوں سے سبز سبز شجر، سرخ پوش تھے

(i) چہرہ (ii) سراپا (iii) رخصت
(iv) آمد (v) رجز (vi) جنگ
(vii) شہادت (viii) بین (ix) دعا

-2 طلبہ پر واضح کیا جائے کہ میر انیس کے ہاں مبالغہ آرائی موجود ہے۔

جواب: میر انیس ایک بلند پایہ مرثیہ نگار ہیں۔ میر انیس کی عظمت یہ ہے کہ وہ جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔ انھیں خارجی جزئیات اور داخلی واردات، دونوں کی تصویر کشی پر بے نظیر قدرت حاصل ہے۔ مناظر قدرت اور رزم و بزم کا مرقع پیش کرتے ہوئے اس کی تمام جزئیات اپنی اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ مختلف جگہوں پر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں جیسے

اڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

یہاں میر انیس گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے مبالغے کی حدوں کو چھو رہے ہیں۔ یہ شعر دیکھیے۔

پانی تھا آگ ، گرمی روز حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

-3 طلبہ کو بتایا جائے کہ مسدس نظم میں ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جواب: جس نظم کے ہر بند کے چھے مصرعے ہوں اسے مسدس کہتے ہیں۔ مسدس کے ابتدائی چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں جب کہ آخری دو مصرعے اپنے طور پر ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

-4 مولانا حالی کی مسدس سے ایک بند پڑھ کر طلبہ کو سنایا جائے۔

جواب: مجھے حالی کی مسدس میں سے یہ بند زیادہ پسند ہے۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

خاص کرم نوازی ہے۔ سردی، گرمی، بہار اور خزاں، ہم ہر قسم کے موسم سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ گرمی کا موسم پاکستان کے بعض علاقوں میں بہت شدید ہوتا ہے۔ عام طور پر گرمی کا موسم مئی سے اگست تک رہتا ہے۔ اگست میں برسات شروع ہو جاتی ہے اور موسم کچھ بہتر ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے جن علاقوں میں زیادہ گرمی ہوتی ہے ان میں جیکب آباد، سبی، لورالائی، رحیم یار خاں وغیرہ شامل ہیں۔ جون جولائی کے مہینوں میں پاکستان کے بعض علاقوں میں اتنی شدید گرمی پڑتی ہے کہ کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ اس گرمی میں انسان تو انسان حیوان بھی باہر نکلنے سے کتراتے ہیں۔ لوگ ٹھنڈی جگہوں پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ گرمی کے اس موسم میں لُو لگنے کا اندیشہ بھی رہتا ہے، اس لیے اگر باہر مجبوری کبھی گرمی کے موسم میں باہر نکلنا پڑے تو سر کو اچھی طرح ڈھانپ لینا چاہیے۔

گرمی کی شدت سے ہر کوئی پریشان ہوتا ہے مگر یہ موسم بھی اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ اگر گرمی کا موسم نہ ہو تو فصلیں نہ پکیں اور ہمیں پینے کے لیے پانی بھی میسر نہ آئے۔

3- میر انیس نے جو تشبیہات استعمال کی ہیں، ان کی فہرست تیار کریں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

جواب: دیکھیے جواب سوال نمبر 1

<u>اساتذہ کرام کے لیے</u>

1- مرثیہ نگاری کا مختصر تعارف کراتے ہوئے طلبہ کو بتایا جائے کہ اس کی ابتدا عربوں نے کی۔

جواب: مرثیہ عربی زبان کے لفظ ''رثا'' سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب حزن و ملال اور ماتم ہے۔ اصطلاحاً اس سے مُراد ایسی صنفِ سخن کے ہیں جس میں کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی تعریفیں کی جائیں اور پھر اپنے غم و الم اور جذباتِ غم کا اظہار کیا جائے۔ عام طور پر مرثیہ شہیدانِ کربلا کے لیے لکھا جاتا ہے اور مجالسِ عزا میں پڑھا جاتا ہے۔ مرثیے میں فوت شدگان کے مناقب اور مصائب کا بیان ہوتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر مرثیہ لکھا۔ غالب کی وفات پر مولانا الطاف حسین حالی نے مرثیہ لکھا۔

مرثیے کے مندرجہ ذیل حصے ہوتے ہیں۔

10- نظم کو غور سے پڑھیں اور ہر بند کے قافیے لکھیں۔

جواب:

(الف)	بیاں	زباں	الاماں	آسماں	
(ب)	تب	شب	لب	سب	
(ج)	شام	مقام	فام	خام	
(د)	بار	چنار	زار	دار	
(ہ)	گماں	فشاں	زباں	جاں	

سرگرمیاں

1- میر انیس کی نظم کی خوبیاں اپنی کاپی میں نوٹ کریں:

جواب: میر انیس کی شاعرانہ عظمت کو تمام ناقدانِ فن نے تسلیم کیا ہے۔ان کے مرثیے اعلیٰ شاعری کا نمونہ ہیں۔وہ بڑے سے بڑے واقعے نازک سے نازک خیال اور لطیف سے لطیف کیفیت کو مناسب اور موزوں الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ان کی تشبیہات، استعارے اور تمثیلیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔میر انیس نے جذباتِ فطرت اور مناظرِ قدرت کی عمدہ تصویریں کھینچی ہیں۔ان کا کلام صنائع و بدائع اور فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔اخلاقی شاعری کے اعتبار سے بھی میر انیس کے مراثی کا پایا بہت بلند ہے۔

میر انیس کی عظمت یہ ہے کہ وہ جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔انھیں خارجی جزئیات اور داخلی واردات دونوں کی تصویر کشی پر بے نظیر قدرت حاصل تھی۔مناظرِ قدرت اور رزم و بزم کا مرقع پیش کرتے ہیں اس کی تمام جزئیات اپنی اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں۔اسی طرح وہ افرادِ مرثیہ کی حیثیت کو ملحوظ اور حالات و مدِنظر رکھتے ہوئے ان کے جذبات و کیفیات کی ہو بہو تصویر کھینچتے ہیں۔وہ اردو کے چند ممتاز ترین شاعروں میں شمار کیے گئے ہیں اور صنفِ مرثیہ میں تو اپنی نظیر آپ ہیں اور اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

2- اس نظم کی روشنی میں گرمی کی شدت پر مختصر مضمون لکھ کر استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: **گرمی کی شدت**

اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو ہر قسم کے موسم عطا کر رکھے ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی

اصل میں لکڑیوں کو آگ لگانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جل اٹھتی ہیں۔ آگ بذاتِ خود نہیں جلتی بلکہ جلتی لکڑیاں ہیں جن کا نتیجہ آگ ہے۔
گویا ہم آگ (مسبب یا نتیجہ) کا لفظ بول کر اس سے مراد لکڑیاں (سبب) لیتے ہیں۔

-8 اس نظم میں سے تشبیہ، استعارہ اور مجازِ مرسل الگ کر کے لکھیں۔

جواب: تشبیہ: ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں

کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خیمے جو تھے حبابوں کے، تپتے تھے سب کے سب
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام
بچے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

استعارہ: خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب

اڑتی تھی خاک، خشک تھا چشمہ حیات کا
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے
پانی تھا آگ، گرمیٔ روزِ حساب تھی

مجازِ مرسل: رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں

گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر
مُردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

-9 درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روز، آفتاب، کانٹا، حیات، سیاہ، سبزہ زار، شررفشاں

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
روز	رات	آفتاب	ماہتاب
کانٹا	پھول	حیات	موت
سیاہ	سفید	سبزہ زار	ریگ زار
شررفشاں	ٹھنڈا		

بنایا گیا ہے۔

مجازِ مُرسل کی مزید مثالیں

جزو کہہ کر کل مراد لینا

''ہمیں ہر کام بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہیے۔''
اس جملے میں ''بسم اللہ'' دراصل ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا ایک جزو ہے۔
ہم نے صرف بسم اللہ کہا، لیکن اس سے ہماری مراد یہی ہے کہ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی چاہیے نہ کہ صرف ''بسم اللہ''۔

کل بول کر جزو مراد لینا

''میں ہر روز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔''
یہاں قرآن کریم کا لفظ کتاب اللہ کے مکمل تیس پاروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ میں روزانہ تو پورا قرآن مجید نہیں پڑھتا بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں۔ گویا قرآن کریم (کل) بول کر اس کا مخصوص حصہ (جزو) مراد لیا گیا ہے۔

ظرف بول کر مظروف مراد لینا

''شربت بہت مزے دار تھا، میں مسلسل چار گلاس پی گیا۔''
یہاں چار گلاس (ظرف) سے شیشے کے چار گلاس مراد نہیں بلکہ اس میں ڈالا ہوا پانی (مظروف) مراد ہے۔

سبب بول کر مسبب (نتیجہ) مراد لینا

''پیاس نے مجھے نڈھال کر رکھا تھا۔''
حقیقت یہ ہے کہ پیاس کسی کو نڈھال نہیں کرتی بلکہ پیاس کی وجہ سے انسان کو جو کمزوری لاحق ہوتی ہے، وہ اسے نڈھال کرتی ہے۔
گویا پیاس (سبب) بول کر کمزوری (مسبب) یا نتیجہ مراد لیا گیا ہے

مسبب یا نتیجہ بول کر سبب (وجہ) مراد لینا

''چولھے میں آگ جل رہی ہے۔''

استعارے میں مستعار لہ حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوتا ہے۔

آپ کسی ایک نظم سے استعارے تلاش کر کے لکھیں۔

جواب: استعارے کی مثالیں

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھیں تو ہو

اس شعر میں تمنا اور دنیا حضرت محمد ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

پھوٹا جو سینۂ شب تار الست سے
اس نور اولیں کا اجالا تمھیں تو ہو

اس شعر میں اجالا حضور ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدار یثرب و بطحا تمھیں تو ہو

اس شعر میں تاجدار حضور ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

دنیا میں رحمت دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھیں تو ہو

مجازِ مُرسل

اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی تعلق ہو تو وہ مجازِ مُرسل کہلاتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(الف) انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔
اس میں جزو بول کر کل مراد لی گئی ہے۔

(ب) حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھ کر مرض کی تشخیص کر دی۔
یہاں کل بول کر جزو مراد لی گئی ہے۔ (نبض پر ہاتھ نہیں تین انگلیاں رکھی جاتی ہیں)

(ج) برسے گا آج خوب دھواں دھار ابر ہے۔
یہاں سبب (ابر) بول کر مسبب (پانی) مراد لیا گیا ہے۔

(د) مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں
یہاں آلہ (زبان) بول کر وہ چیز (بولی) مراد لی گئی ہے جس کے لیے یہ آلہ

چشمۂ حیات	قحط کے دنوں میں گدلا پانی بھی پیاسوں کے لیے چشمۂ حیات سے کم نہیں۔
برگ و بار	بہار کے موسم میں ہر برگ و بار کھل اٹھتا ہے۔
مدقوق	میں نے ریلوے اسٹیشن پر ایک مدقوق بوڑھے کو پریشان حال دیکھا۔
مضطرب	پرچہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے سدرہ بہت مضطرب تھی۔
شرر فشاں	شب برات کے موقع پر سلمان نے شرر فشاں آتش بازی چلائی۔
مکدر	دھند کی وجہ سے کار کا شیشہ بہت مکدر ہو رہا تھا۔
سرگرمیاں	چھٹیوں میں تمھاری کیا سرگرمیاں ہوتی ہیں؟

استعارہ:-

استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینا کے ہیں۔ علمِ بیان کی اصطلاح میں جب ہم کسی چیز کے معنی مستعار لے کر دوسری چیز کے لیے استعمال کرتے ہیں تو اسے استعارہ کہتے ہیں جیسے:

ماں نے کہا "میرا چاند سکول سے آگیا ہے۔"

باپ نے کہا "میرا بیٹا رستم ہے۔"

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

ان جملوں میں بچے کو چاند، بیٹے کو رستم اور بہادر انسان کو شیر کہا گیا ہے۔ یعنی چاند، رستم اور شیر کے الفاظ مستعار لے کر بچے، بیٹے اور بہادر انسان کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

ارکانِ استعارہ

1- **مستعارلہ:** جس کے لیے لفظ مستعار لیا جائے۔ اوپر کی مثالوں میں بچہ، بیٹا اور بہادر انسان (شاعر کا اشارہ حضرت عباسؓ بن علیؓ کی طرف ہے) مستعارلہ ہیں۔

2- **مستعارمنہ:** جس سے لفظ ادھار لیا جائے۔ یہاں چاند، رستم اور شیر مستعارمنہ ہیں۔

3- **وجہ جامع:** مستعارلہ اور مستعارمنہ کے مابین مشترک صفت کو وجہ جامع کہا جاتا ہے۔ اوپر کی مثالوں میں خوب صورتی اور بہادری وجہ جامع ہیں۔ مستعارلہ اور مستعارمنہ میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔

شجر	درخت	آہو	ہرن
گرداب	بگولا	ماہی	مچھلی

-5 نظم کے آخری بند کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

-6 قوسین میں دیے گئے الفاظ سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) پتھر پگھل کر ـــــــ ہو گئے تھے۔ (راکھ، خاک، موم)

(ب) مسدس کا ہر بند ـــــــ اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔ (دو، تین، چھے)

(ج) گرمی کی شدت سے پھولوں کا رنگ ہو گیا تھا۔ (زرد، سیاہ، زائل)

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو ـــــــ سے تشبیہ دی ہے۔ (کوئلے، لکڑی، چنار)

(ہ) ـــــــ سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔ (غبار، بخار، گرمی)

جواب: (الف) پتھر پگھل کر موم ہو گئے تھے۔

(ب) مسدس کا ہر بند تین اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔

(ج) گرمی کی شدت سے پھولوں کا رنگ زائل ہو گیا۔

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو چنار سے تشبیہ دی ہے۔

(ہ) غبار سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔

-7 مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

مثلِ شمع، الاماں، تاب و تب، چشمۂ حیات، برگ و بار، مدقوق، مضطربہ شررفشاں، شگفتہ، سرگرمیاں

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
مثلِ شمع	زندگی مثلِ شمع دھیرے دھیرے پگھل رہی ہے۔
الاماں	آج کل کی مہنگائی! الامان الحفیظ! بہت ہی زیادہ ہے۔
تاب و تب	اس موتی کی تاب و تاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) ڈر ہے کہ زبان نہ جلنے لگے:

(i) مثلِ پروانہ (ii) مثلِ شمع
(iii) مثلِ کوئلہ (iv) مثلِ انگارا

(ب) حلق ترستی تھی:

(i) آبِ رواں کو (ii) آبِ حیات کو
(iii) آبِ باراں کو (iv) آبِ خنک کو

(ج) دھوپ سے دن کا رنگ تھا:

(i) کالا (ii) سفید
(iii) سرخ (iv) نارنجی

(د) گرمی سے پانی کھولا ہوا تھا:

(i) نہرِ علقمہ کا (ii) ہر ایک کوئیں کا
(iii) دریائے فرات کا (iv) ہر تالاب کا

(ہ) ایک ایک گل جل رہا تھا:

(i) اپنی آگ میں (ii) چنار کی صورت
(iii) تنور کی صورت (iv) بجلی کی صورت

(و) گرمی کی وجہ سے رن کی زمین تھی:

(i) نیلی (ii) سیاہ
(iii) سرخ (iv) زرد

(ز) خاک پر آگ برستی تھی:

(i) آسمان سے (ii) فضا سے

(iii) زمین سے (iv) ہوا سے

(ح) پانی آگ تھا اور گرمی تھی:

(i) روزِ حساب کی (ii) روزِ جنگ کی

(iii) روزِ محشر کی (iv) روزِ قیامت کی

(ط) فرات کا پانی کھولا ہوا تھا:

(i) سورج سے (ii) آگ سے

(iii) گرمی سے (iv) دھوپ سے

(ی) شیر دھوپ کے مارے اٹھتے نہیں تھے:

(i) سایے سے (ii) پانی سے

(iii) کچھار سے (iv) غار سے

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)	(ز)	(iv)	(ح)	(i)
(ط)	(iv)	(ی)	(iii)				

علامہ اقبالؒ
(1877ء تا 1938ء)

فاطمہ بنت عبداللہ

عرب لڑکی جو (1912ء) کی طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی۔

تدریسی مقاصد

1- طلبہ کو شاعرِ مشرق کی شاعری کے بارے میں بتانا۔
2- طلبہ کو مختلف تراکیب کے استعمال سے آگاہ کرنا۔
3- طلبہ میں وطن سے محبت کا جذبہ بیدار کرنا۔
4- طلبہ کو دوسروں کے کام آنے کی ترغیب دینا۔
5- طلبہ کو ایک مثالی مسلمان لڑکی کے کردار سے روشناس کروانا۔
6- طلبہ کو علامہ اقبالؒ کے حالاتِ زندگی سے متعارف کروانا۔
7- طلبہ کو علامہ اقبالؒ کی لکھی ہوئی کتابوں سے واقفیت دلانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام محمد اقبالؒ تخلص اقبالؒ، سیالکوٹ میں ایک کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول دینی تھا۔ والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی جہاں انھوں نے قرآن مجید اور ابتدائی دینی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں مشن ہائی سکول میں داخلہ لیا اور پھر مرے کالج سے ایف۔اے کا امتحان پاس کیا۔ اسی دوران میں اپنے استاد شمس العلماء مولوی سید میر حسن سے خوب فیض اٹھایا۔ عربی اور فارسی کے علاوہ دینی ذوق بچپن سے موجود تھا۔ سیالکوٹ کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے فلسفہ کی ڈگری حاصل کی۔ یہاں پروفیسر آرنلڈ جیسا لائق اور شفیق استاد مل گیا جن کی فلسفہ دانی کا بڑا شہرہ تھا۔ پروفیسر آرنلڈ نے اقبالؒ کی ذہانت سے متاثر ہو کر ان کی تربیت اور

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

راہنمائی کی طرف خاص توجہ دی۔ اقبالؒ کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور پروفیسر بھی کام کرتے رہے لیکن ان کا اصل رجحان شعر وسخن کی طرف تھا۔

اقبال نے تین سال تک (1905ء تا 1908ء) یورپ میں قیام کیا۔ انگلستان سے بیرسٹری اور جرمنی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ سفر یورپ کے دوران میں اقبالؒ کو مغربی تہذیب کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ ایک طرف وہ مغربی افکار و نظریات سے آگاہ ہوئے اور دوسری طرف وہ مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن سے بھی باخبر ہوئے اور اسلام کی صداقت و حقانیت پر ان کا ایمان و عقیدہ اور پختہ ہو گیا۔

وطن واپسی پر وکالت کا پیشہ اختیار کیا لیکن وہ اپنا زیادہ تر وقت قومی خدمات، شاعری اور علم و ادب میں صرف کرتے تھے۔ حکومت نے انھیں سر کا خطاب دیا۔ انھوں نے سیاست میں بھی حصہ لیا۔ تصور پاکستان پیش کیا اور قائداعظمؒ کے ساتھ مل کر کام کیا اور انھیں قیمتی مشورے دیے۔

علامہ اقبالؒ کی تصانیف میں بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، پیام مشرق، زبور عجم، جاوید نامہ، ارمغان حجاز، اسرار خودی، رموز بے خودی، پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق شامل ہیں۔

عشق رسول ﷺ، مقصدیت، شاعرانہ مصوری، ندرت، تشبیہات، اثر آفرینی، تغزل، نادر تراکیب، عشق و عقل، تصور مرد مومن، سوز و گداز، تصور خودی، منفرد لب و لہجہ علامہ اقبالؒ کے کلام کی منفرد خصوصیات ہیں۔ 1938ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

اس نظم کا مرکزی خیال جذبۂ حب الوطنی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے یہ نظم ایک عرب لڑکی کی زندگی کے بارے میں لکھی ہے جو ایک اعلیٰ کردار کی لڑکی تھی۔ لیبیا کے مسلمانوں نے اپنی آزادی کے لیے اٹلی کے خلاف جو جنگ لڑی یہ لڑکی اس جنگ میں غازیوں کو پانی پلانے کی ڈیوٹی پر مامور تھی۔ اپنے اس فرض کی انجام دہی میں اس نے شہادت کا رتبہ پایا اور تاریخ کے اوراق میں امر ہو گئی۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

خلاصہ

اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کی آبرو ہے۔ تیری ذات معصوم اور پاک ہے۔ اے صحرا کی حور! تو نے غازیانِ اسلام کو پانی پلانے کی سعادت حاصل کی۔ تیرا شوقِ شہادت اتنا قوی تھا کہ تو بغیر تلوار اور ڈھال کے میدانِ جنگ میں آ گئی۔ ہم سمجھتے تھے کہ مسلمان قوم اب راکھ کا ڈھیر بن چکی ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ اس راکھ میں ابھی تجھ جیسی چنگاری دبی ہوئی ہے۔ بتقاضائے بشریت ہمیں تیری موت کا دکھ ہے مگر خوشی بھی ہے کہ تو نے قوم کی آبرو بچا لی اور دلوں کو ایک ولولۂ تازہ عطا کیا۔ آنے والی نسلیں تیرے مجاہدانہ کردار سے سبق لیں گی۔ تیری شہادت نے مردہ قوم میں آزادی کی روح پھونک دی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آبرو	عزت	امت مرحوم	ایسی امت جس پر رحمت کی گئی ہو
ذرہ	کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ	مشتِ خاک	خاک کی مٹھی مٹھی بھر خاک
سعادت	نیک بختی، خوش نصیبی	حورِ صحرائی	صحرا میں پیدا ہونے والی پاک بی بی
غازیانِ دین	دین کی خاطر جہاد کرنے والے مجاہد	جہاد	اللہ کی راہ میں وطن یا دین کی حفاظت کے لیے لڑنا
بے	بغیر	سقائی	پانی پلانا

تیغ	تلوار	سپر	ڈھال
جسارت آفریں	جرأت پیدا کرنے والا	شوقِ شہادت	شہادت کا شوق
کلی	بغیر کھلا پھول	گلستاں	باغ
خزاں	پت جھڑ کا موسم	منظر	نظارہ
چنگاری	شرارہ، آگ کا پھول	خاکستر	راکھ
آہو	ہرن	پوشیدہ	چھپے ہوئے
خوابیدہ	سوئی ہوئی	گو	اگرچہ
شبنم افشاں	اوس ٹپکانے والی	نغمۂ عشرت	خوشی کا گیت
نالۂ ماتم	ماتمی فریاد	رقص	ناچ
خاک	مٹی	نشاط انگیز	خوشی بڑھنے والا
سوز	حرارت، گرمی	لبریز	بھرا ہوا
ہنگامہ	شور غل	تربت	قبر
آغوش	گود	قومِ تازہ	نئی قوم
انجم	ستارے	ظہور	ظاہر ہونا، نمایاں ہونا
دیدۂ انساں	انسان کی آنکھ	نامحرم	ناواقف
موجِ نور	روشنی کی لہر	تابانی	چمک
کہن	پرانا	نو	نیا
کوکب	ستارہ	پرتو	عکس
تقدیر	قسمت	انداز	طریقہ

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1 فاطمہ! تو آبروے اُمّتِ مرحوم ہے
ذرّہ ذرّہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

حلِ لغت

آبرو: عزت۔ اُمتِ مرحوم: وہ امت جس پر رحمت کی گئی ہو، بخشی ہوئی امت۔ ذرہ: نشان، کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ۔ مُشتِ خاک: مُٹھی بھر مٹی۔ **معصوم:** بے گناہ، بے قصور

مفہوم: اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کے لیے عزت اور فخر کا باعث ہے۔ تو نے اپنی جان کی قربانی دے کر اُمت کے وقار میں اضافہ کیا ہے۔ تو ایک پاک دامن بچی ہے۔ تیرے وجود کا ایک ایک ذرہ معصوم ہے۔

تشریح: علامہ محمد اقبالؒ نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ مسلمانوں کے لیے بڑی سختی کا دور تھا۔ مسلمان جذبۂ حُریت کو بھول چکے تھے۔ اُس وقت وہ انگریزوں کے غلام تھے۔ وہ اپنے تابناک ماضی کو فراموش کر چکے تھے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی تھی کہ ان میں جذبۂ حُریت بیدار کیا جائے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری کے ذریعے سے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ ان کی یہ نظم اسی پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ اس نظم میں انھوں نے ایک تاریخی واقعہ کا سہارا لے کر مسلمانوں کے اندر جذبۂ حریت بیدار کرنے کی کوشش کی۔ یہ واقعہ طرابلس کی جنگ سے متعلق ہے جو لیبیا کے مسلمانوں نے اٹلی کے خلاف آزادی کے حصول کے لیے لڑی۔ اس جنگ میں فاطمہ نامی ایک معصوم بچی بھی شہید ہوئی جو میدانِ جنگ میں مجاہدین کو پانی پلاتی تھی۔ علامہ محمد اقبالؒ اس بچی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کے لیے عزت اور فخر کا

باعث ہے۔ تو نے جامِ شہادت نوش کر کے امتِ مسلمہ کی لاج رکھ لی۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم میں فاطمہ جیسی پاک دامن اور معصوم بچیاں موجود ہیں، جن کا جذبۂ جہاد قابلِ رشک ہے۔

شعر نمبر 2: یہ سعادت حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی

حلِ لغت

سعادت: نیک بختی، خوش نصیبی۔ حورِ صحرائی: صحرا میں پیدا ہونے والی پاکیزہ لڑکی۔ غازیانِ دین: دین کے لیے لڑنے والے مجاہد۔ سقائی: پانی پلانا

مفہوم: اے صحرا میں پیدا ہونے والی پاکیزہ لڑکی! یہ خوش نصیبی تیری قسمت میں لکھی تھی کہ تو دین کی خاطر جہاد کرنے والوں کو پانی پلائے۔

تشریح: علامہ محمد اقبالؒ، فاطمہ بنت عبداللہ کی روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! تو ریگستان میں رہنے والی ایک پاک دامن لڑکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک بڑی اہم ذمہ داری کے لیے چُن لیا۔ تو بہت خوش قسمت ہے کہ تیرے ذمے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو پانی پلانے کا فرض سونپا۔ کسی کو پانی پلانا ویسے ہی بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ دس نیکیاں عطا کرتا ہے اور پھر ان مجاہدین کو پانی پلانا جو اللہ تعالیٰ کے دین اور وطن کی حفاظت کے لیے دشمنوں سے جنگ لڑ رہے ہوں، ان کو پانی پلانا تو بہت زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ تو انتہائی خوش قسمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اہم فریضے کی ادائیگی کے لیے تمہارا انتخاب کیا۔

شعر نمبر 3: یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

حلِ لغت

جہاد: دین یا ملک کی خاطر لڑنا۔ بے: بغیر۔ تیغ: تلوار۔ سپر: ڈھال۔
جسارت: جرأت، بہادری، دلیری۔ جسارت آفریں: جرأت پیدا کرنے والا۔
شوقِ شہادت: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا شوق

مفہوم: تو نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں بغیر تلوار اور ڈھال کے جہاد کیا۔ تمھارا شہید ہونے کا شوق کتنا زیادہ جرأت پیدا کرنے والا ہے۔

تشریح: فاطمہ بنت عبداللہ نے عملی طور پر لیبیا کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا۔ شاعر کہتا ہے کہ اگرچہ تمھارے پاس نہ تو تلوار موجود تھی کہ تو دشمن پر وار کر سکے اور نہ ہی دشمن کا وار روکنے کے لیے اپنے پاس کوئی ڈھال رکھتی تھی لیکن اس کے باوجود تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مجاہدینِ اسلام کو پانی پلاتی اور ان کی پیاس بجھاتی تھی۔ تمھارا شوقِ شہادت کتنا زیادہ جرأت پیدا کرنے والا تھا۔ تمھیں دیکھ کر دوسروں میں بھی جذبۂ جہاد ابھرتا۔ تمھارے جذبات دیکھ کر دوسروں کو بھی میدانِ جنگ میں آنے کا شوق پیدا ہوتا۔ تیری شہادت دوسروں کے لیے ایک سبق ہے۔ تو نے دوسرے لوگوں کے لیے اپنی ذات میں ایک نمونہ پیش کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہو تو اس کے لیے نہ کسی تلوار کی ضرورت ہے اور نہ کسی ڈھال کی بلکہ انسان کو صرف جذبۂ ایمانی سے سرشار ہونے کی ضرورت ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

شعر نمبر 4: یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

حل لغت

کلی: بن کھلا پھول۔ گلستان: باغ۔ خزاں: پت جھڑ کا موسم۔ منظر: نظارہ۔ چنگاری: شرارہ، آگ کا پھول۔ خاکستر: راکھ

مفہوم: ایسی کلی بھی اس اجڑے ہوئے باغ میں تھی۔ اے اللہ! ایسا شرارہ بھی اپنی راکھ میں دبا ہوا تھا۔

تشریح: علامہ اقبالؒ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ مسلمان قوم مکمل طور پر تباہی و بربادی سے دوچار ہو چکی ہے۔ جس طرح خزاں ہرے بھرے باغ کو اجاڑ کر رکھ دیتی ہے اسی طرح ملتِ مسلماں کا باغ خزاں رسیدہ ہو چکا ہے۔ اب یہاں خوش رنگ پھولوں کی بجائے نوک دار خار ہی اگتے ہیں۔ مجھے کیا پتا تھا کہ اس اجڑے ہوئے گلشن میں ابھی فاطمہ جیسی کلیاں موجود ہیں۔ جس طرح کوئی چیز جل جائے تو راکھ ہی باقی رہ جاتی ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ اب اس راکھ سے کچھ حاصل نہیں ہو گا کہ اچانک کوئی چنگاری بھڑک کر اپنے وجود کا احساس دلاتی ہے۔ وہ ایک چنگاری امید کی کرن بن جاتی ہے کہ آگ ابھی بجھی نہیں بلکہ اس میں ابھی تپش باقی ہے۔ اسی طرح فاطمہ بھی اس اجڑے ہوئے گلستاں میں ایک کلی کی مانند ہے جو اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ یہ گلشن ابھی اجڑا نہیں ہے۔ اس میں نئے پودے جنم لے سکتے ہیں۔ اس میں پھر سے بہار آسکتی ہے۔

شعر نمبر:5 اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

حل لغت

صحرا: ریگستان۔ آہو: ہرن۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ خوابیدہ: سوئی ہوئی۔

مفہوم: اپنے ریگستان میں ابھی بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں اور برسے ہوئے بادل

میں کئی بجلیاں سوئی ہوئی ہیں۔

تشریح: علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اے فاطمہ! تمھاری قربانی نے ہمارے اندر امید کا دیا روشن کر دیا ہے۔ ہمیں خوش آئند مستقبل کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ ہم تو مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکے تھے تو نے ہمیں ایک نئی زندگی کی راہ دکھائی ہے۔ ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ ابھی ہمارے اس ریگستان میں بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں۔ ہرن اصل میں نخلستان میں رہتے ہیں۔ صحرا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہاں اقبالؒ کی مراد یہ ہے کہ ابھی ہمارے پاس جذبۂ عمل رکھنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ آسمان پر بادل گھرے ہوئے ہوں تو اس میں بجلی لہریں لیتی ہے لیکن جب موسلادھار بارش ہو جائے اور بادل چھٹ جائیں تو بجلی نہیں چمکتی لیکن اقبالؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ مسلمان عروج حاصل کر کے اب اپنا اقتدار کھو چکے ہیں، ان کا بادل برس چکا ہے مگر اب بھی اس برسے ہوئے بادلوں میں فاطمہ جیسی بہت سی بجلیاں چھپی ہوئی ہیں جو گم کردہ مسافر کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

شعر نمبر 6: فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

حلِ لغت

گو: اگرچہ۔ شبنم: اوس۔ شبنم افشاں: اوس ٹپکانے والی۔ غم: دکھ، رنج۔ نغمہ: گیت، گانا۔ عشرت: خوشی۔ نالہ ماتم: کسی کے مرنے پر آہ و بکا کرنا، ماتمی فریاد

مفہوم: فاطمہ! تیرے دکھ میں ہماری آنکھ سے آنسو بہ رہے ہیں لیکن ہماری اس آہ و بکا میں خوشی کے نغمے بھی شامل ہیں۔

تشریح: شاعر فاطمہ کی شہادت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ تمھاری اس شہادت پر اگرچہ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ وہ آنسو ہیں جو ایک معصوم لڑکی کی شہادت پر خود بخود آنکھوں سے امل آئے ہیں لیکن اس دکھ کے پیچھے ایک خوشی بھی ہے کہ تم نے اپنی جان دے کر اپنی قوم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ اپنے وطن کے نوجوانوں کو ایک نئی راہ دکھا دی ہے کہ اگر وطن کی حفاظت کے لیے جان بھی قربان کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ تمھاری شہادت نے دوسرے نوجوانوں کے دل میں بھی جذبۂ جہاد پیدا کر دیا ہے۔ ان کے اندر آزادی حاصل کرنے کے جو جذبات دم توڑ رہے تھے وہ پھر سے بیدار ہو رہے ہیں۔ تیرے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ایک نہ ایک دن وہ آزادی حاصل کر ہی لیں گے۔

شعر نمبر:7

رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

حل لغت

رقص: ناچ۔ خاک: مٹی۔ نشاط: خوشی۔ انگیز: بڑھانا۔ ذرہ: کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ۔ سوز: حرارت، گرمی، تپش۔ لبریز: بھرا ہوا

مفہوم: تیری قبر کی مٹی کے ذرے جب اڑتے ہیں تو یہ منظر کتنا پیارا لگتا ہے کہ اس مٹی کا ایک ایک ذرہ زندگی کی حرارت سے بھرا ہوا ہے۔

تشریح: شاعر فاطمہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے فاطمہ! تیری شہادت ہمارے لیے آزادی کا پیغام لے کر آئی ہے۔ تمھارے وجود کا ایک ایک ذرہ ہم سے اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ ہم غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لیے اپنی جانوں کی پروا نہ کریں۔ جب تیری قبر سے مٹی اٹھتی ہے تو اس کا ایک ایک ذرہ ہم

میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کرتا ہے۔ تیری شہادت سے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آزادی سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے اگر جان بھی چلی جائے تو آنے والی نسلیں اس قربانی کے ثمرات سے ضرور بہرہ ور ہوں گی۔

شعر نمبر:8

ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

حل لغت

ہنگامہ: شور غل۔ تربت: قبر۔ قومِ تازہ: نئی قوم۔ آغوش: گود

مفہوم: تیری خاموش قبر میں ایک ہنگامہ چھپا ہوا ہے۔ تمھاری قبر ایک ایسی گود ہے جس میں ایک نئی قوم پرورش پا رہی ہے۔

تشریح: شاعر فاطمہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے فاطمہ! تو نے اپنی زندگی اپنی قوم کی آزادی کے لیے وقف کر دی۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے تو نے اپنی جان دے دی۔ اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب تو اپنی قبر میں آرام سے سوئی ہوئی ہے۔ بظاہر تیری قبر چپ چاپ ہے لیکن اس کے اندر کوئی ہنگامہ چھپا ہوا ہے۔ زندگی میں تیرا عمل اور اب تمھاری روح ہماری راہنما بن کر ہمیں آزادی کا سبق دے رہی ہے۔ تمھاری ہستی مسلمان قوم کو نئے ولولوں سے متعارف کروا رہی ہے۔

شعر نمبر:9

تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

حل لغت

انجم: ستارہ۔ فضائے آسمان: آسمان کی وسعت۔ ظہور: ظاہر ہونا، نمایاں ہونا۔
دیدۂ انساں: انسانی آنکھ۔ نامحرم: اجنبی، ناواقف۔ موجِ نور: روشنی کی لہر

مفہوم: آسمان کی وسعتوں سے نئے ستارے ظاہر ہو رہے ہیں جن کی روشنی انسان آنکھ کے لیے اجنبی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ تمھاری شہادت یقیناً انقلاب کی راہ ہموار کر رہی ہے۔ آسمان پر تیری شہادت کے خوب چرچے ہیں۔ تمھاری دیکھا دیکھی قوم کے دوسرے لوگوں میں بھی آزادی حاصل کرنے کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ تمھیں دیکھ کر اور بھی بہت سے لوگ میدانِ عمل میں آ گئے ہیں۔ لوگ تمھیں نمونہ بنا کر تمھاری پیروی میں اپنی جانیں آزادی حاصل کرنے کے لیے قربان کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جذبۂ عمل سے بھرپور ہیں۔ مسلمانوں کی ملی غیرت جاگ اٹھی ہے۔ اب وہ ہر حال میں آزادی حاصل کر کے رہیں گے۔

شعر نمبر 10: جن کی تابانی میں انداز کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

حلِ لغت

تابانی: چمک، روشنی۔ کہن: پرانا۔ انداز: طریقہ۔ نو: نیا۔ کوکب: روشن ستارہ۔ پرتو: عکس

مفہوم: ان ستاروں کی چمک دمک میں نیا اور پرانا دونوں طرح کا انداز پایا جاتا ہے اور تیری تقدیر کے روشن ستاروں کا عکس بھی ان میں شامل ہے۔

تشریح: نظم کا یہ شعر پچھلے شعر سے جڑا ہوا ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ فاطمہ کی شہادت کی وجہ سے لوگوں میں جذبۂ حریت بیدار ہوا۔ فاطمہ نے ان بزرگ ہستیوں کی قربانیوں کی لاج رکھی جنھوں نے مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں سے رہائی دلانے کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔ فاطمہ ان کے نقشِ قدم پر چلی اور اب اس نے ایک انقلاب کی ابتدا کی۔ اس انقلاب سے مسلمان قوم اثر لے رہی ہے۔ مسلمان نوجوانوں کے جذبۂ جہاد میں وہ روشنی بھی شامل ہے جو فاطمہ نے آزادی کی شمع روشن کر کے چاروں طرف بکھیری ہے۔

تبصرہ

علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی اس نظم میں ایک تاریخی واقعہ بیان کیا ہے۔ لیبیا کے مسلمان اٹلی سے اپنی آزادی کے لیے جنگ لڑ رہے تھے۔ ان کا جذبۂ جہاد سرد پڑ چکا تھا کہ ایک معصوم بچی فاطمہ بنت عبداللہ نے شہادت کا رتبہ حاصل کر کے نوجوانوں کو میدانِ عمل میں اتارا اور اس بات کا درس دیا کہ آزادی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور غلامی سے بڑھ کر کوئی لعنت نہیں۔

علامہ اقبالؒ نے بڑے عمدہ الفاظ اور تراکیب کا استعمال کرتے ہوئے نظم کو اثر آفریں بنایا ہے۔ نظم پڑھ کر بے اختیار فاطمہ کے جذبۂ جہاد کی تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے۔

مشق

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے:

(الف) ''برسے ہوئے بادل'' سے کون مراد ہے؟

جواب: برسے ہوئے بادل سے مسلمان امت مراد ہے۔ علامہ اقبالؒ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان قوم ایک بادل کی طرح تھی جس میں ہر لحظہ بجلیاں کڑکتی رہتی تھیں۔ آج مسلمان برسے ہوئے بادل کی طرح ہیں، لیکن ان کی تہ میں وہی بجلیاں خوابیدہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سوئی ہوئی بجلیوں کو جذبۂ عمل کے لیے ابھارا جائے۔

(ب) شاعر نے نظم کے پہلے شعر میں مرحومہ کو کس طرح خراجِ تحسین پیش کیا ہے؟

جواب: شاعر نے فاطمہ بنت عبداللہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ تو مسلمان امت کی عزت اور آبرو ہے اور تیرے وجود کا ایک ایک ذرہ پاکیزہ ہے کیوں کہ تم نے اپنی جان قربان کر کے امت کے وقار میں اضافہ کیا ہے۔

(ج) فاطمہ کو ''راکھ میں دبی ہوئی چنگاری'' کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: شاعر نے فاطمہ کو چنگاری سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ مسلمانوں کا جذبۂ حریت راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔ ایسے میں فاطمہ نے اپنی جان قربان کر کے مسلمانوں کے سوئے ہوئے جذبے کو بیدار کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے راکھ میں دبی ہوئی کوئی چنگاری دوبارہ آگ جلانے کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی طرح فاطمہ نے مسلم اُمہ میں آزادی کی نئی روح پھونک دی۔

(د) نظم میں ''تازہ انجم کے ظہور'' کا مفہوم واضح کریں۔

جواب: تازہ انجم کے ظہور سے مراد یہ ہے کہ مسلمان قوم کے تازہ دم لوگ آزادی کی جنگ میں شریک ہو رہے ہیں۔

(ہ) آنکھ کی شبنم افشانی سے کیا مراد ہے؟

جواب: آنکھ کی شبنم افشانی سے مراد بہت زیادہ رونا ہے۔ شاعر نے آنسوؤں کو شبنم سے تشبیہ دی ہے۔ افشانی کا مطلب ٹپکانا ہے یوں شبنم افشانی کا مطلب ہے شبنم ٹپکانا مگر یہاں شاعر کی مراد بہت زیادہ آنسو ٹپکانے سے ہے۔

-2 نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-3 متن کو ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) نظم ''فاطمہ بنت عبداللہ'' کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) علامہ محمد اقبالؒ (ii) حفیظ جالندھری
(iii) ظفر علی خان (iv) احسان دانش

(ب) یہ نظم کس مجموعہ کلام سے لی گئی ہے؟

(i) بانگِ درا (ii) بالِ جبریل
(iii) ضربِ کلیم (iv) ارمغانِ حجاز

(ج) فاطمہ بوقتِ شہادت کس فرض کی ادائیگی میں مصروف تھی؟

(i) پانی پلانے میں (ii) مرہم پٹی کرنے میں

(iii) مریضوں کی دیکھ بھال کرنے میں (iv) نماز پڑھنے میں

(د) شاعر نے فاطمہ کو حور کہا ہے:

(i) صحرائی (ii) ارضی

(iii) آسمانی (iv) جنت

(ہ) "اپنی خاکستر" سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

(i) سرزمین طرابلس (ii) سرزمین پاک و ہند

(iii) امتِ مسلمہ (iv) سرزمین سیالکوٹ

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)						

-4 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:

سقائی، خاکستر، نشاط، جسارت، ذرہ، تربت، سپر

جواب: سَقّائی، خَاکِسْتَر، نَشَاط، جَسَارَت، ذَرّہ، تُرْبَت، سِپَر

-5 دیدۂ انساں سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: دیدۂ انسان سے مراد انسان کی دیکھنے والی آنکھ ہے۔ یہاں مراد ہے حقیقت کی تہ تک پہنچنے والی آنکھ۔

-6 نظم کا متن ذہن میں رکھ کر مصرعے مکمل کریں:

(الف) ذرہ ذرہ تیری ــــــــ خاک کا معصوم ہے۔

(ب) یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے ــــــــ و سپر

(ج) ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت ــــــــ!

(د) رقص تیری خاک کا کتنا ــــــــــ ہے

(ہ) دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی ــــــــــ

جواب: (الف) ذرہ ذرہ تیری مُشتِ خاک کا معصوم ہے۔

(ب) یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر

(ج) ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر!

(د) رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے

(ہ) دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

-7 درج ذیل مرکبات کا مختصر مفہوم لکھیں:

مُشتِ خاک، بے تیغ و سپر، شبنم افشاں، نغمۂ عشرت، نالۂ ماتم، دیدۂ انساں

مرکبات	مفہوم
مشتِ خاک	مٹھی بھر مٹی، اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اس لیے اس خاک کی مٹھی کہا جاتا ہے۔
بے تیغ و سپر	بغیر تلوار اور ڈھال کے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کا کوئی انتظام کیے۔ اپنی حفاظت سے بے خبر ہو کر۔
شبنم افشاں	اوس کو زیادہ کرنا۔ یہاں مراد ہے بہت زیادہ رونا۔
نغمۂ عشرت	خوشی کا گیت۔
نالۂ ماتم	کسی کے مرنے پر آہ و بکا کرنا، کسی مرنے والے کے لیے رونا پیٹنا۔
دیدۂ انساں	انسان کی آنکھ مراد ہے کسی بات کی تہ تک پہنچنے والی آنکھ۔

8- متن کو ذہن میں رکھ کر کالم (الف) کا ربط کالم (ب) کے الفاظ سے کریں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
تیغ	خزاں
حور	خاموش
گلستاں	سپر
فضا	صحرائی
تربت	شہادت
شوق	آسماں

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
تیغ	سپر
حور	صحرائی
گلستاں	خزاں
فضا	آسماں
تربت	خاموش
شوق	شہادت

سرگرمیاں

1- بانگِ درا میں بلال کے عنوان سے دو نظمیں ہیں، ان کا مطالعہ کیا جائے۔

جواب: بانگِ درا میں شامل بلالؓ کے عنوان سے دو نظمیں درج ذیل ہیں، طلبہ انھیں یاد کریں۔

بلالؓ

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا ‏ حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی ‏ تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے ‏ کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورتِ سلمانؓ ادا شناس تری ‏ شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثلِ کلیمؑ سودا تھا ‏ اویسؓ طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا ‏ ترے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید ‏ خنک دلے کہ تپید و دمے نیا سائید
گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر ‏ کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گرفتند و بردلِ تو زدند
چہ برقِ جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری ‏ کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی ‏ نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

بلالؓ

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے ‏ اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولانگہ سکندرِ رومی تھا ایشیا ‏ گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے ‏ دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

دُنیا کے اس شہنشہِ انجم سپاہ کو حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں

تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلالؓ، وہ حبشی زادۂ حقیر فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے؟

رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

-2 چند طلبہ اس نظم کو مل کر خوش الحانی سے پڑھیں۔

جواب: طلبہ اپنی اپنی جماعت میں اس نظم کو خوش الحانی سے مل کر پڑھیں۔

-3 نظم پڑھنے کے بعد اپنے تاثرات کاپیوں پر قلم بند کریں۔

جواب: یوں تو علامہ اقبالؒ کی ساری شاعری ہی بہت عمدہ ہے مگر انھوں نے جذباتی انداز میں جو واقعات قلم بند کیے ہیں ان کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔
میں نے نظم فاطمہ بنت عبداللہ پڑھی اور بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وطن سے محبت کا جذبہ جس طرح ایک معصوم سی بچی کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، کاش ہمارے ملک کے سب نوجوانوں کے دل بھی اسی جذبے سے سرشار ہو جائیں اور ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لیں۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو علامہ محمد اقبالؒ کی طویل نظموں ''شکوہ'' اور ''جوابِ شکوہ'' کے بارے میں بتائیں۔

جواب: علامہ اقبالؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے اور ان کو ان

کے صحیح مقام سے آشنا کروانے کے لیے دو طویل نظمیں لکھیں جو انھوں نے انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں پڑھیں۔ پہلی نظم کا نام "شکوہ" ہے۔ اس نظم میں علامہ اقبالؒ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو مسلمانوں کی طرف سے غافل ہو گیا ہے۔ مسلمانوں پر انعام و اکرام نہیں کرتا اس کی بجائے کافروں اور دوسرے لوگوں پر تیرے انعامات بہت زیادہ ہیں حالانکہ ہم تیری زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ جب علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم شکوہ پیش کی تو بہت سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔ پھر علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم شکوہ کے جواب میں "جواب شکوہ" لکھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے اس شکوے کا جواب تھا۔ اس میں علامہ اقبالؒ نے لکھا کہ ہم اپنی اصل کو بھول چکے ہیں۔ مذہب سے بے گانہ ہو چکے ہیں۔ فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ قرآنی تعلیمات کو یکسر فراموش کر چکے ہیں۔ آج بھی اگر ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا شروع کر دیں اور نبی پاک ﷺ کی محبت کو اپنے دل میں بسا لیں تو ساری دُنیا کو سرنگوں کر سکتے ہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

-2 طلبہ پر ملت اور قوم کا فرق واضح کریں۔

جواب: **قوم:** قوم سے مراد کسی علاقے یا خطے میں افراد کا وہ مخصوص گروہ ہے جو ایک ہی نسل سے متعلق ہو، جس میں تہذیبی، تاریخی اور لسانی روایات مشترک ہوں۔ اہل مغرب نے قوم کی تعریف یہ کی ہے کہ قوم سے مراد کسی آدمی کے حامی، طرف دار اور رشتے دار ہیں۔

ملت: مسلمان من حیث القوم آپس میں ایک ڈوری سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس ڈوری کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے۔ مسلمان کسی بھی علاقے میں رہتا ہو، کسی

بھی نسل سے تعلق رکھتا ہو یا کوئی سی بھی زبان بولتا ہو، وہ مسلم اُمہ کا ایک فرد ہے۔ اسی کو ملت کہتے ہیں۔ مسلمان ملت جغرافیائی حدود کی قید سے آزاد ہے۔

3۔ کسی خوش آواز طالب علم سے "خودی کا سرِ نہاں ـــــ" پڑھوائیں۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش آواز بچہ یہ نظم پڑھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

خودی کا سرِّ نہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
خودی ہے تیغ فساں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں، نہ مکاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

-4 طلبہ کو خلافت عثمانیہ، جنگِ طرابلس اور جنگِ بلقان کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔

جواب: **خلافت عثمانیہ:** خلافت عثمانیہ 1299ء سے 1922ء تک قائم رہنے والی ایک مسلم سلطنت تھی جس کے حکمران ترک تھے۔ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ان پر بھرپور عروج تھا۔ اپنے عروج کے زمانے میں ان کی سلطنت تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی۔ جنوب میں مشرقی یورپ، مشرق وسطی اور شمالی افریقہ کا بیشتر حصہ اس کے زیرِ نگیں تھا۔ اس عظیم سلطنت کی سرحدیں مغرب میں آبنائے جبرالٹر، مشرق میں بحیرۂ قزوین اور خلیج فارس اور شمال میں آسٹریا کی سرحدیں سلوواکیہ اور کریمیہ (موجودہ یوکرائن) سے جنوب میں سوڈان، صومالیہ اور یمن تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مالدووا، ٹرانسلوانیا اور ولاچیا کے باج گزار علاقوں کے علاوہ اس کے 29 صوبے تھے۔

جنگِ طرابلس: جنگِ طرابلس اصل میں اٹلی اور سلطنت عثمانیہ کے درمیان جنگ تھی۔ سلطنت عثمانیہ آج کل ترکی کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں ترکی نے شکست مان کر طرابلس اور دوسرے صوبے جنھیں آج لیبیا کہا جاتا ہے، اٹلی کے حوالے کر دیے تھے لیکن لیبیا کے باشندوں کو غلامی پسند نہ تھی۔ وہاں کے مقامی مجاہدین غیرملکی قبضے کے خلاف بھرپور جدوجہد کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا علاقہ اٹلی کے تسلط سے آزاد ہو جائے۔ انھوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا جذبۂ جہاد آہستہ آہستہ کمزور پڑتا جا رہا تھا کہ ایسے میں ایک چودہ سالہ معصوم عرب لڑکی فاطمہ بنت عبداللہ اس جنگ میں مجاہدین کو اپنے مشکیزے سے پانی پلاتے ہوئے شہید ہو گئی۔ اس کی شہادت نے راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کا کام کیا اور مسلمان دوبارہ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو گئے۔

جنگِ بلقان: ترکی کے انقلاب کے دوران میں سلطنت عثمانیہ کی داخلی صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے 1908ء میں آسٹریا ہنگری نے مقبوضہ بوسینیا اور ہرزگوینیا کا باضابطہ الحاق کر دیا۔ آسٹریا ہنگری نے 1877ء کی روس ترک جنگ اور برلن کانگریس 1878ء کے بعد اس پر قبضہ کیا تھا۔ اطالیہ ترک جنگوں کے دوران میں سربیا، ماؤنٹی نیگرو، یونان اور بلغاریہ پر مشتمل بلقان لیگ نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جس کے نتیجے میں سلطنت عثمانیہ کو 1912,1913ء میں بلقان کی جنگ کا سامنا کرنا پڑا اور اسے جزیرہ نما بلقان کے کئی علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ لیبیا اور جزیرہ نما بلقان میں جنگیں اتحاد و ترقی کا پہلا بڑا امتحان تھیں۔ اطالیہ ترک جنگوں میں سلطنت عثمانیہ کو لیبیا سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ یہ پہلی جنگ تھی جس میں دنیا میں پہلی بار میدانِ جنگ میں ہوائی جہازوں کا استعمال بھی کیا گیا۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں:

(الف) فاطمہ بنت عبداللہ شہید ہوئی:

(i) بلقان کی جنگ میں (ii) طرابلس کی جنگ میں
(iii) جنگِ عظیم اوّل میں (iv) جنگِ عظیم دوم میں

(ب) فاطمہ نے جہاد کیا:

(i) نیزے کے ساتھ (ii) تلوار کے ساتھ
(iii) ڈھال کے ساتھ (iv) بغیر تلوار اور ڈھال کے

(ج) اپنے صحرا میں ابھی بہت سے پوشیدہ ہیں:

(i) اونٹ (ii) گھوڑے
(iii) شیر (iv) آہو

(د) برسے ہوئے بادل میں خوابیدہ ہیں:

(i) بجلیاں (ii) فضائیں
(iii) ہوائیں (iv) گھٹائیں

(ہ) اپنے نالۂ ماتم میں شامل ہے:

(i) خونِ جگر (ii) نغمۂ عشرت
(iii) حزن و ملال (iv) سوگواری

(و) کوئی ہنگامہ چھپا ہوا ہے:

(i) آسمانوں میں (ii) ستاروں میں
(iii) تربتِ خاموش میں (iv) زندگی کی ہلچل میں

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)				

www.downl

جوش ملیح آبادی
(1898ء تا 1982)

کسان

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو کھیتی باڑی کے مقدس پیشے سے آگاہ کرنا۔
- کسان کی محنت کو خراجِ تحسین پیش کرنا۔
- طلبہ میں ملک کی ترقی کے لیے کام کرنے کا جذبہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو نظم میں منظر نگاری کی اہمیت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو ملکی معیشت میں کسان کے کردار کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو جوش ملیح آبادی کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو جوش ملیح آبادی کی شاعری کی خصوصیات بتانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام شبیر حسن خان، تخلص جوش۔ ملیح آباد کے معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے دادا اور پردادا بھی شاعر تھے۔ اس طرح شعر و شاعری جوش کو ورثے میں ملی تھی۔

جوش کا خاندان ایک خوشحال اور نیم جاگیردارانہ قسم کے گھرانے پر مشتمل تھا۔ اس طرح جوش کا بچپن اور لڑکپن آسودہ حالی میں گزرا لیکن پھر جائیداد نسل در نسل تقسیم ہو جانے کی وجہ سے معاشی مسائل بڑھتے گئے اور جوش کو مختلف قسم کی ملازمتیں کرنا پڑیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڑھ گئے لیکن تعلیم ادھوری چھوڑ دی۔ 1924ء میں حیدر آباد دکن چلے گئے اور دس سال تک وہاں دارالترجمہ میں ناظر ادب کے عہدے پر فائز رہے۔ ان دنوں ان کی پر جوش، اخلاقی اور انقلابی شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ تقسیم کے

وقت ہندوستان میں رہ گئے تھے۔ بعد ازاں پاکستان چلے آئے اور کراچی میں مقیم رہے۔ جوش کی شاعری کے جو مجموعے چھپ چکے ہیں' ان میں "روح ادب" کے علاوہ "شعلۂ و شبنم" "جنون و حکمت" "سموم و صبا" "جذبات فطرت" "سرود و خروش" "عرش و فرش" "رامش و رنگ" "شاعر کی راتیں" وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے ایک اردو لغت بھی مرتب کیا۔

زندگی کے آخری ایام میں جوش کو زیادہ شہرت ان کی خود نوشت حالات زندگی "یادوں کی بارات" کے باعث حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں انھوں نے اپنے مخصوص رنگین مزاج اور باغیانہ انداز سے اپنی زندگی اور اپنے ماحول کے حالات پر روشنی ڈالی۔

جوش اول و آخر ایک نظم گوشاعر تھے۔ غزل سے انھیں زیادہ لگاؤ نہ تھا' البتہ رباعی بھی ان کی ایک پسندیدہ صنف تھی۔ وہ ایک زمانے تک غزل کی شدید مخالفت کرتے رہے۔

انقلابی نظریات

جوش کو شاعر انقلاب بھی کہا جاتا ہے' کیونکہ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کی تحریک آزادی کے زمانے میں بہت پُر جوش اور انقلابی نظمیں لکھیں۔ ان کے کلام میں لہجے کی گھن گرج' الفاظ کا مناسب چناؤ اور جذبات وتخیلات کی بلندی کے سبب ان کا شعری مقام مسلسل بلند ہوتا گیا۔

نغمگی اور تصویر کشی

جوش دور جدید کے بلند شعرا کی صف میں شامل ہیں۔ شاعری میں انقلابی اور رومانوی رجحانات کی وجہ سے شاعر انقلاب اور شاعر شباب کہلوائے۔ جوش کو شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کا کلام نغمگی اور لفظی تصویر کشی میں یکتا ہے۔

مرکزی خیال

اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ کسان کو ہماری معاشی، اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ کسان کی محنت و مشقت ہی ملکی پیداوار اور قومی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے۔ یہ فصلوں کو پروان چڑھاتا اور ان کی نگہداشت کرتا ہے۔ وہ گرمی کی شدت میں بھی اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔

خلاصہ

شام کا وقت، کھیتیاں خاموش، اس سماں میں اک مضبوط انسان یعنی کسان جو تہذیب کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالٰی کے جلوے کا گواہ ہے۔ وہ سورج اور چاند کی چمک سے واقف ہے۔ اس کی نظریں رات کو آسمان پر ہوتی ہیں اور دن کو زمین پر۔ اس کے سامنے تخریب کی قوتیں جھکی رہتی ہیں اور اسی کے برتے پر کسی بھی ملک کی تہذیب پھلتی پھولتی ہے۔ کسان کے بازو کی قوت سے بادشاہ پھلتے پھولتے ہیں۔ اس کے چہرے پر محنت کے نشان ہیں، جب وہ گھر کی طرف رواں ہوتا ہے۔

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جھٹپٹا	صبح اور شام کا وہ وقت جب سورج طلوع یا غروب ہوتا ہو	نرم رو	آہستگی سے بہنے والا
سماں	منظر، نظارا	قوی	مضبوط
ارتقا	ترقی کرنا، اوپر چڑھنا	پیشوا	امام
تہذیب	رہن سہن، ثقافت	پروردگار	پیدا کرنے والا
غروبِ آفتاب	سورج کا ڈوبنا	شفق	سورج ڈوبنے کے بعد کی سرخی

قدرت	فطرت	شاہد	گواہ
ماہ	چاند	مہر عالم تاب	دنیا کو روشن کرنے والا سورج
نورِ نگاہ	نظر کا اجالا	افلاک	فلک کی جمع، آسمان
سرنگوں	جھکا ہوا، خمیدہ	قوتیں	طاقتیں
تخریب	توڑ پھوڑ	مشقت	محنت
صلابت	مضبوطی، طاقت	نزاکت	نازک پن، نازک ہونا
مدار	دارومدار، انحصار	کس بل	دم خم، زور، طاقت
شہریار	بادشاہ	رواں	جاری

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1 جھٹپٹے کا نرم رَو دریا ، شفق کا اضطراب
کھیتیاں ، میدان ، خاموشی ، غروبِ آفتاب

حلِ لغت

جھٹپٹا: صبح اور شام کا وہ وقت جب سورج طلوع یا غروب ہو رہا ہو۔ نرم رو: آہستگی سے بہتا ہوا۔ شفق: سورج غروب ہونے کے بعد شام کی سرخی۔
اضطراب: پریشانی، بے چینی۔ غروبِ آفتاب: سورج کا ڈوبنا

مفہوم: شام کا وقت ہے۔ ڈوبتے سورج کی روشنی بے تاب ہے۔ کھیتیاں اور میدان خاموش ہیں اور سورج غروب ہو رہا ہے۔

تشریح: جوش ملیح آبادی نے اس نظم میں بڑی جان دار منظر کشی کی ہے۔ انھوں نے شام کے منظر کو بڑے دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ سورج غروب

ہو رہا ہے۔ دن کی روشنی آہستہ آہستہ رات کی تاریکی میں مدغم ہو رہی ہے۔ شفق کی سرخی ایسے لگ رہی ہے جیسے کوئی نرم رو دریا آہستہ آہستہ بہ رہا ہو۔ شام کے اس وقت میں سورج کی سرخی کی بے تابی دیکھنے کے قابل ہے۔ سارا دن سورج اپنی روشنی پھیلاتا رہا۔ اس کے غروب ہونے کے بعد کھیتیاں اور میدان خاموش اور ویران ہو گئے ہیں۔ ان کی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں۔ ہر طرف ایک اداسی کا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ دن ڈھل چکا ہے اور شام ہو گئی ہے۔ لوگ اپنے اپنے کاموں سے فراغت پا کر اب گھر میں آرام کریں گے۔

شعر نمبر 2: یہ سماں اور اک قوی انسان ، یعنی کاشت کار
ارتقا کا پیشوا ، تہذیب کا پروردگار

حلِ لغت

سماں: منظر، نظارا۔ قوی: مضبوط۔ کاشت کار: کسان۔ ارتقا: ترقی، درجہ بدرجہ اوپر جانا۔ پیشوا: امام۔ تہذیب: رہن سہن، ثقافت۔ پروردگار: پالنے والا

مفہوم: ایسے منظر میں ایک مضبوط انسان یعنی کسان جو کہ ترقی کا امام اور تہذیب کا پیدا کرنے والا ہے۔

تشریح: جوش ملیح آبادی نے کسان کے بارے میں بڑی گہری نظر سے مشاہدہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کھیتیاں ویران ہوتی ہیں لیکن ایک شخص ابھی بھی کام میں مگن ہے۔ یہ کسان ہے۔ کسان کھیتوں کا بادشاہ ہے۔ کھیتی باڑی ایک مقدس پیشہ ہے۔ کسی ملک کی معیشت کا انحصار ہی اس کی زرعی پیداوار پر ہوتا ہے۔ جس ملک کا کسان محنتی اور خوش حال ہوگا وہ ملک درجہ بدرجہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا بامِ عروج تک پہنچ جائے گا۔ کسی ملک کی تہذیب کسان ہی

کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ کسان ملکی ترقی کا امام سمجھا جاتا ہے۔ کسی ملک میں کوئی بھی صنعت ہو۔ بے شمار پیسے ہوں مگر اس میں سبزیاں اور پھل نہ ہوں، اناج نہ ہو تو وہ دولت کس کام کی۔ اس کی بجائے وافر مقدار میں اناج، پھل اور سبزیاں ہوں تو کسی بھی حال میں گزارا کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسان کسی بھی ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہو تو اے دہقاں ذرا
دانہ تو ، کھیتی بھی تو ، باراں بھی تو ، حاصل بھی تو

شعر نمبر 3: جلوۂ قدرت کا شاہد ، حُسنِ فطرت کا گواہ
ماہ کا دل ، مہرِ عالم تاب کا نورِ نگاہ

حلِ لغت

شاہد: گواہ۔ ماہ: چاند۔ مہرِ عالم تاب: جہان کو روشن کرنے والا سورج

مفہوم: کسان قدرت کے جلوؤں کا گواہ ہے، وہ چاند کا دل اور دنیا کو روشن کرنے والے سورج کی نگاہ کی روشنی ہے۔

تشریح: شاعر بیان کرتا ہے کہ کسان قدرت کے جلوے یا نظارے کا گواہ، مشاہدہ کرنے والا اور محبوب ہے۔ وہ دلکش و دلفریب قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہ حسنِ فطرت کا گواہ ہے، یعنی فطری حسن کا خوب قدر دان اور محرم ہے۔ کسان چاند کا دل یعنی چاند کا چہیتا اور پیارا ہے۔ وہ چاندنی راتوں میں اپنے کھیتوں میں محنت و مشقت کرتا ہے اور چاندنی سے خوب لطف اٹھاتا ہے۔ سورج تمام دنیا کو روشن اور منور کر دیتا ہے۔ کسان اسی سورج کا نورِ نگاہ، نگاہوں کی روشنی یعنی چہیتا، لاڈلا اور منظورِ نظر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسان فطری مناظر میں گھرا رہتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے اس کے ہمدم، ساتھی، دوست اور آشنا ہیں۔

شعر نمبر 4 لہر کھاتا ہے رگِ خاشاک میں جس کا لہو
جس کے دل کی آنچ بن جاتی ہے سیلِ رنگ و بو

حلِ لغت

رگ: ریشہ۔ خاشاک: کوڑا کرکٹ، گھاس پھونس۔ آنچ: آگ۔ سیل: سیلاب

مفہوم: جس کا لہو زمین کے ریشے میں لہر کھاتا ہے، جس کے دل کی آگ رنگ و خوشبو کا سیلاب بن جاتی ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان اس قدر محنت و مشقت کا عادی ہوتا ہے کہ اس کا خون گھاس پھونس اور کوڑے کرکٹ کی رگوں میں لہراتا ہے۔ یعنی وہ اپنے کھیتوں میں اس قدر محنت اور مشقت کرتا ہے کہ خون پسینا ایک کر دیتا ہے۔ جب وہ محنت کرتا ہے اور اس کا پسینا بہتا ہے تو اس پسینے میں اس کا لہو بھی شامل ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ محنت کرتا ہے۔ گویا ایک کسان مولانا الطاف حسین حالی کے اس قول کی عملی تصویر پیش کرتا ہے

حلال آدمی کو ہے کھانا نہ پینا
نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا

دوسرے مصرعے میں جوش ملیح آبادی بیان کرتے ہیں کہ کسان ایک ایسی ہستی ہے جس کے دل کی آنچ یعنی آگ یا حرارت رنگ و خوشبو کا سیلاب بن جاتی ہے۔ یعنی کسان کے دلی جذبہ اور سخت محنت کے نتیجے میں فصلوں، پھلوں اور پھولوں کو رنگت و خوشبو میسر آتی ہے۔ فصلیں کسان ہی کی محنت سے لہلہاتی ہیں، پھول اسی کی نگرانی اور دیکھ بھال سے کھلتے ہیں اور پھل اسی کی مشقت سے پکتے ہیں۔ جس طرح معمار کوئی عمارت بناتا ہے۔ وہ اپنا سارا ہنر اس پر صرف کرتا ہے تو عمارت میں ایک دلکشی اور جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب پھلوں میں خوشبو اور ذائقہ بنتا ہے یا پھولوں میں خوشبو اور رنگت آتی ہے تو

پتا چلتا ہے کہ کسان نے اس پر کتنی محنت کی ہوگی۔

شعر نمبر 5: دوڑتی ہے رات کو جس کی نظر افلاک پر
دن کو جس کی اُنگلیاں رہتی ہیں نبضِ خاک پر

حل لغت

افلاک: فلک کی جمع، آسمان

مفہوم: جس کی نظر رات کو آسمان پر دوڑتی ہے اور دن کو اس کی انگلیاں خاک کی نبض پر ہوتی ہیں۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان کو رات دن اسی بات کی فکر لاحق رہتی ہے کہ اس کی فصلیں صحیح طور پر اور سازگار ماحول میں پروان چڑھیں۔ وہ لگاتار موسم اور آب وہوا کی تبدیلیوں پر نظر رکھتا ہے۔ رات کے وقت اس کی نگاہیں آسمان کی طرف لگی رہتی ہیں کہ بارش، آندھی یا طوفان کا امکان تو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر مناسب تحفظ کرتا ہے۔ اسی طرح دن کی روشنی میں کسان کی انگلیاں زمین کی نبض پر رہتی ہیں یعنی وہ زمین کی حالت و کیفیت کا مسلسل جائزہ لیتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ زمین سیراب ہے یا خشک، کاشت کے لیے تیار ہے یا نہیں؟ وہ ان تبدیلیوں کا جائزہ لے کر مناسب اقدامات کرتا ہے۔

شعر نمبر 6: سَرنگوں رہتی ہیں جس سے قوتیں تخریب کی
جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی

حل لغت

سرنگوں رہنا: سر جھکائے رکھنا، مغلوب ہونا۔ تخریب: خراب کرنا، برباد کرنا۔ بوتا: طاقت، ہمت۔ تہذیب: انسانیت، شائستگی، معاشرے میں رہن سہن کا طریقہ

مفہوم: کسان کی وجہ سے تخریب کی قوتیں اپنے سر کو جھکائے رکھتی ہیں اور اسی کی ہمت پر تہذیب پھلتی پھولتی ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان ایک ایسی قابلِ قدر اور مفید ہستی ہے کہ اس کی بدولت منفی قسم کی شرپسند قوتیں مغلوب رہتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسان کی بدولت ملکی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ قومی خزانہ مستحکم ہوتا ہے جس کی وجہ سے ملکی انتظام اور نظم و نسق بہتر ہوتا ہے۔ جرائم اور تخریب کاری کا سدِ باب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کسان ہی ہے جس کی محنتِ شاقہ تہذیب و تمدن کو پروان چڑھاتی ہے اور اعلیٰ اخلاقی اور انسانی قدریں فروغ پاتی ہیں۔ معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور قابلِ قدر روایات جنم لیتی ہیں۔

شعر نمبر:7
جس کے بازو کی صلابت پر نزاکت کا مدار
جس کے کس بل پر اکڑتا ہے غرورِ شہریار

حلِ لغت

صلابت: مضبوطی، طاقت۔ نزاکت: نرم و نازک، مدار: دارومدار، انحصار۔ کس بل: طاقت۔ شہریار: بادشاہ

مفہوم: جس کے بازو کی قوت پر نازک پن کا انحصار ہے اور اسی کی طاقت پر بادشاہ کا غرور قائم ہوتا ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان کی قوتِ بازو پر نزاکت، بانکپن اور حسن و جمال کا دارومدار اور انحصار ہے یعنی کسان کے بازوؤں کی طاقت ملکی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ کرتی ہے، جس کے نتیجے میں نزاکت اور بانکپن کا تحفظ ہوتا ہے۔ اس طرح کسان کے دم خم اور زور و قوت کے باعث ہی بادشاہ غرور و ناز سے اکڑتا ہے، یعنی بادشاہ کے فخر و غرور اور شان و شوکت کا انحصار بھی کسان کی قوتِ بازو پر ہے۔ اگر کسان پیداوار میں اضافہ کر کے مالیہ اور لگان ادا نہ کرے تو بادشاہ کی بادشاہت قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ کسان ہی ہے جو لوگوں کو آرام و آسائش مہیا کرتا ہے اور بادشاہ اور حکمران کی شان بڑھاتا ہے۔

شعر نمبر 8: دھوپ کے جھلسے ہوئے رُخ پر مشقت کے نشاں
کھیت سے پھیرے ہوئے مُنھ گھر کی جانب ہے رواں

حل لغت

رخ: چہرہ۔ مشقت: سخت محنت۔ رواں: جاری، چلتا ہوا

مفہوم: کسان کے چہرے پر سخت محنت کے نشان نظر آتے ہیں جب وہ کھیت کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوتا ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان گرمی کی شدت اور تیز دھوپ میں اس قدر محنت و مشقت سے کام کرتا ہے کہ اس کے چہرے پر اس سخت محنت کے واضح نشان نظر آتے ہیں۔ بے چارے کا چہرہ جھلس کر سیاہ پڑ جاتا ہے اور چہرے کی رونق و تازگی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ سارا دن اپنے کھیتوں میں سخت محنت کرتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ تھک کر چُور ہو جاتا ہے۔ تب وہ منھ کھیت سے موڑ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔ گھر میں وہ اپنے بیوی بچوں میں گھل مل جاتا ہے، اس طرح اس کا دل بہل جاتا ہے اور وہ اگلے روز کی محنت و مشقت کے لیے تروتازہ ہو جاتا ہے۔

تبصرہ

جوش ملیح آبادی نے بڑے فصیح و بلیغ طریقے سے ایک کسان کی زندگی کو بیان کیا ہے۔ اس نے کسان کی محنت کا ذکر کرتے ہوئے اسے کسی بھی ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت دی ہے۔ کسان اپنے کام میں مگن رہتا ہے۔ اسے اپنے کام سے عشق ہے۔ کسان جانتا ہے کہ کب بارش ہو گی، کب ہوا چلے گی، کب اسے بیج بونا چاہیے۔ اس طرح وہ ایک اچھی فصل حاصل کر سکتا ہے۔ جوش ملیح آبادی کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔ انھوں نے جزئیات کو مد نظر رکھتے ہوئے کسان کی زندگی کا اجمالی خاکا بیان کیا ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے:

(الف) نظم کے دوسرے شعر میں شاعر نے کن الفاظ میں کسان کی تحسین کی ہے؟

جواب: جوش ملیح آبادی نے کسان کے بارے میں بڑی گہری نظر سے مشاہدہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کھیتیاں ویران ہوتی ہیں لیکن ایک شخص ابھی بھی کام میں مگن ہے۔ یہ کسان ہے۔ کسان کھیتوں کا بادشاہ ہے۔ کھیتی باڑی ایک مقدس پیشہ ہے۔ کسی ملک کی معیشت کا انحصار ہی اس کی زرعی پیداوار پر ہوتا ہے۔ جس ملک کا کسان محنتی اور خوش حال ہوگا وہ ملک درجہ بدرجہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا بامِ عروج تک پہنچ جائے گا۔ کسی ملک کی تہذیب کسان ہی کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ کسان ملکی ترقی کا امام سمجھا جاتا ہے۔ کسی ملک میں کوئی بھی صنعت ہو۔ بے شمار پیسے ہوں مگر اس میں سبزیاں اور پھل نہ ہوں، اناج نہ ہو تو وہ دولت کس کام کی۔ اس کی بجائے وافر مقدار میں اناج اور پھل، سبزیاں ہوں تو کسی بھی حال میں گزارا کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسان کسی بھی ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

(ب) ''جلوۂ قدرت کا شاہد'' سے کون مراد ہے؟

جواب: جلوۂ قدرت کا شاہد سے کسان مراد ہے۔

(ج) نبضِ خاک پر انگلیاں رہنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: کسان کی انگلیاں زمین کی نبض پر رہتی ہیں یعنی وہ زمین کی حالت و کیفیت کا مسلسل جائزہ لیتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ زمین سیراب ہے یا خشک، کاشت کے

کر چُور ہو جاتا ہے۔ اب وہ منھ کھیت سے موڑ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔ گھر میں وہ اپنے بیوی بچوں میں گھل مل جاتا ہے، اس طرح اس کا دل بہل جاتا ہے اور وہ اگلے روز کی محنت و مشقت کے لیے تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

(ہ) شاعر نے کسے ارتقا کا پیشوا کہا ہے؟

جواب: شاعر نے کسان کو ارتقا کا پیشوا کہا ہے۔

(و) کون سی قوتیں کسان سے سرنگوں رہتی ہیں؟

جواب: تخریب کی قوتیں کسان سے سرنگوں رہتی ہیں۔

(ز) کھیت سے منھ پھیر کر کسان کہاں جاتا ہے؟

جواب: کھیت سے منھ پھیر کر کسان گھر کی طرف جاتا ہے۔

(ح) نظم کے آخری شعر میں شاعر نے کن پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب: نظم کے آخری شعر میں کسان نے ''دھوپ''، ''جھلسے ہوئے رخ''، ''مشقت''، ''کھیت'' اور ''گھر'' کا ذکر کیا ہے۔

-2 نظم ''کسان'' کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) نظم کا ابتدائی منظر ہے:

(i) شام کا (ii) صبح کا
(iii) جھٹ پٹے کا (iv) رات کا

(ب) کسان کی انگلیاں دن کے وقت رہتی ہیں:

(i) ہل کی ہتھی پر (ii) حقے کی نے پر
(iii) خاک کی نبض پر (iv) بانسری پر

(ج) کسان قدرت کے جلوے کا ہے:

(i) ناقص (ii) گواہ
(iii) مداح (iv) شاہد

(د) کسان کھیت سے رُخ پھیر کر کہاں جاتا ہے؟

(i) گھر میں (ii) ویرانے میں
(iii) منڈیر کی طرف (iv) گاؤں میں

(ہ) نظم "کسان" کس شاعر کی تخلیق ہے؟
(i) جوش ملیح آبادی (ii) جمیل الدین عالی
(iii) میر انیس (iv) دلاور فگار

(و) یہ نظم جوش کے کس مجموعہ کلام سے لی گئی ہے؟
(i) حرف و حکایت (ii) شعلہ و شبنم
(iii) جذبات فطرت (iv) سنبل و سلاسل

(ز) شاعر نے تہذیب کا پروردگار کسے کہا ہے؟
(i) عالم (ii) مزدور
(iii) کسان (iv) معلم

(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(iii)		

-3 نظم "کسان" کا متن ذہن میں رکھ کر، درست الفاظ کے ذریعے سے مصرے مکمل کریں۔

(الف) جلوۂ قدرت کا شاہد حسنِ فطرت کا گواہ
(ب) دن کو جس کی انگلیاں رہتی ہیں نبضِ خاک پر
(ج) جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی
(د) جس کے کس بل پر اکڑتا ہے غرورِ شہریار
(ہ) دھوپ کے جھلسے ہوئے رُخ پر مشقت کے نشاں

-4 جوش نے کسان کی جو صفات بیان کی ہیں، ان کی فہرست بنائیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-5 درج ذیل فہرست میں سے مذکر مؤنث الگ الگ کیجیے:

نظم، شفق، میدان، سماں، فاتح، نسیم، فطرت، تہذیب، دھوپ، فلک

جواب: مذکر: میدان، سماں، فاتح، فلک
مؤنث: شفق، نظم، نسیم، فطرت، تہذیب، دھوپ

-6 مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

جھٹ پٹا، اضطراب، ارتقا، سرنگوں، تخریب، مشقت

الفاظ	جملوں میں استعمال
جھٹ پٹا	جھٹ پٹے کے وقت ایک ننھا سا دیا ایک بڑھیا نے سرِ راہ روشن کر دیا
اضطراب	ماں اضطراب کی حالت میں بار بار بچے کی راہ دیکھتی رہی۔
ارتقا	انسان نے آہستہ آہستہ ارتقا کی منازل طے کی ہیں۔
سرنگوں	جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانے
تخریب	آج کل ہر جگہ تخریب کاری عام ہے۔
مشقت	مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی

-7 درج ذیل الفاظ کے جوڑوں میں صوتی مشابہت ہے، لیکن ہر جوڑے کے لفظ الگ الگ معنی رکھتے ہیں۔ ہر لفظ کے الگ الگ معانی لکھیں۔

اَلم، عَلَم، بعض، باز، پارہ، پارا، روزہ، روضہ، قاش، کاش

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اَلم	دکھ، رنج، تکلیف	عَلَم	جھنڈا، پرچم
بعض	کئی، چند، معدود	باز	ایک پرندہ، منع
پارہ	ٹکڑا، حصہ	پارا	ایک سیال دھات
روزہ	صوم، اسلام کا تیسرا رکن	روضہ	باغ
قاش	ٹکڑا، حصہ	کاش	افسوس کا کلمہ

سرگرمیاں

-1 جوش کی ایک اور مختصر سی نظم ڈھونڈ کر پڑھیں اور کاپی پر نوٹ کریں۔

جواب: جوش ملیح آبادی کی نظم **بدلی کا چاند**

خورشید وہ دیکھو ڈوب گیا ظلمت کا نشاں لہرانے لگا
مہتاب وہ ہلکے بادل سے چاندی کے ورق برسانے لگا

لو ڈوب گیا پھر بادل میں بادل میں وہ خط سے دوڑ گئے
لو پھر وہ گھٹائیں چاک ہوئیں ظلمت کا قدم تھرانے لگا
بادل میں چھپا تو کھول دیے بادل میں دریچے ہیرے کے
گردوں پہ جو آیا تو گردوں دریا کی طرح لہرانے لگا
سمٹی جو گھٹا تاریکی میں چاندی کے سفینے لے کے چلا
سنکی جو ہوا تو بادل کے گرداب میں غوطے کھانے لگا
غرفوں سے جو جھانکا گردوں کے امواج کی نبضیں تیز ہوئیں
حلقوں میں دوڑا بادل کے کہسار کا سر چکرانے لگا
پردہ جو اٹھایا بادل کا دریا پہ تبسم دوڑ گیا
چلمن جو گرائی بدلی کی میدان کا دل گھبرانے لگا
ابھرا تو تجلی دوڑ گئی ڈوبا تو فلک بے نور ہوا
الجھا تو سیاہی دوڑا دی سلجھا تو ضیا برسانے لگا
کیا کاوشِ نور و ظلمت ہے کیا قید ہے کیا آزادی ہے
انساں کی تڑپتی فطرت کا مفہوم سمجھ میں آنے لگا

-2 "کسان کی مشقت بھری زندگی" کے عنوان سے طلبہ میں مضمون نویسی کا مقابلہ کروایا جائے۔

جواب: **کسان کی مشقت بھری زندگی**

کسان معاشرے کا ایک سود مند فرد ہے۔ اس کی زندگی بڑی کٹھن ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے کام سے بہت مطمئن ہے۔ کسان منہ اندھیرے اٹھتا ہے۔ سب سے پہلے وہ بیلوں کو چارا دیتا ہے پھر انھیں لے کر کھیتوں کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ بیلوں کو ہل میں جوتتا ہے۔ زمین میں ہل چلاتا ہے۔ اتنی دیر میں سورج کی روشنی نمودار ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کسان بیلوں کو چھوڑ کر

وضو کرتا ہے اور فجر کی نماز ادا کرتا ہے۔ بیلوں کو پانی پلانے کے لیے کنوئیں پر لے جاتا ہے۔ اسی اثنا میں کسان کی بیوی اس کے لیے روٹی لے کر آ جاتی ہے۔ کسان کے ناشتے میں لسی، مکھن اور اچار شامل ہوتا ہے۔ کھانا کھا کر کسان پھر کھیتوں میں چلا جاتا ہے۔ اگر ڈھیلے توڑنے کی ضرورت پیش آئے تو کسان ڈھیلے توڑتا ہے اور بیلوں کی مدد سے ہل چلا کر زمین کو نرم اور ہموار کرتا ہے۔ وہ دوپہر تک کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ قریب قریب بارہ بجے اس کی بیوی دوپہر کا کھانا لے کر آ جاتی ہے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر کسان کچھ دیر درخت کے سائے تلے چارپائی پر لیٹ کر آرام کرتا ہے۔ وہ حقے کے کچھ کش لیتا ہے۔ ایک گھنٹا آرام کرنے کے بعد کسان دوبارہ کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ سورج غروب ہونے تک کام کرتا رہتا ہے۔ پھر بیلوں کو کھول کر انھیں چارا دیتا ہے اور گھر کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ گھر پہنچ کر وہ بیوی بچوں کے ساتھ رات کا کھانا کھاتا ہے۔ کسان رات کو جلدی سو جاتا ہے کیوں کہ اسے صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے۔

-3 طلبہ درست آہنگ میں یہ نظم پڑھیں۔

جواب: اساتذہ کرام جماعت کے کسی خوش الحان بچے سے یہ نظم ترنم کے ساتھ پڑھوائیں اور باقی بچوں سے کہیں کہ وہ اسے غور سے سنیں۔

تدریسی اشارات

-1 نظم کے حوالے سے طلبہ پر محنت کی اہمیت واضح کی جائے۔ حدیث شریف (الکاسب حبیب اللّٰہ) کا حوالہ دیا جائے۔

جواب: **محنت کی عظمت**

محنت کے معنی دکھ یا تکلیف برداشت کرنے کے ہیں۔ ہر انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے محنت کرے۔ قدرت کا منشا

یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ پاؤں ہلا کر خود اپنے لیے آسانیاں پیدا کرے۔ ترقی کا راز اسی بات پر ہے اور محنت ہی سے عزت ملتی ہے۔

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ
جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ

دنیا کے ہر میدان میں کامیابی کے لیے محنت درکار ہے اور محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔ ایک طالب علم جب تک محنت نہ کرے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ زمین دار اچھی فصل حاصل کرنے کے لیے بیج بوتا' ہل چلاتا' کھاد ڈالتا اور زمین کو پانی دیتا ہے۔ آخر اسے اپنی محنت کا پھل مل جاتا ہے اور وہ ڈھیروں اناج حاصل کر لیتا ہے۔

ہر انسان کو اپنی جسمانی طاقت کے مطابق محنت کرنی چاہیے۔ اپنی ہمت سے بڑھ کر محنت کرنا سخت غلطی ہے۔ اگر انسان اپنی حد سے زیادہ محنت کرے تو اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے اور وہ پھر مزید محنت کے قابل نہیں رہتا۔ بعض لوگ سارا سارا دن محنت کرتے ہیں اور آرام کے لیے کوئی وقت نہیں نکالتے۔ یہ طرزِ عمل آخر کار ان کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔

ہے محنت میں بہتر میانہ روی
اسی سے ملے کامیابی بڑی

دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ ہوئے ہیں انھوں نے محنت کی بدولت ہی کامیابی حاصل کی ہے۔ محنت کامیابی کی کنجی ہے۔ یہ دنیا کی رونق ہے۔ ہمارے اردگرد باغات' سبزہ زار' ہری بھری فصلیں' شان دار بنگلے' پکی سڑکیں اور خوب صورت عمارات محنت ہی کے کرشمے ہیں۔ اگر لوگ محنت نہ کرتے تو دنیا کی یہ رونق اور چہل پہل نہ ہوتی۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

آج کا زمانہ سائنس کا زمانہ ہے۔ انسان نے اپنی سہولت کے لیے بہت سی ایجادات کی ہیں۔ ہوائی جہاز، بحری جہاز، ٹینک، توپیں، راکٹ، ٹی وی اور کمپیوٹر وغیرہ سب محنت کا کرشمہ ہیں۔ محنتی انسان دنیا میں اپنی قوت سے سب کچھ حاصل کرلیتا ہے۔ طلبہ محنت نہ کریں تو کامیابی کیسے ملے۔ دنیا میں موجود ایجادات کرنے والوں نے محنت کی اور قدرت نے انھیں اس محنت کا پھل دے دیا۔ موجدوں کی محنت سے اب ایک دنیا فائدہ حاصل کررہی ہے۔
طالب علموں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ دن رات محنت کریں تاکہ وہ امتحان میں سنہری کامیابی حاصل کریں۔ محنت کرنے سے معاشرے میں مقام بڑھتا ہے۔ طلبہ کامیابی حاصل کرکے نہ صرف اپنے ادارے بلکہ والدین اور اساتذہ کرام کی عزت میں اضافہ کرسکتے ہیں۔

جو دنیا میں محنت کرے گا بشر
ملے پھر اسے دہر میں سیم و زر

-2 کسان کے موضوع پر کسی اور شاعر کی نظم طلبہ کو سنائی جائے یا مزدور کے موضوع پر احسان دانش یا کسی اور شاعر کی نظم سنا کر محنت کی عظمت واضح کی جائے۔

جواب: مجھے کسان کے موضوع پر لکھی گئی حفیظ جالندھری کی یہ نظم پسند ہے۔

سویرے اندھیرے اندھیرے اٹھا
لیے بیل کھیتوں کی جانب چلا
ہے سارا زمانہ ابھی سو رہا
مگر اس کا یہ وقت ہے کام کا
اسے ہر گھڑی کام ہی کا ہے دھیان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان
کبھی بیل کا دل بڑھاتا ہوا
کبھی موڑتا اور ہنکاتا ہوا

کبھی ہل کی ہتھی دباتا ہوا
یہ چلتا ہے جب ہل چلاتا ہوا
کوئی دیکھے تو اس گھڑی اس کی شان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

کڑی دھوپ چاروں طرف چھا گئی
ہوا جس کی گرمی سے تھرا گئی
یہ بیلوں کی جوڑی جو گھبرا گئی
تو اس کی جگہ دوسری آ گئی
اکیلا کھڑا ہے مگر سخت جان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

ہوئی ہل چلاتے ہوئے دوپہر
چھپے سائے میں جا کے سب جانور
ہوا اس کا چِڈا پسینے میں تر
نہیں ہے مگر اس کے دل پہ اثر
نہ چہرے پہ ہیں ماندگی کے نشان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

ہے دنیا کی جنت فقط اس کے پاس
یہ محنت سے کرتا ہے سب کام راس
یہ ترکاریاں، یہ اناج اور کپاس
پھلوں کا مزا اور پھولوں کی باس
اسی سے تو لیتا ہے سارا جہان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

-3 جوش کی نظم گوئی کی خوبیوں اور آہنگ سے طلبہ کو متعارف کرایا جائے۔

جواب: جوش کی نظم گوئی کی خوبیاں

انقلابی نظریات

جوش کو شاعر انقلاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کی تحریک آزادی کے زمانے میں بہت پر جوش اور انقلابی نظمیں لکھیں۔ان کے کلام میں لہجے کی گھن گرج' الفاظ کا مناسب چناؤ اور جذبات وتخیلات کی بلندی کے سبب ان کا شعری مقام مسلسل بلند ہوتا گیا۔

نغمگی اور تصویر کشی

جوش دور جدید کے بلند شعراء کی صف میں شامل ہیں۔شاعری میں انقلابی اور رومانوی رجحانات کی وجہ سے شاعر انقلاب اور شاعر شباب کہلوائے۔جوش کو شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ان کا کلام نغمگی اور لفظی تصویر کشی میں یکتا ہے۔

حالات کی تلخی

بلاشبہ جوش اردو نظم کی ایک توانا آواز ہے۔ان کی شاعری میں انقلابی اور باغیانہ خیالات برملا بیان ہوئے ہیں۔اسی لیے انھیں شاعر انقلاب کہا گیا۔وہ اپنے عہد کے سیاسی میلانات اور نئے ادبی رجحانات سے بہت متاثر تھے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں رنگینی اور لطافت کے ساتھ ساتھ حالات کی تلخی اور سنگینی کی جھلک بھی موجود ہے۔چنانچہ وہ اپنی انقلابی نظموں میں مزدوروں' محنت کشوں' کسانوں اور استحصال کے شکار مظلوموں کے لیے استعماری طاقتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔وہ حریت وآزادی اور وطن پرستی میں بھی بہت پر جوش ہیں۔ان کا فلسفہ ''زندگی عشرت امروز'' ہے۔کبھی کبھی وہ اپنی رباعیوں میں فکر ونظر اور معرفت کے موضوعات بھی ادا کرتے ہیں۔

ذخیرۂ الفاظ

جوش اپنے انقلابی اور باغیانہ لہجے آزاد فطرت اور بے پناہ ذخیرہ الفاظ کی وجہ سے اردو شاعری میں ایک منفرد مقام کے حامل شاعر تھے اور بیسویں صدی کی شاعری میں ان کا نام صف اول کے شعرا میں شمار ہوتا ہے۔ جوش کی نظموں میں یوں تو مختلف موضوعات اور محسوسات کی عکاسی ہے لیکن خاص طور پر ان کی رومانی نظمیں زیادہ دلکش اور اثر انگیز ہیں۔

4- طلبہ پر واضح کیا جائے کہ حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ جو معاشرتی تبدیلیاں آتی ہیں ان سے شہر اور دیہات دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ اب مشینی کاشت کاری بڑھ گئی ہے لیکن دور دراز کے دیہات میں اب بھی ایسی تصویریں مل جاتی ہیں۔

جواب: شہر ہوں یا دیہات۔ ان دونوں کے ملنے سے کسی ملک کا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ دیہاتی زندگی کی اپنی خصوصیات ہیں اور شہری زندگی کی اپنی خصوصیات' دونوں کے روشن پہلو بھی ہیں اور تاریک بھی۔ پاکستان کی ستر فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جب کہ صرف تیس فیصد لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔ لہلہاتے ہوئے کھیت ہرے بھرے سایہ دار درخت کھلی فضا اور تازہ ہوا گاؤں والوں کے لیے قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہے۔ بقول احسان دانش،

واہ رے دیہات کے سادہ تمدن کی بہار
سادگی میں بھی ہے کیا کیا تیرا دامن زر نگار

کھیتی باڑی گاؤں والوں کا ذریعۂ معاش ہے۔ پرانے زمانے میں ہل اور بیلوں کی مدد سے کھیتی باڑی کی جاتی تھی۔ آج کل ان کی جگہ جدید مشینوں نے لے لی ہے۔ اب کسان بیلوں کی بجائے ٹریکٹر کی مدد سے ہل چلاتا ہے۔ مشینوں ہی کی مدد سے کھیتوں میں بیج بکھیرتا ہے۔ ٹیوب ویل کے ذریعے آب

پاشی کرتا ہے۔ ہارویسٹر کے ذریعے سے فصل کاٹا ہے۔ غرض سب کام مشینوں ہی کے ذریعے سے ہوتے ہیں لیکن آج بھی دور دراز کے گاؤں میں پرانے طریقوں سے ہی کھیتی باڑی کی جاتی ہے۔ پرانے طریقوں سے کام لے کر اناج کی پیداوار تو زیادہ نہیں ہوتی لیکن چیزیں خالص ملتی ہیں۔ آج کل فصلوں کو کیڑوں سے بچانے کے لیے ان پر زہریلی ادویات کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔ یہ دوائیں انسانی صحت کے لیے بھی مضر ہیں لیکن جوں جوں آبادی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ہر چیز کی پیداوار میں تیزی آتی جا رہی ہے۔ جو کام پہلے ہاتھ کی مدد سے دنوں میں ہوتا تھا اب وہی کام مشینوں کی مدد سے گھنٹوں میں ہو جاتا ہے، لیکن ان مشینوں نے ہمارے اندر سے احساس کی دولت کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا ہے۔ بقول اقبال

ہے دلوں کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

-5 طلبہ سے یہ نظم ترنم سے اور تحت اللفظ پڑھائی جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں سے یہ نظم پڑھوائیں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) جھٹ پٹے کا نرم رو دریا اور اضطراب ہے:

(i) بیلوں کا (ii) کسان کا
(iii) شفق کا (iv) سورج کا

(ب) کسان پیشوا ہے:

(i) ارتقا کا (ii) ساتھیوں کا
(iii) کھیتوں کا (iv) گلشن کا

(ج) کسان شاہد ہے:

(i) جلوۂ قدرت کا　　(ii) حسنِ فطرت کا

(iii) نسیمِ صبح کا　　(iv) شفق کی سرخی کا

(د) کسان حسنِ فطرت کا:

(i) رکھوالا ہے　　(ii) چاہنے والا ہے

(iii) گواہ ہے　　(iv) دلدادہ ہے

(ہ) رات کو کسان کی نظر دوڑتی ہے:

(i) اپنے کھیتوں پر　　(ii) افلاک پر

(iii) اپنے مویشیوں پر　　(iv) اپنے اناج پر

(و) کسان کے بوتے پر تہذیب کی کمر:

(i) لچکتی ہے　　(ii) لچکتی ہے

(iii) چمکتی ہے　　(iv) مہکتی ہے

(ز) کسان کے بازو کی صلابت پر مدار ہے:

(i) حفاظت کا　　(ii) نزاکت کا

(iii) اطاعت کا　　(iv) عزت کا

(ح) کسان کھیت سے منھ پھیر کر رواں ہو جاتا ہے:

(i) دوستوں کی طرف　　(ii) شہر کی طرف

(iii) چوپال کی طرف　　(iv) گھر کی طرف

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(ii)	(ز)	(ii)	(ح)	(iv)

جمیل الدین عالیؔ
(1926ء)

جیوے جیوے پاکستان

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو ملی نغموں کی افادیت سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کے دل میں وطن سے محبت کا جذبہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو وطن کے لیے جوش و جذبے کا اظہار کرنے کی ترغیب دینا۔
- طلبہ کو پاکستان بننے کے پس منظر سے آگاہ کرنا۔
- جمیل الدین عالی کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا۔
- جمیل الدین عالی کے اسلوب کی وضاحت کرنا اور ان کے لکھے ہوئے ملی نغموں کے بارے میں بتانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

جمیل الدین عالی 20 جنوری 1926ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سرامیر الدین تھا۔ 1940ء میں انھوں نے اینگلوعربک کالج دریا گنج دہلی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسی کالج سے 1944ء میں معاشیات، تاریخ اور فارسی میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ 1951ء میں سی۔ایس۔ایس کا امتحان پاس کیا اور پاکستان ٹیکسیشن سروس کے لیے نامزد ہوئے۔ 1959ء میں ان کا تقرر بطور افسر بکار خاص ایوانِ صدر میں ہو گیا۔ آپ انکم ٹیکس آفیسر بھی مقرر ہوئے۔ 1963ء میں وزارتِ تعلیم میں کاپی رائٹ رجسٹرار مقرر ہوئے۔ اسی دوران میں اقوامِ متحدہ کے ثقافتی ادارے یونیسکو میں فیلو منتخب

ہوئے۔ اس کے بعد انھیں دوبارہ وزارتِ تعلیم میں بھیج دیا گیا لیکن فوراً گورنمنٹ نے عالی صاحب کو ڈیپوٹیشن پر نیشنل پریس ٹرسٹ بھیج دیا جہاں پر انھوں نے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کیا۔ 1967ء میں وہ نیشنل بینک آف پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔

جمیل الدین عالی جس طرح کئی سطحوں پر زندگی گزار رہے تھے اسی طرح انھوں نے کئی سطحوں پر شاعری کی۔ کالم نگار بھی رہے اور نثر نگار بھی۔ ان کے تین سفرنامے شائع ہو چکے ہیں جن کے نام ''دُنیا میرے آگے''، ''تماشا میرے آگے'' اور ''روزنامچۂ چین'' ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے کالموں کے بھی تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن کے نام ''صدا کر چلے''، ''دُعا کر چلے'' اور ''وفا کر چلے'' ہیں۔

ان دنوں جمیل الدین عالی کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔

مرکزی خیال

اس ملی نغمے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ہمارا پیارا ملک پاکستان قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا اور اس کے سائے تلے ہم متحد ہو کر زندگی گزاریں۔ ہمارے بزرگوں نے یہ وطن بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے۔ اب اس کی حفاظت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔

خلاصہ

یہ نظم پاکستان کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ ہمارا دیس پاکستان ہے۔ یہ خوب صورت وطن ہے۔ اس میں سرسبز و شاداب میدان، اونچے پہاڑ اور خوب صورت دریا ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خوب صورت پھولوں سے سجی ہوئی پھلواری ہو۔ سب لوگ اس کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔ ہم نے یہ وطن ہزاروں جانوں کا نذرانہ دے کر حاصل کیا ہے۔ اس نے تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر انعام ہے۔ اب پاکستان قائم ہو چکا ہے جس کے لیے لاکھوں قربانیاں دی گئیں۔

ہزاروں جانیں لٹیں۔ وہ لوگ تو اپنے حصے کا دکھ درد جھیل گئے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اسے سنواریں۔ اس کی حفاظت کریں اور اس کو مزید خوب صورت بنانے میں محنت سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ میرے وطن کو سدا آباد رکھے۔ آمین

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے
قدم قدم آباد

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جیوے	جیے، زندہ رہے	مہکی	خوشبو سے بھری ہوئی
روشن	اجلی، چمکیلی، چمک دار	نیاری	نرالی، انوکھی، عجیب
رنگ برنگے	مختلف رنگوں کے	سجی ہوئی	آراستہ، سجاوٹ والی
پھلواری	کیاری، پھولوں کا باغ	من پنچھی	دل کا پرندہ، مراد انسانی خواہشات
پنکھ	پَر	سُر	آہنگ، گیت
دھن	لگن، شوق	تھرانا	کانپنا، لرزنا
مرکز	عین وسط، درمیان	جھرمٹ	ستاروں کا گروہ، جھمکا
محنت کش	محنتی کرنے والے، محنتی	جھیلنا	برداشت کرنا

اشعار کی تشریح

بند نمبر 1
پاکستان پاکستان جیوے پاکستان
مہکی مہکی روشن روشن پیاری پیاری نیاری
رنگ برنگے پھولوں سے اک سجی ہوئی پھلواری
پاکستان

حلِ لغت

مہکی مہکی: خوشبو والی۔ نیاری: پیاری، خوب صورت۔ پھلواری: پھول والی۔ جیوے: آباد رہے

مفہوم: اے پاکستان! تو زندہ و پائندہ رہے۔ تیرے باغ کا ہر ایک کونا روشن اور رنگ برنگے پھولوں کی خوشبو سے مہکا رہے۔

تشریح: پاکستان ایک خوب صورت ملک ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے۔ اس میں سرسبز و شاداب میدان ہیں جو بہت خوب صورت اور بھلے لگتے ہیں۔ اس کی صبحیں روشن ہیں۔ اس کی شامیں رنگین ہیں۔ مجھے اپنے وطن کا ذرہ ذرہ جان سے پیارا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ میرا وطن اتنا خوب صورت ہے جیسے باغ میں رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوتے ہیں اور ان پھولوں کے کھلنے سے باغ ایک حسین نظارہ پیش کرتا ہے۔ میرا دیس پھولوں سے بجی ہوئی پھلواری ہے۔ سدا جیے سدا آباد رہے۔

جنت سے کہیں بڑھ کے حسیں میرا وطن ہے
ہم سر ہے فلک کی جو زمیں میرا وطن ہے
ہے نور کا سیلاب یہ بہتے ہوئے دھارے
دل کش ہیں بہت اپنے گلستاں کے نظارے
یہ فرشِ زمیں عرشِ بریں میرا وطن ہے

بند نمبر2 جیوے جیوے جیوے پاکستان
من پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا نہ نکھرائے
سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن تھرائے

پاکستان

حل لغت

پنچھی: پرندہ۔ پنکھ: پر۔ سُر: گیت

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ دل کا پرندہ کوئی بھی آہنگ بکھیرے لیکن سننے والے جب سنیں تو انھیں ایک ہی لفظ سنائی دے اور وہ لفظ ہے پاکستان۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ شاعر جمیل الدین عالی نے اس بند میں پاکستان کے ساتھ پیار کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم اس کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔ جب بھی ہمارے من سے کوئی نغمہ نکلتا ہے تو وہ اپنے وطن کے لیے ہوتا ہے۔ سننے والے جب بھی ہمارے منہ سے کچھ سنیں تو وہ پاکستان سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ ہم اپنے وطن کے لیے ہیں اور وطن ہمارے لیے ہے۔ ہمارے ہونٹوں پر جب بھی کسی کا ذکر آئے تو اے وطن وہ تیرے لیے ہی ہوتا ہے۔ سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن لہرائی جائے کہ سدا بہار رہے۔ میرا پیارا وطن سدا قائم رہے۔

؎ جگ جگ جیے میرا پیارا وطن
لب پہ دعا ہے دل میں لگن

بند نمبر 3

جیوے جیوے جیوے پاکستان
بکھرے ہوؤں کو بچھڑے ہوؤں کو اک مرکز پہ لایا
کتنے ستاروں کے جھرمٹ میں سورج بن کر آیا
پاکستان

حل لغت

جھرمٹ: ستاروں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ پاکستان نے سب کو متحد کیا اور خود کتنے

ستاروں کے جھرمٹ میں سورج بن کر چمکا ہے۔

تشریح: مسلمان آزاد ہونے سے پہلے انگریزوں کے غلام تھے۔ انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندو بھی ان پر قابض تھے۔ مسلمانوں کو من حیث القوم ختم کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔ ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ سکولوں میں مسلمانوں کے مذہب کے خلاف تعلیم دی جاتی تھی۔ ان سے جائدادیں ہتھیا لی گئی تھیں۔ مسلمان پریشان حال تھے۔ ایسے وقت میں انھیں راہنما کی ضرورت تھی جو انھیں ایک مرکز پر اکٹھا کر دے۔ قائداعظم محمد علی جناح ؒ نے تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور پاکستان حاصل کرنے کے لیے جدوجہد شروع کی۔ ان کی کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ پاکستان ہی تھا جس نے بچھڑے ہوؤں کو ایک جگہ جمع کیا۔ پاکستان ایک سورج کی مانند ہے۔ اس کی کرنیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ پاکستان میرا پیارا دیس ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم دائم رکھے۔

اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے
تو بسے، تو بڑھے، تو پھلے اے وطن

بند نمبر 4 جیوے جیوے جیوے **پاکستان**
سب محنت کش گلے ملے اور ابھرا اک **پیغام**
اس پیغام کو سمجھو یہ ہے قدرت کا انعام
پاکستان

حل لغت

محنت کش: محنت کرنے والے۔ قدرت: اللہ تعالیٰ

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ سب محنت کرنے والے آپس میں گلے ملے ہیں تو ایک پیغام سامنے آیا ہے۔ یہ پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے

ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کا نام پاکستان ہے۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ پاکستان میرا دیس ہے۔ اسے ہزاروں قربانیوں کے بعد حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک انعام ہے۔ یہ پیارا پاکستان ہے۔ محنت کشوں کا دیس ہے اور ہر طرف یہی پیغام ہے کہ تمام دیس ہمارا ہے۔ ہم اس کے لیے جان بھی قربان کر دیں گے۔ یہ دیس قدرت کی طرف سے ایک انعام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دیس ہمیں لاکھوں قربانیاں دینے کے بعد عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ، یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے۔ تمام لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ بھائی بھائی ہیں۔ ملک کے کسی گوشے میں کسی نسل کا بندہ ہو وہ بھائی ہے۔ سب آپس میں محبت اور اتفاق سے رہتے ہیں۔

اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے
تیرے فرزند دھرتی کے دمساز ہیں
تیرے مزدور محنت کے ہمراز ہیں
تیرے پیر و جواں باعثِ ناز ہیں
اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے

بند نمبر 5 جیوے جیوے جیوے **پاکستان**
جھیل گئے دکھ جھیلنے والے اب ہے کام ہمارا
ایک رہیں گے ایک رہیں گے ایک ہے نام ہمارا
پاکستان

حل لغت

دکھ: درد۔ تکلیف۔ جھیلنا: برداشت کرنا

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ دکھ برداشت کرنے والوں نے دکھ برداشت کر لیا۔ اب ہماری باری ہے۔ اب ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اس ملک کی دل و

جان سے حفاظت کریں۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ پاکستان حاصل کرنا کسی خواب سے کم نہ تھا۔ اس کا خواب علامہ اقبال ؒ نے دیکھا تھا، جس کی تعبیر قائداعظم ؒ نے پوری کی۔ پاکستان کا قیام ہمارے بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ماؤں نے اپنے بیٹوں کو قربان کیا۔ عورتوں نے اپنا سہاگ لٹایا۔ بہنوں نے اپنے بھائیوں کو کھویا۔ ہزاروں یتیم ہوئے۔ لاکھوں بے گھر ہوئے۔ ہندوستان سے ہجرت کرتے وقت طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بیمار ہوئے۔ بھوک سے نڈھال ہو کر جان دی۔ دکھ جھیلنے والے اپنے حصے کے دکھ جھیل گئے ہیں،اب ہماری باری ہے۔ اب یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ اس پر آنچ نہ آنے دیں۔ اس کو سنواریں۔ اپنے بزرگوں کی محنت کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اس کا نام روشن کرنے کے لیے دن رات محنت کریں۔ اسے خوب صورت بنائیں۔ اللہ تعالیٰ میرے وطن کو قائم دائم رکھے۔

؎ یہ وطن تمھارا ہے تم ہو پاسباں اس کے

تبصرہ

شاعر نے نہایت عقیدت ومحبت سے اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے نیک جذبات کا اظہار کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میرا ملک پاکستان قیامت تک زندہ و پائندہ رہے۔ اس کے باغ پھولوں سے سجے رہیں۔ کلام میں بڑی شگفتگی، جذبہ و جوش اور فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے۔ اس نغمے میں ملک کے لیے دعا کی گئی ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 درج ذیل سوالات کے جواب لکھیے۔

(الف) اس نغمے کے پہلے بند میں نیاری، پھلواری قافیے ہیں۔ اس نظم کے بقیہ قوافی قافیے ترتیب سے لکھیں۔

جواب: نیاری، پھلواری۔ بکھرائے، تھرائے۔ لایا، آیا۔ پیغام، انعام۔ کام، نام

(ب) جھیل گئے دُکھ جھیلنے والے اب ہے کام ہمارا

اس مصرعے کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: اس مصرعے سے مراد یہ ہے کہ ہمارے بزرگ ہمارے لیے بہت دُکھ برداشت کر گئے ہیں۔ انھوں نے بہت سی قربانیاں دے کر ہمارے لیے یہ ملک حاصل کیا ہے۔ وہ تو اپنا فرض ادا کر گئے ہیں، اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس ملک کی دل و جان سے حفاظت کریں اور اس کی ترقی کے لیے دن رات کوشش کرتے رہیں۔

۲۔ نظم ''جیوے جیوے پاکستان'' کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) شاعر نے پاکستان کو رنگ برنگے پھولوں سے بھری کہا ہے:

(i) ٹوکری (ii) پھلواری (iii) دلکش کھیتی (iv) نگری

(ب) پاکستان نے بچھڑے اور بکھرے ہوؤں کو:

(i) متحد کیا (ii) ایک مرکز پر لا کھڑا کیا (iii) شاد کام کیا (iv) گھر دیا

(ج) پاکستان ستاروں کے جھرمٹ میں ہے:

(i) سورج (ii) چاند (iii) مرکزہ (iv) روشن ستارہ

(د) سب محنت کش:

(i) کام میں لگ گئے (ii) متحد ہو گئے (iii) گلے ملے (iv) تعمیرِ وطن پہ لگ گئے

(ہ) جھیل گئے دکھ جھیلنے والے سے مراد ہے:

(i) محنت کش (ii) مزدور (iii) کسان (iv) پاکستان بنانے والے

(و) ''جیوے جیوے پاکستان'' کا تخلیق کار ہے:

(i) جمیل الدین عالی (ii) جوش ملیح آبادی (iii) حفیظ جالندھری (iv) احسان دانش

(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(iv)	(و)	(i)				

3- درج ذیل مرکبات کا مفہوم تفصیل سے لکھیے۔

من پنچھی، ستاروں کے جھرمٹ، اک پیغام، دکھ جھیلنے والے

مرکبات	مفہوم
من پنچھی	دل کا پرندہ، یہاں مراد ہے دلی خواہشات

ستاروں کے جھرمٹ	ستاروں کے گروہ، کہکشاں، یہاں مراد پاکستان کے باشندے
اک پیغام	اس کا مطلب ہے برصغیر کے مسلمان متحد ہوئے اور ایک پیغام نمایاں ہوا کہ اپنے لیے الگ وطن حاصل کرنا ہے اور غلامی سے نجات حاصل کرنی ہے۔
دکھ جھیلنے والے	مراد وہ لوگ جنھوں نے ملک پاکستان حاصل کرنے کے لیے بے شمار قربانیاں دیں۔

-4 مندرجہ ذیل الفاظ کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ ان کے مفہوم کی وضاحت ہو جائے:

پھلواری، پنچھی، دشمن، جھرمٹ، پیغام، قدرت، جھیلنا، مرکز

الفاظ	جملوں میں استعمال
پھلواری	میرے باغ میں کئی خوب صورت پھلواریاں ہیں۔
پنچھی	خوراک کی تلاش میں جانے والے پنچھی شام کو لوٹ آتے ہیں۔
دشمن	علی اپنی دشمن کا پکا ہے۔
جھرمٹ	رات کے وقت شمال کی جانب ستاروں کا جھرمٹ نظروں کو بہت بھاتا ہے۔
پیغام	پیغام صبا لائی ہے گلزار نبیؐ سے آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبیؐ سے
قدرت	قدرت کسی قوم کی اجتماعی غلطی کو معاف نہیں کرتی۔
جھیلنا	بوڑھی عورت کو جوان بیٹے کی موت کا صدمہ جھیلنا پڑا۔
مرکز	میری سوچ کا محور و مرکز اعلیٰ تعلیم کا حصول ہے۔

-5 اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-6 مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روشن، پیاری، جیوے، بکھرے، بچھڑے، ابھرا، انعام

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
روشن	تاریک	پیاری	نفرین
جیوے	مرے	بکھرے	سمٹے
بچھڑے	ملے	ابھرا	دبا
انعام	سزا		

-7 نظم "جیوے جیوے پاکستان" کے مطابق درست لفظ لگا کر مصرعے مکمل کریں:

(الف) مہکی مہکی روشن روشن، پیاری پیاری نیازکی
(ب) سن پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا سُر بکھرائے
(ج) اس پیغام کو سمجھو یہ ہے قدرت کا انعام
(د) سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن
(ہ) ایک رہیں گے، ایک رہے گا، ایک ہے نام ہمارا

سرگرمیاں

-1 طلبہ اس ملی نغمے کو زبانی یاد کریں۔

جواب: طلبہ خود کریں۔

-2 چند طلبہ مل کر کورس کی شکل میں یہ ملی نغمہ گائیں۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کو یہ نغمہ کورس کی شکل میں پڑھنے کے لیے کہیں۔

-3 جماعت میں ملی نغمے پڑھنے کا مقابلہ منعقد کروایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام ملی نغمے پڑھنے کے مقابلے کا اہتمام کریں۔

-4 اس نظم کو ذہن میں رکھتے ہوئے "حب وطن" کے موضوع پر ایک مضمون قلم بند کیجیے۔

جواب: **حب وطن**

پتھر کی مورتوں میں تو سمجھا کہ خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

جس جگہ انسان کی پیدائش ہوتی ہے، وہ جوان ہوتا ہے اور تعلیم و ہنر کے

ذریعے سے اپنی روزی کماتا ہے وہ جگہ انسان کا وطن کہلاتی ہے۔ اپنے وطن سے محبت ہر انسان کے دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ صرف انسان ہی پر کیا موقوف حیوان بھی اپنی جائے رہائش سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ "وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔" جب آپ ﷺ کو مکے سے ہجرت کر کے مدینے جانا پڑا تو آپ ﷺ کو مکہ شہر چھوڑنے کا بہت دکھ ہوا۔ ہجرت کی رات جب آپ ﷺ مکہ سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے شہر کی طرف دیکھ کر بڑے اداس لہجے میں کہا "اے مکہ! میں تجھ سے بہت محبت کرتا ہوں، تیری جدائی مجھے گوارا نہیں لیکن تیرے لوگوں نے میرا یہاں رہنا ناممکن بنا دیا ہے۔"

اسلام میں وطن کا تصور یہ ہے کہ جس جگہ مسلمان موجود ہیں وہ جگہ ان کا ملک ہے۔ اس کے لیے ملکوں کی سرحد کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دیکھا کہ مکہ کے لوگ اسلام قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں جب کہ مدینے میں لوگ روز بروز مسلمان ہو رہے ہیں تو آپ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینے جانے کا فیصلہ کر لیا تا کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو سکے۔ وطن سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے وطن کی ہر چیز سے محبت کریں۔ اپنے ہر کام کو پیچھے چھوڑ کر اپنے وطن کی ترقی کے لیے کام کریں۔ ہمارے کام ہماری اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ ہمارے ملک کی ترقی اور وطن کے لوگوں کے لیے ہوں۔ ملک کی حفاظت سب پر لازم ہے۔ اگر کبھی کوئی ایسا موقع آ جائے کہ وطن کی حفاظت کے لیے ہمیں اپنی جان کی قربانی دینا پڑے تو ہمیں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

ہمارے نوجوان قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ مستقبل کی عظیم ذمہ داریاں انھی نوجوانوں نے سنبھالنی ہیں۔ اس سلسلے میں طلبہ پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ قائداعظم طلبہ کو قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے اور ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ قوم کو اچھے ڈاکٹروں، انجینئروں، حکمرانوں اور دیگر اعلیٰ تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہے۔ اس لیے طلبہ کو چاہیے کہ وہ پوری محنت اور لگن کے ساتھ اپنی تعلیم کی طرف توجہ دیں تا کہ ملک و قوم کا مستقبل درخشندہ

و تابناک ہو سکے اور تشکیل پاکستان کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

-5 اپنا کوئی پسندیدہ ملی نغمہ اپنی ڈائری میں درج کریں۔

جواب: مجھے جمیل الدین عالی کا لکھا ہوا یہ نغمہ بہت پسند ہے۔

اے وطن کے سجیلے جوانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
سرفروشی ہے ایماں تمھارا
جرأتوں کے پرستار ہو تم
جو حفاظت کرے سرحدوں کی
وہ فلک بوس دیوار ہو تم
اے شجاعت کے زندہ نشانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
بیویوں ، ماؤں ، بہنوں کی نظریں
تم کو دیکھیں تو یوں جگمگائیں
جیسے خاموشیوں کی زباں سے
دے رہی ہوں وہ تم کو دعائیں
قوم کے اے جری پاسبانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
تم پہ جو کچھ لکھا شاعروں نے
اس میں شامل ہے آواز میری
اڑ کے پہنچو گے تم جس افق پر
ساتھ جائے گی پرواز میری

چاند تاروں کے اے رازدانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ پر قومی اور ملی نغموں کی اہمیت واضح کریں۔

جواب: ملی نغمے کسی بھی زندہ قوم کی پہچان ہیں۔ یہ نغمے میدانِ جنگ میں غازیوں اور سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لیے گائے جاتے ہیں۔ اصل میں فوجی جوان اپنے گھر والوں سے دور سرحدوں پر ملک کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں۔ ان کے شب و روز اسی کام میں گزرتے ہیں۔ انھیں جب اپنے گھر والوں کی یاد ستاتی ہے تو وہ اداس ہو جاتے ہیں لیکن اپنے فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں وہ کسی بات کی پروا نہیں کرتے۔ ایسے میں ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ملی نغمے گائے جاتے ہیں۔ ان نغموں کو سن کر ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملک کو ان کی بہت ضرورت ہے۔ وہ اپنا کام زیادہ تندہی سے سرانجام دیتے ہیں۔

-2 جمیل الدین عالی کی ادبی خدمات سے طلبہ کو آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-3 طلبہ کو بتایا جائے کہ قومی اور ملی نغمے اس لیے لکھے جاتے ہیں کہ کڑے وقت میں ان کے ذریعے دفاع کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ان کا مورال بڑھایا جائے۔ اس سے وطن سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

جواب: دیکھیے اساتذہ کرام کے لیے نمبر 1

4- طلبہ کو 1965ء کی جنگ میں ریڈیو سے نشر ہونے والے ملی اور قومی نغموں کے اثرات سے آگاہ کریں۔

جواب: 6 ستمبر 1965ء کو ہمارے بزدل دشمن ملک بھارت نے رات کی تاریکی میں ہمارے ملک پر حملہ بول دیا۔ دشمن سمجھ رہا تھا کہ مسلمان خوابِ خرگوش میں مست ہوں گے لیکن وہ اس بات سے ناآشنا تھا کہ مسلمان شیر کی طرح ایک آنکھ سے سوتا ہے۔ دشمن نے واہگہ بارڈر کے راستے حملہ کیا تو ہمارے بہادر فوجی ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ انھوں نے دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ ایسے میں فوجی جوانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ہر طرف ملی نغمے گونج رہے تھے، ان نغموں کے ذریعے سے فوجی جوانوں کا حوصلہ بڑھایا جا رہا تھا۔ ان نغموں میں درج ذیل نغمے زیادہ مشہور تھے۔

اے وطن کے سجیلے جوانو
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں

ان نغموں نے ہمارے فوجی جوانوں کے حوصلے کو بلند کیا۔ ان میں جوش اور امنگ بھری۔ یہاں تک کہ چھٹے دن بعد دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور اقوامِ متحدہ سے جنگ بندی کے لیے منتیں کرنے لگا۔

5- چند اور نغمے مثلاً ــــــ میں بھی پاکستان ہوں ــــــ وغیرہ جماعت کے کمرے میں طلبہ سے کورس کی شکل میں سنے جائیں اور طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

جواب: میں بھی پاکستان ہوں

میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے
تو تو میری جان ہے تو میرا ایمان ہے
میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے

کہتی ہے یہ راہِ عمل آؤ ہم سب ساتھ چلیں
مشکل ہو یا آسانی ہاتھ میں ڈالیں ہاتھ چلیں
سورج ہے سرحد کی زمیں، چاند بلوچستان ہے
میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) رنگ برنگے پھولوں سے تھی ہوئی:

(i) کیاری (ii) روش
(iii) پھلواری (iv) ٹوکری

(ب) من پنچھی جب ہلاتا ہے:

(i) دم (ii) پَر
(iii) سر (iv) ٹانگیں

(ج) کتنے ستاروں کے جھرمٹ میں آیا:

(i) سورج بن کر (ii) چاند بن کر
(iii) کہکشاں بن کر (iv) اجالا بن کر

(د) محنت کشوں سے ملنے والا پیغام انعام ہے:

(i) مزدوروں کے لیے (ii) قدرت کی طرف سے

(iii) بڑا بھاری (iv) راہنماؤں کا

(ہ) دکھ جھیلنے والے دکھ جھیل گئے ہیں اب کام ہے:

(i) سیاست دانوں کا (ii) امیروں کا

(iii) پڑھے لکھے لوگوں کا (iv) ہمارا

(و) قومی اور ملی نغمے لکھے جاتے ہیں:

(i) بچوں کو خوش کرنے کے لیے (ii) سکول میں پڑھانے کے لیے

(iii) فوجیوں کو حوصلہ دینے کے لیے (iv) تقریبات پر پڑھنے کے لیے

(ز) "جیوے جیوے پاکستان" نغمے کے خالق ہیں:

(i) حفیظ جالندھری (ii) جمیل الدین عالی

(iii) صوفی غلام مصطفےٰ تبسم (iv) احسان دانش

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(ii)
(ہ)	(iv)	(و)	(iii)	(ز)	(ii)		

دلاور فگار

(1929ء تا 1998ء)

اونٹ کی شادی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو مزاح سے روشناس کروانا۔
- کسی موضوع سے مزاح کے پہلو نکالنے کے بارے میں آگاہ کرنا۔
- مختلف قسم کے محاورات کو شعروں میں سمونا۔
- تمثیلی انداز سے طلبہ کو متعارف کروانا۔
- دلاور فگار کے فن کے بارے میں آگاہ کرنا۔
- دلاور فگار کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

دلاور فگار 8 جولائی 1929ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے ان کا نام دلاور حسین تجویز کیا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے آگرہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ 1969ء میں پاکستان آ گئے۔ 1975ء میں ان کی تعیناتی بطور صدر شعبہ اُردو ہارون کالج کراچی میں ہو گئی۔ دلاور حسین نے غزل گوئی سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ ابتدا میں انھوں نے دلاور حسین شباب کے قلمی نام سے لکھنا شروع کیا لیکن بعد میں انھوں نے اپنے لیے دلاور فگار کا نام زیادہ موزوں خیال کیا۔ غزل گوئی سے جلد ہی اُکتا گئے۔ یہ اکتاہٹ انھیں طنز و مزاح کی طرف لے آئی اور پھر ساری زندگی طنز یلا مزاحیہ نظمیں ہی لکھتے رہے۔ ان کی غزلوں کا پہلا مجموعہ "حادثات" 1954ء میں شائع ہوا جسے شائقینِ ادب نے بہت پسند کیا۔ ان کا دوسرا

شعری مجموعہ جو مزاحیہ گیتوں، نظموں اور رباعیوں پر مشتمل تھا ”ستم ظریفاں“ کے نام سے 1963ء میں شائع ہوا۔ ملازمت کے دوران میں بھی شاعری کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران میں ان کی ایک نظم ”شاعرِ اعظم“ منظرِ عام پر آئی۔ درحقیقت یہ نظم ان کے حق میں اسم بامسمیٰ ثابت ہوئی اور یہی نظم ان کی شہرت کا اولین سنگِ میل بھی کہی جا سکتی ہے۔

تصانیف: ، دلاور فگار کی تصانیف میں ”آداب عرض“، ”انگلیاں فگار اپنی“، ”شامت اعمال“، ”مطلع عرض ہے“، ”خدا جھوٹ نہ بلوائے“ اور ”سنچری“ شامل ہیں۔

وفات: دلاور فگار نے 1998ء میں وفات پائی۔ انھیں کراچی میں سپردِ خاک کیا گیا۔

نوٹ: دلاور فگار کی کتاب ”مطلع عرض ہے“ کے مطابق دلاور فگار کی تاریخ پیدائش 8 جولائی 1928ء ہے۔

مرکزی خیال

شاعر نے بڑے مزاحیہ انداز میں ایک اونٹ کی شادی کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ ایک انہونی بات ہے مگر دلاور فگار نے اسے تمثیلی انداز میں پیش کیا ہے۔ دلاور فگار نے اونٹ سے متعلقہ محاورے شامل کر کے اپنی نظم کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس نظم کا مقصد محض مزاح پیدا کرنا ہی نہیں بلکہ بچوں کو محاورات سے آگاہ کرنا بھی ہے۔

خلاصہ

آج کے اخبار میں ایک انہونی خبر ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہو رہی ہے یعنی اب اونٹ کے گھر میں بھی بہار آئے گی، لیکن اس سے اونٹ پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ جائے گا۔ شادی کرنے سے اونٹ کی آزادی ختم ہو جائے گی۔ مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ اب اصل میں اونٹ پہاڑ کے نیچے آیا ہے۔ مجھے جلدی سے اس بیاہ کی تصویر بھیج

دیں تاکہ میں دیکھ سکوں کہ اس شادی کا کیا انجام ہوا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
گل کھلانا	خلافِ معمول بات کرنا، فساد کرنا، آفت لانا، الزام دینا	پرچہ	کاغذ، یہاں مراد ہے اخبار
بلبلانا	اونٹ کا خوشی میں مست ہو کر بولنا	سہرا	موتیوں یا پھولوں کی لڑی جو دولھا کے ماتھے پر باندھتے ہیں
شتر	اونٹ	بے مہار	آوارہ، قابو سے باہر
پیامِ بہار	بہار کا پیغام	بنا	دولھا
خوش گوار	خوشیوں سے بھری	گھڑی	وقت، ساعت
نکیل	اونٹ کی مہار، اونٹ کے ناک کی رسّی	قیدِ آزادی	آزادی کا ختم ہونا
اونٹ پہاڑ تلے آنا	اپنے سے زیادہ زبردست سے پالا پڑنا	جھٹ پٹ	فوراً
اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے	دیکھیے معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے	بیاہ	شادی

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1 نیا یہ آج کے پرچے نے گل کھلایا ہے

کہ سہرا باندھ کے اک اونٹ بلبلایا ہے

حل لغت

پرچہ: اخبار۔ گُل کھلانا: انہونی بات کرنا، فساد والی بات کرنا۔ سہرا: موتیوں یا ہار کی وہ لڑی جو دولھا کے ماتھے پر باندھی جاتی ہے۔ بلبلانا: اونٹ کا خوش ہو کر آوازیں نکالنا

مفہوم: آج کے اخبار میں ایک انہونی خبر ہے کہ اونٹ سہرا باندھ کے خوش ہو رہا ہے۔

تشریح: دلاور فگار بہت بڑے مزاح نگار ہیں۔ وہ لفظی اور واقعاتی دونوں قسم کے مزاح پر پوری گرفت رکھتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو ایسے مزاحیہ انداز سے پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والا مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نظم میں انھوں نے ایک اونٹ کی شادی کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس نظم میں لفظی اور واقعاتی دونوں قسم کا مزاح موجود ہے۔ وہ ایک اونٹ کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کے اخبار میں میں نے ایک انہونی خبر پڑھی ہے۔ یہ خبر ایک اونٹ کی شادی سے متعلق ہے۔ اخبار میں لکھا ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہو رہی ہے۔ اونٹ باقاعدہ سہرا باندھ کر نہایت جوش و خروش کے ساتھ اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

شعر نمبر 2:

شتر کے گھر میں پیامِ بہار ہے سہرا
کبھی کبھی تو بڑا بے مہار ہے سہرا

حل لغت

شتر: اونٹ۔ پیامِ بہار: بہار کا پیغام۔ بے مہار: آوارہ، قابو سے باہر

مفہوم: اونٹ کے گھر میں بہار کا پیغام آیا ہے لیکن اونٹ کبھی کبھی قابو سے باہر بھی ہو جاتا ہے۔

تشریح: اونٹ اپنی شادی سے بہت خوش ہے۔ یہ شادی اس کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آئی ہے۔ ہر طرف خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں۔ بہار ہی بہار ہے لیکن کہتے ہیں کہ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی یہ اونٹ قابو سے باہر بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں دلاور فگار نے لفظ ''مہار'' کو بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔ مہار اس رسی کو کہتے ہیں جسے اونٹ کی ناک میں ڈال کر اسے قابو میں کیا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ کبھی کبھی اونٹ اس رسی کو تڑوا لیتا ہے۔

شعر نمبر 3: میرے بنّے کو مبارک یہ خوشگوار گھڑی
مگر سر کا درد بڑھا ناک میں نکیل پڑی

<u>حلِ لغت</u>

بنّا: دولھا۔ خوش گوار: خوشی سے بھرپور۔ گھڑی: ساعت، وقت۔ نکیل: اونٹ کے ناک میں ڈالنے والی رسی جس سے اسے قابو میں کیا جاتا ہے۔

مفہوم: میرے دولھے کو یہ خوشیوں بھری گھڑی مبارک ہو کہ اس کے ناک میں نکیل پڑ گئی ہے لیکن اس سے دردِ سر میں اضافہ ہو گیا ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ میرے دولھے یعنی اونٹ کو اس کی شادی مبارک ہو۔ اس کی آوارگی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ اس کو قابو میں کر لیا گیا ہے۔ ان باتوں سے اس کے سر کے درد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ درد پہلے سے کئی گنا بڑھ جائے گا۔ اب اونٹ اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اصل میں یہ پوری نظم ہی ایک تمثیلی نظم ہے۔ دلاور فگار اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ شادی سے انسان قابو میں آ جاتا ہے۔ اس کی اپنی مرضی کے ساتھ دوسروں کی مرضی بھی شامل ہو جاتی۔ یہاں ناک میں نکیل ڈالنے سے مراد اونٹ کا قابو میں آ جانا ہے۔

شعر نمبر 4: سمجھ لیا تھا جسے جانور سواری کا
وہ اونٹ بوجھ اٹھائے گا ذمہ داری کا

حل لغت

بوجھ: وزن۔ ذمہ داری: کسی کام کو اپنے ذمے لے کر صحیح طریقے سے پورا کرنا۔

مفہوم: جس جانور کو ہم سواری کا جانور سمجھ رہے تھے وہ اونٹ اب ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے گا۔

تشریح: اونٹ سواری کا جانور ہے۔ اس کے علاوہ یہ بوجھ اٹھانے کے کام آتا ہے۔ شاعر بڑے طنزیہ انداز میں کہتا ہے کہ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ اونٹ صرف اپنے جسم پر بوجھ لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے مگر اس اخباری خبر سے پتا چلتا ہے کہ اب اونٹ گھر داری کا بوجھ بھی اٹھائے گا۔ اس پر پورے گھر کی ذمہ داری کا بوجھ ہوگا۔ پرانے وقتوں میں اگر کوئی بچہ نالائق ہوتا تھا تو اس کے گھر والے کہتے تھے کہ اس کی شادی کر دو تاکہ اسے ذمہ داریوں کا احساس ہو کہ ایک گھر کی ذمہ داری کیا ہوتی ہے۔ اسی بات کو بنیاد بنا کر دلاور فگار کہتے ہیں کہ اب اونٹ ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

شعر نمبر 5: میاں شُتر کو مبارک یہ رشتۂ شادی
اسی کو کہتے ہیں اُردو میں قیدِ آزادی

حل لغت

مبارک: باعثِ برکت۔ رشتۂ شادی: شادی کا بندھن۔ قیدِ آزادی: آزادی کا ختم ہونا

مفہوم: میاں اونٹ کو یہ شادی کا رشتہ مبارک ہو۔ اس کو ہی اردو میں آزادی کی قید کہتے ہیں۔

تشریح: دلاور فگار نے بڑے مزاحیہ انداز میں اونٹ کو مثال بنا کر کہا ہے کہ تمھیں یہ شادی کا رشتہ مبارک ہو۔ اصل میں اب تمھاری آزادی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ تمھیں اس رشتے کے بندھن میں باندھ دیا گیا ہے۔ اصل میں وہ کہنا

چاہتے ہیں کہ جب ایک آدمی شادی کرتا ہے تو اس کی آزادی کے دن ختم ہو جاتے ہیں۔ دوست احباب سے ملنا جلنا کم ہو جاتا ہے۔ اسے ہر وقت اپنے گھر کا فکر رہتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ شادی سے پہلے اسے جو آزادی حاصل ہوتی ہے اس پر پہرے لگ جاتے ہیں۔

شعر نمبر 6: میاں شُتر نئی گاڑی لیے سفر کو چلے
مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئے پہاڑ تلے

حل لغت

اونٹ پہاڑ تلے آنا: اپنے سے زیادہ زبردست سے پالا پڑنا۔

مفہوم: میاں اونٹ نئی گاڑی میں سفر کو چلے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ آج اونٹ پہاڑ تلے آ گیا ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اونٹ شادی کروانے جا رہا ہے۔ فی الحال تو اونٹ بہت خوش ہے۔ وہ نئی گاڑی میں بیٹھ کر اپنی دُلھن بیاہنے جا رہا ہے۔ درحقیقت اس کا واسطہ اپنے سے زیادہ زورآور سے پڑنے جا رہا ہے۔ یہاں بھی ولاور فگار نے اونٹ کو بنیاد بنا کر نوجوانوں کو مخاطب کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کل بیوی شوہر سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ وہ اپنی بات منوا ہی لیتی ہے۔ شادی کے بعد مرد کو اپنی من مانی کا موقع نہیں ملتا۔ اصل میں تو شادی دو خاندانوں کا ملاپ ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی بات ماننے سے ہی یہ بندھن مضبوطی سے بندھا رہتا ہے۔ وہ تمثیلی انداز میں کہتے ہیں کہ اونٹ پہلے اپنی من مانی کرتا تھا مگر اب اسے بیوی کا پابند ہونا پڑے گا۔ اب اسے پتا چلے گا کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ زبردست ہے۔

شعر نمبر 7: مجھے پیاہ کی تصویر بھیج دیں جھٹ پٹ
یہ دیکھنا ہے کہ بیٹھے ہیں آپ کس کروٹ

حلِ لغت

بیاہ: شادی۔ جھٹ پٹ: فوراً، اسی وقت۔ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے: دیکھیے اس معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

مفہوم: مجھے اس شادی کی تصویر جلد از جلد بھیج دیں تاکہ میں دیکھوں کہ اس شادی کا کیا انجام ہوا ہے۔

تشریح: آخر میں دلاور فگار کہتے ہیں کہ آج سے پہلے کبھی ایسی انہونی بات نہیں ہوئی کہ کسی اونٹ کی شادی ہوئی ہو، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس شادی سے پوری طرح واقفیت ہو۔ مجھے اس شادی کے موقع پر لی گئی اونٹ کی تصویر بھیج دی جائے تاکہ میں دیکھوں کہ اونٹ کی شادی کس انجام سے دو چار ہوئی ہے۔ یہاں دلاور فگار نے محاورے کو بڑی خوب صورتی سے استعمال کیا ہے۔ محاورہ ہے ''دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔'' اس محاورے کا مفہوم یہ ہے کہ اب پتا چلے گا کہ اس معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ایسا معاملہ جس کے انجام کا پتا نہ ہو بلکہ اس کے بارے میں صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہو۔ شاعر کہتا ہے کہ چونکہ پہلے کبھی کسی اونٹ کی شادی نہیں ہوئی اس لیے میں اس معاملے کے انجام کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے اونٹ کی شادی کی تصویر بھیج دیں۔

تبصرہ

دلاور فگار ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ انھیں موضوع پر پوری گرفت حاصل ہے۔ انھوں نے تمثیلی انداز میں اونٹ کی شادی کا ذکر کر کے ہمارے معاشرے پر گہرا طنز کیا ہے۔ مثالیں بھی خوب ہیں۔ محاورات کا استعمال بھی برموقع ہے جس نے نظم میں بڑی موزونیت پیدا کر دی ہے۔ آسان الفاظ میں بڑی گہری باتیں کی ہیں جنھیں پڑھ کر ہنسی بھی آتی ہے اور ان میں چھپا ہوا طنز نشتر کا کام بھی کرتا ہے۔

حل مشقی سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(الف) نظم میں شاعر نے "نیا گل کھلانے" کا ذکر کر کے کس طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب: شاعر نے اخبار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اخبار نے ایک انہونی اور عجیب و غریب خبر شائع کی ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہے۔

(ب) نکیل پڑنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: نکیل پڑنے سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اب اونٹ قابو میں آ گیا ہے۔

(ج) شاعر نے سر کا درد بڑھنے کی وجہ کیا بتائی ہے؟

جواب: شاعر کہتا ہے کہ اونٹ کو نکیل پڑنے سے اس کے سر کا درد بڑھ گیا ہے۔

(د) نظم کے آخر میں شاعر نے کس ضرب المثل کی طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب: نظم کے آخر میں شاعر نے اس ضرب المثل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے" یعنی اس انہونی شادی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

۲۔ نظم "اونٹ کی شادی" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) نظم "اونٹ کی شادی" شاعر نے لکھی ہے:

(i) سید ضمیر جعفری (ii) سید محمد جعفری
(iii) دلاور فگار (iv) محمود سرحدی

(ب) نظم کے پہلے مصرعے میں آج کے پرچے سے مراد ہے:

(i) آج کا اخبار (ii) رسالہ
(iii) امتحانی پرچہ (iv) پولیس کا پرچہ (FIR)

(ج) کھلانا کا مطلب ہے:

(i) پھول کھلنا (ii) عجیب و غریب کام کرنا
(iii) نئی بات کہنا (iv) انکشاف کرنا

(د) شتر کے گھر میں کیا آیا ہے؟

(i) ہوا کا جھونکا (ii) خوش کن پیغام

(iii) پیامِ بہار (iv) ایک اور اونٹ

(ہ) اُردو میں قیدِ آزادی کسے کہتے ہیں:

(i) قید بامشقت کو (ii) شادی خانہ آبادی کو

(iii) جرم کی سزا کو (iv) آزادی کے خاتمے کو

(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(iv)	(د)	(iii)	(ہ)	(ii)

3- نظم کا متن ذہن میں رکھ کے حسب ذیل مصرعے مکمل کریں:

(الف) کہ سہرا باندھ کے ایک اونٹ بلبلایا ہے

(ب) کہ سر کا درد بڑھا ناک میں نکیل پڑی

(ج) اسی کو کہتے ہیں اُردو میں قیدِ آزادی

(د) مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئے پہاڑ تلے

(ہ) مجھے بیاہ کی تصویر بھیج دیں جھٹ پٹ

4- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ کریں:

بلبلانا، خوش گوار، نکیل، شتر، کروٹ۔

جواب: بُلبُلانا، خُوش گوار، نُکیل، شُتر، کَروَٹ۔

5- نظم کے قوافی ترتیب سے لکھیں۔

کھلایا، بلبلایا، پیامِ بہار، بے مہار، گھڑی، پڑی، سواری، ذمہ داری، رشتۂ شادی، قیدِ آزادی، چلے، تلے، جھٹ پٹ کروٹ

6- درج ذیل کا مفہوم واضح کیجیے:

گل کھلانا، بے مہار، نکیل پڑنا، قیدِ آزادی، کسی کروٹ بیٹھنا

الفاظ	مفہوم
گل کھلانا	کوئی نئی بات ہونا، خلافِ معمول کوئی عمل ہونا۔ آفت لانا، عجیب وغریب کام کرنا، فساد کھڑا کرنا، الزام دینا

بے مہار	آوارہ ہونا، قابو میں نہ رہنا
نکیل پڑنا	قابو میں آنا، بے بس ہونا، آزادی ختم ہو جانا
قید آزادی	آزادی کی قید، مراد آزاد ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے کا پابند ہونا
کسی کروٹ بیٹھنا	معاملے کو سلجھانا، معاملے کو انجام تک پہنچانا

-4 نظم کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

<u>سرگرمیاں</u>

-1 لائبریری سے دلاور فگار کی کوئی ایک کتاب (ستم ظریفاں، شامتِ اعمال، مطلع عرض ہے یا کلیاتِ دلاور فگار) لے کر مطالعہ کریں اور اپنی پسند کے اشعار اپنی کاپی میں درج کریں۔

جواب: مجھے دلاور فگار کی یہ مزاحیہ نظم زیادہ پسند آئی ہے جو ان کی کتاب مطلع عرض ہے سے لی گئی ہے۔

دلاور فگار کی نظم **"گھروں کے نام"**

اس کراچی میں جہاں طاقت ہے مال و زر کا نام
ایک صاحب نے قفس رکھا ہے اپنے گھر کا نام
یہ نہیں معلوم اس پنجرے میں کون آباد ہے
اس کے بلبل کیسے ہیں، کس قسم کا صیاد ہے
اس قفس کے پنچھیوں کے پر بندھے ہیں یا کھلے
اس میں کتنی بلبلیں ہیں اور کتنے بلبلے
اس مکاں کے شاعرانہ نام سے قطع نظر
نام ہو گھر کا تو ایسا ہو جو کر لے دل میں گھر
متفق ہیں گھر کے ایسے نام پر اہلِ زباں
خانہ زنجیر، چڑیا گھر، کرایے کا مکاں

نام گھر کے یہ بھی رکھ سکتے ہیں اربابِ نشاط
مقبرہ، مرقد، عدم آباد، مرگھٹ، پُلِ صراط
نام گھر کے سیکڑوں جیسے چراغِ رہگزر
خانۂ ویراں، حریمِ ناز، خالہ جی کا گھر

Q-2 ہر طالب علم اپنی مرضی سے کوئی مزاحیہ تحریر یا اشعار لکھے اور ساتھیوں کو سنائے۔

جواب: مجھے پروفیسر ایاز اصغر شاہین کی نظم ''میں بھی اور بکرا بھی'' بہت زیادہ پسند ہے۔ اسے میں اپنی ڈائری میں لکھ رہا ہوں اور آئندہ جمعے کو اپنے ٹیوٹوریل گروپ میں اپنے دوستوں کو بھی سناؤں گا۔ یہ نظم ٹی وی پر بھی سنائی جا چکی ہے۔

<u>میں بھی اور بکرا بھی</u>

ہیں دونوں صاحبِ ایمان ' میں بھی اور بکرا بھی
کہ ہوں گے عید پر قربان ' میں بھی اور بکرا بھی
مجھے کمبخت نے رسّی چھڑا کر خوب دوڑایا
ہوئے ہیں بے طرح ہلکان ' میں بھی اور بکرا بھی
تھی ضد بیگم کی لے آؤ ' فریزر تم بھی قسطوں پر
بنیں گے قید کا سامان ' میں بھی اور بکرا بھی
ہوئی ہے جیب کی ساری رقم صرفِ خریداری
کھڑے ہیں بر سرِ میدان ' میں بھی اور بکرا بھی
وہ چاٹے مغز ''معنیٰ متیٰ'' سے ' تو میں اس شعر گوئی سے
ہوئے ہیں صاحبِ دیوان ' میں بھی اور بکرا بھی
سنا ہے آئیں گے وہ بھی یقیناً عیدِ قرباں پر
کریں گے پیش پھر دل ' جان ' میں بھی اور بکرا بھی
ذبیحِ عشق ہے وہ ' اور میں کشتۂ محبت کا
ہیں رکھتے ایک سی ہم شان ' میں بھی اور بکرا بھی
اڑائی ران اک ' قصاب ' نے پائے ' بھی چھپے ' بھی
بنے ہیں جبر کی پہچان ' میں بھی اور بکرا بھی

چلو کچھ دیر تو شاہین باہم گفتگو ہو گی

ہے میری نظم کا عنوان ' میں بھی اور بکرا بھی

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ پر طنز اور مزاح کا فرق واضح کریں

جواب: **طنز و مزاح**

طنز و مزاح سنجیدگی کے ساتھ ساتھ زندگی کا اہم پہلو ہے۔ زندگی کو توازن میں رکھنے میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ اگر ہنسی مزاح میں سلیقہ مندی، شائستگی، مہذبانہ انداز، غوروفکر اور ذکاوت کا عنصر موجود نہ ہو تو وہ شستہ مزاح کی بجائے پھکڑ پن اور فضول بن جاتا ہے۔ ایک اچھے مزاح نگار کی یہ خوبی ہے کہ اس کی تحریروں میں شائستگی کا عنصر کارفرما ہو۔ مزاح میں زندگی کی ناہمواریوں پر ہمدردانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔ مزاح نگار مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے۔ دوسری طرف طنز میں نفرت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ طنز معاشرتی یا اجتماعی فائدے کے لیے ہو تو گوارا ہوتا ہے لیکن شخصی ہوجائے تو مذموم اور نامقبول ٹھہرے گا۔ مزاح نگاری کے میدان میں غالب کے خطوط کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے اپنے خطوط کے ذریعے سے ہلکا پھلکا مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ طنز و مزاح میں پطرس بخاری اور فرحت اللہ بیگ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ طنز و مزاح میں نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

1-سلیقہ مندی 2-ذکاوت 3-غوروفکر 4-مہذبانہ انداز 5-شائستگی

اردو کے چند مزاح نگار درج ذیل ہیں

-1	احمد شاہ پطرس بخاری	مضامین پطرس
-2	فرحت اللہ بیگ	مضامین فرحت
-3	شفیق الرحمان	مزید حماقتیں
-4	مشتاق احمد یوسفی	چراغ تلے
-5	ابن انشا	کیا واقعی دنیا گول ہے؟
-6	کرنل محمد خاں	بجنگ آمد

-2 دلاور فگار کے مزاح کی فنی خوبیاں طلبہ کو بتائیں۔

جواب: دلاور فگار ایک منفرد مزاح نگار ہیں۔ وہ واقعاتی مزاح پیش کر کے ایک ایسا نقشہ کھینچتے ہیں کہ پڑھنے والا بے اختیار مسکرا اٹھتا ہے۔ وہ طنز کے تیز تیر کو مزاح کی چاشنی میں ڈبو کر استعمال کرتے ہیں کہ مزاح ہی مزاح میں معاشرے کے ڈھکے چھپے ناسور کی جراحی ہو جاتی ہے۔ سمجھنے والا لطف اٹھانے کے ساتھ ساتھ اس میں موجود طنز کی گہرائی تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ یہی چیز انھیں صفِ اول کے مزاح نگار کے دوش بدوش کھڑا کر دیتی ہے۔

دلاور فگار نے زیادہ تر کراچی کے حالات پر قلم اٹھایا ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے ان کی آواز پورے پاکستان کی آواز ہو۔ دوسرے مزاح لکھنے والوں کی طرح دلاور فگار نے مختلف واقعات کو منظوم کر کے ان میں ادبی چاشنی بھر دی ہے۔

-3 طلبہ پر واضح کیا جائے کہ فطرت اور معمول سے ہٹی ہوئی صورتِ حال ہماری حِسّی کو تحریک دیتی ہے۔ یہ صورتِ حال مزاحیہ کہلاتی ہے۔

جواب: دیکھیے برائے اساتذہ نمبر 1

-4 طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگار کیسے (صورتِ واقعہ اور الفاظ وغیرہ سے) مزاح پیدا کرتا ہے۔

جواب: دیکھیے برائے اساتذہ نمبر 1

-5 طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگاری الگ سے صنفِ ادب نہیں بلکہ کسی بھی صنف میں مزاح لکھا جا سکتا ہے۔

جواب: مزاح نگار اپنے الفاظ سے عبارت یا نظم میں مزاح پیدا کرتا ہے۔ مزاح کسی بھی صنفِ سخن میں لکھا جا سکتا ہے۔ نظم ہو یا غزل، یا پھر نثر کسی بھی صنف میں مزاح نگار اپنے مشاہدات کی مدد سے مزاح پیش کر سکتا ہے۔ شاعری میں مزاح کے لیے نہ تو خاص بحر کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی خاص صنف کی۔ بہت سے مزاح نگاروں نے نظم، غزل، رباعی وغیرہ میں مزاح پیش کیا ہے۔

جن کو انگریز کا قانون ہو ازبر ان سے
اور سب پوچھ مگر شرع کے احکام نہ پوچھ
ریڈیو میں بھی جو قرآں کی تلاوت نہ سنیں
ان مسلمانوں کی اولاد کا اسلام نہ پوچھ

☆☆☆

سید ضمیر جعفری

اکہ میں لٹ بیٹھا سا جا، کود جا، بھر جا
قومی قسمت میں لکھا جا چکا ہے تیرا درجا
نہ گنجائش کو دیکھ اس بھیڑ نہ تو مردم شماری کر
لنگوٹی کس، خدا کا نام لے، گھس جا سواری کر
عبث گننے کی یہ کوشش کہ ہیں کتنے نفوس اس میں
کہ نکلے گا بہر عنوان تیرا بھی جلوس اس میں
وہ کھڑکی سے کسی نے مورچہ بندوں کو للکارا
پھر اپنے سر کا گٹھڑ دوسروں کے سر پہ دے مارا
کسی نے دوسری کھڑکی سے جب دیکھا یہ نظارا
زمیں پر آرہا "دھم" سے کوئی تاج سردارا
یہ سارے کھیت کے گنے کتنا لایا ہے ڈبے میں
وہ گھر کی چارپائی تک اٹھا لایا ہے ڈبے میں
گھڑے حقے مع مینار آتش دان تو دیکھو
یہ قوم بے سر و سامان کا سامان تو دیکھو
صراحی سے گھڑا روٹی سے دستر خوان لڑتا
مسافر خود نہیں لڑتا مگر سامان لڑتا ہے

www.downl

-6 طلبہ کو چند دیگر مزاح نگار شعرا (سید محمد جعفری، محمود سرحدی، سید ضمیر جعفری، انور مسعود، نیاز سواتی وغیرہ) کا کلام سنایا جائے۔

مزاح نگاروں کا کلام

جواب:

سید محمد جعفری

ایبسٹریکٹ آرٹ کی دیکھی تھی نمائش میں نے
کی تھی از راہِ مروت بھی ستائش میں نے
آج تک دونوں گناہوں کی سزا پاتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ کیا دیکھا تو شرماتا ہوں
ایک تصویر کو دیکھا جو کمالِ فن تھی
بھینس کے جسم پہ اک اونٹ کی سی گردن تھی
ٹانگ کھینچی تھی کہ مسواک جسے کہتے ہیں
ناک وہ ناک کہ خطرناک جسے کہتے ہیں
ایک تصویر کو دیکھا کہ یہ کیا رکھا ہے
ورق صاف پہ رنگوں کو گرا رکھا ہے
اس نمائش میں جو اطفال چلے آتے تھے
ڈر کے ماؤں کے کلیجے سے لپٹ جاتے تھے
میں نے یہ کام کیا، مفت سزا پانے کا
یہ نمائش نہ تھی اک خواب تھا دیوانے کا

محمود سرحدی

نوکری کے لیے اخبار کے اعلان نہ پڑھ
جان پہچان کی باتیں ہیں، کہا مان، نہ پڑھ
جن کو ملنی ہو، انھیں پہلے ہی مل جاتی ہے
بس دکھاوے ہی کے ہوتے ہیں یہ فرمان نہ پڑھ

☆☆☆

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

انور مسعود

کتاب سے ہے عزیزوں کا رابطہ قائم
وہ اس سے اب بھی بہت فائدہ اٹھاتے ہیں
کبھی کلاس میں آتے تھے ساتھ لے کے اسے
اب امتحان کے کمرے میں لے کے جاتے ہیں

☆☆☆

جو چوٹ بھی لگی ہے وہ پہلے سے بڑھ کے تھی
ہر ضرب کربناک پہ میں تلملا اٹھا
پانی کا سوئی گیس کا بجلی کا فون کا
بل اتنے مل چکے ہیں کہ میں بلبلا اٹھا

☆☆☆

آپ بے جرم یقیناً ہیں مگر یہ فدوی
آج اس کام پہ مامور بھی مجبور بھی ہے
عید کا روز ہے کچھ آپ کو دینا ہو گا
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

نیاز سواتی

کھانے کو مل رہا ہے جو کھانا خراب ہے
اس واسطے تو حال تمہارا خراب ہے
ہر اہلیہ کی خُو ہے کہ شوہر سے یہ کہے
بازار سے جو لائے ہو سودا خراب ہے
کہتے ہیں جب گوالے سے "پتلا ہے دودھ کیوں"
کہتا ہے ہم سے بھینس کا چارہ خراب ہے

وہ کھا گیا ہے میرے بھی حصے کی سب غذا
اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ معدہ خراب ہے

کرنے لگا علاج مرا جب سے ڈاکٹر
پہلے سے میرا حال زیادہ خراب ہے

ہر چند حال ہی میں بنایا گیا ہے وہ
پھر بھی ہمارے گاؤں کا رستہ خراب ہے

ایسا کوئی نہیں جو کہے میں ہوں خود خراب
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے

دو ایک ہی مشین کے پُرزے نہیں خراب
اب نیاز آوے کا آوا خراب ہے

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) آج سہرا باندھ کر آیا ہے:

(i) گھوڑا (ii) گدھا
(iii) اونٹ (iv) شیر

(ب) کبھی کبھی بڑا بے مہار ہے:

(i) اونٹ (ii) سہرا
(iii) ہار (iv) مالک

(ج) سر کا درد بڑھا اور ناک میں:

(i) خون آیا (ii) زخم آیا
(iii) درد ہوا (iv) نکیل پڑی

(د) اونٹ اب بوجھ اٹھائے گا:
(i) بہت کم (ii) ذمہ داری کا
(iii) غیروں کا (iv) بہت زیادہ

(ہ) اب اصل میں اونٹ آیا ہے:
(i) گلی میں (ii) سایے میں
(iii) جنگل میں (iv) پہاڑ تلے

(و) مجھے جھٹ پٹ بھیج دیں:
(i) اونٹ کا نکاح نامہ (ii) دعوت نامہ
(iii) بیاہ کی تصویر (iv) اونٹ کی تصویر

(ز) دیکھیے اونٹ بیٹھتا ہے:
(i) کس کروٹ (ii) کس دن
(iii) کس کے گھر (iv) کس وقت

(ح) ''اونٹ کی شادی'' نظم لکھی ہے:
(i) مرزا محمود سرحدی نے (ii) دلاور فگار نے
(iii) سید ضمیر جعفری نے (iv) انور مسعود نے

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iv)	(د)	(ii)
(ہ)	(iv)	(و)	(iii)	(ز)	(i)	(ح)	(ii)

مرزا محمود سرحدی
(1913ء تا 1967ء)

مال گودام روڈ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو طنزیہ اور مزاحیہ شاعری سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو طنز اور مزاح کے مابین موجود فرق سمجھانا۔
- طلبہ کو واقعاتی مزاح کے بارے میں معلومات دینا۔
- طلبہ کو مزاحیہ انداز میں معاشرتی خامیوں سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو مرزا محمود سرحدی کے فنِ شاعری سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو مرزا محمود سرحدی کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

مرزا محمود سرحدی کا اصل نام عبداللطیف تھا۔ شاعری میں محمود تخلص کرتے تھے۔ پاکستان کے سرحدی صوبے سے تعلق تھا، اس لیے مرزا محمود سرحدی کے نام سے معروف ہوئے۔

مرزا محمود سرحدی یکم جنوری 1913ء کو مردان میں پیدا ہوئے۔ مرزا صاحب بڑی باغ و بہار قسم کی شخصیت تھے۔ نہایت ہنس مکھ تھے۔ لطیفے ہر وقت ان کے نوکِ زبان رہتے۔ وہ جس محفل میں بھی بیٹھتے اسے کشتِ زعفران بنا دیتے۔ انھوں نے طالب علمی کے زمانے سے ہی شعر کہنا شروع کر دیے تھے۔ آغاز سنجیدہ غزل سے کیا لیکن بعد میں ان کا رجحان مزاحیہ نظمیں اور قطعات لکھنے کی طرف ہو گیا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مرزا صاحب فوج میں بھرتی ہو گئے لیکن یہاں ان کا دل نہ لگا۔ جلد ہی انھوں نے فوج کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ 1948ء میں ان کا کلام پشاور سے شائع

ہونے والے ایک ادبی مجلّے "سنگِ میل" میں شائع ہوا تو مرزا صاحب کی ادبی شناخت پورے ملک میں پھیل گئی۔

مرزا صاحب نے مالی طور پر کوئی زیادہ آسودہ حال زندگی نہ گزاری۔ فیلڈ مارشل ایوب خاں کے دور میں حکومت نے مرزا صاحب کے لیے 250روپے ماہوار کا وظیفہ منظور کیا تھا لیکن اتنی کم رقم میں گزارہ مشکل تھا۔ مرزا صاحب نے تجرد زندگی ہی گزاری۔ انھوں نے شادی نہیں کی تھی۔

مرزا صاحب کی شاعری کا پہلا مجموعہ "سنگینے" تھا، جو 1956ء میں شائع ہوا۔ ان کا دوسرا مجموعۂ کلام "اندیشۂ شہر" کے نام سے شائع ہوا۔ دوسرا مجموعۂ کلام ان کی وفات کے بعد 1970ء میں فارغ بخاری نے مرتب کیا تھا۔

وفات: مرزا صاحب کو دمے کی بیماری تھی۔ چونکہ کھانے پینے میں پرہیز کے زیادہ قائل نہیں تھے اس لیے ہمیشہ کھانستے رہتے تھے جس سے ان کی سانس اُکھڑ جاتی تھی۔ مرزا صاحب نے 1967ء میں صرف چون سال کی عمر میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

مرزا محمود سرحدی نے پشاور کی مال روڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سڑک نہایت خراب ہے۔ اس پر سفر کرنا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ معلوم نہیں کب حکومت اس سڑک کی بدحالی کو دور کرنے کی طرف توجہ دے۔

www.dow

خلاصہ

ویسے تو میرے شہر میں بے شمار سڑکیں ہیں لیکن ان میں مال گودام روڈ ایک بے مثال سڑک ہے۔ اس سڑک پر کئی تانگے اُلٹ چکے ہیں اور کئی گھوڑوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس سڑک کے آس پاس رہنے والے لوگ بھی پریشان ہیں۔ شام کو اس سڑک پر گیدڑوں کی وجہ سے رونق ہو جاتی ہے۔ اس سڑک پر انسانوں کی بجائے گاڑیوں کی

تعداد زیادہ ہے۔ ایسی ایسی کھائیاں ہیں کہ مرنے کے بعد انسان ان میں دفن بھی ہو سکتا ہے۔ مختلف قسم کی سواریاں اس سڑک سے متاثر ہوتی ہیں۔ اگر بارش آ جائے تو اس سڑک پر کشتیاں بھی چل سکتی ہیں۔ ڈھلوانیں ہیں جو حادثے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اگر کسی کو اس سڑک پر سفر کرنے کا اتفاق ہو تو اس کے واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں سوچتا ہوں کہ میرے وظیفے کی طرح حکومت کو کب اس سڑک کی بدحالی کا خیال آئے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لازوال	ہمیشہ رہنے والی	مثال	مانند، طرح
چھاتی	سینہ	انتقال	مرجانا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا
آس پاس	اردگرد	ویران	بے آباد
خستہ حال	بری حالت	شغال	گیدڑ
لاری	بس	خال خال	کوئی کوئی
کھائی	گڑھا	وصال	ملنا یہاں مراد مرنے سے ہے
ڈگمگانا	لڑکھڑانا	سلامت	باقی رہنا
مجال	ہمت	اکثر	عام طور پر
احتمال	اندیشہ	ڈھلوان	اترائی
لرزنا	کانپنا	باکمال	اپنے کام میں ماہر
اتفاق سے	کسی موقع پر، اچانک، غیر متوقع طور پر	وظیفہ	حکومتی امداد

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1,2 یوں تو میرے شہر میں سڑکیں کئی ہیں لازوال
لیکن ایک ایسی سڑک بھی ہے نہیں جس کی مثال
اس کی چھاتی پر کئی تانگے اُلٹ کر رہ گئے
سیکڑوں گھوڑوں کا اس پر ہو چکا ہے انتقال

حلِ لغت

لازوال: ہمیشہ باقی رہنے والا۔ مثال: نظیر۔ چھاتی: سینہ۔ الٹ کر رہ جانا: اوندھا ہونا۔ انتقال: مرجانا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

مفہوم: ویسے تو میرے شہر کی کئی سڑکیں ہمیشہ خراب رہنے والی ہیں لیکن ایک ایسی سڑک بھی ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ اس کے سینے پر کئی تانگے اوندھے ہوئے ہیں اور سیکڑوں گھوڑوں کا اس سڑک پر انتقال ہو چکا ہے۔

تشریح: مرزا محمود سرحدی طنز و مزاح میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے اردگرد کی مضحکہ خیز باتوں پر بڑی گہری نظر رکھی اور اسے اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ پشاور کی مال گودام روڈ کی ابتر حالت کو دیکھتے ہوئے انھوں نے یہ نظم لکھی ہے جو واقعاتی مزاح کی عمدہ مثال ہے۔ لکھتے ہیں کہ میرے شہر کی کئی سڑکیں ایسی ہیں جو عرصہ دراز سے خراب پڑی ہیں۔ یہ سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہیں۔ ان سڑکوں کا کوئی بھی پُرسانِ حال نہیں۔ نہ ہی کسی نے ان سڑکوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ان کی طرف کبھی توجہ دی ہے۔ یہ ہمیشہ سے بُری حالت میں ہیں اور شاید ہمیشہ بری حالت میں رہیں۔ ان سڑکوں میں سے سب سے برا حال مال گودام روڈ کا ہے۔ یہ سڑک اتنی زیادہ خراب ہے کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس سڑک کی خرابی کی وجہ سے کئی تانگے الٹ چکے ہیں اور ان

کے الٹنے کی وجہ سے تانگوں میں جتے ہوئے گھوڑے مر چکے ہیں۔ اس کے باوجود سڑک کی بہتری اور مرمت کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی ہے۔

شعر نمبر 3,4: آس پاس اس کے جو بستے ہیں نہ ان کی پوچھیے
جس قدر ویراں ہے یہ ہیں اس قدر وہ خستہ حال
رونقیں ہی رونقیں ہیں جس طرف بھی دیکھیے
چیخنے لگتے ہیں اس پر شام ہوتے ہی شغال

حل لغت

آس پاس: ارد گرد۔ بستے ہیں: مقیم ہیں، رہتے ہیں۔ ویران: بے آباد، بنجر۔ خستہ حال: بُری حالت، پتلی حالت۔ رونق: چہل پہل، گہما گہمی۔ شغال: گیدڑ

مفہوم: اس سڑک کے آس پاس جو لوگ رہتے ہیں ان کی حالت بھی اس ویران سڑک کی طرح پتلی ہے۔ جس طرف بھی دیکھیے رونق ہی رونق نظر آتی ہے اور شام ہوتے ہی اس پر گیدڑوں کی چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس سڑک کے اردگرد جو مکین ہیں ان کی زندگی بھی عجیب ہے۔ جس قدر اس سڑک کی حالت بری ہے ویسی ہی بری حالت یہاں رہنے والے لوگوں کی بھی ہے کیوں کہ انھیں روزانہ اسی ٹوٹی پھوٹی سڑک سے گزر کر اپنے گھر جانا ہوتا ہے۔ یہاں ویران سے مراد خستہ حال سڑک ہے چونکہ ان لوگوں کے گھر یہاں ہیں اس لیے اس سڑک پر سفر کرنا ان لوگوں کی مجبوری ہے۔ اس کے بعد شاعر کہتا ہے کہ صبح کے وقت تو اس سڑک پر کافی رونق رہتی ہے۔ چہل پہل اور گہما گہمی ہوتی ہے لیکن شام کے وقت اس سڑک پر گیدڑوں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ وہ اس سڑک پر آ کر چیخنے چلانے لگتے ہیں۔ گیدڑوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ویران جگہ پر آ کر چیخیں مارتے ہیں۔ شاعر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ شام کو یہ سڑک ویران ہو جاتی ہے۔

شعر نمبر 5: لاریاں پٹرول کی دیکھو گے اس پر صبح و شام
ورنہ انساں تو نظر آتا ہے اس پر خال خال

حل لغت

لاری: بس۔ خال خال: کوئی کوئی

مفہوم: پٹرول والی بسیں تو اس سڑک پر صبح و شام نظر آتی ہیں ورنہ انسان تو کوئی کوئی ہی نظر آتا ہے۔

تشریح: شاعر اس سڑک کی افادیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس سڑک سے صبح و شام بہت سی گاڑیاں گزرتی ہیں۔ لوگ ان گاڑیوں میں سفر کر کے اپنے اپنے کاموں پر جاتے ہیں۔ یہ ایک مصروف شاہراہ ہے۔ یہاں انسانوں سے زیادہ گاڑیاں چلتی ہیں۔ اس کے باوجود اس سڑک کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا۔ اس کی مرمت کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ لوگ پریشانی کا شکار ہیں مگر سڑک بنانے والوں کو اس کا خیال نہیں آتا۔ یہاں مرزا صاحب حکومتی اداروں پر گہرا طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عوام کی سہولت کے کاموں کی طرف حکومت کوئی توجہ نہیں دیتی۔

شعر نمبر 6,7: اس میں ایسی کھائیاں ہیں ایسے ایسے غار ہیں
دفن ہو سکتا ہے جن میں آدمی بعد از وصال
ڈگمگا جاتے ہیں ریڑھے لڑکھڑا جاتی ہے جیپ
واپس آ جائے سلامت سائیکل کی کیا مجال

حل لغت

کھائی: گڑھا۔ وصال: لفظی مطلب ملنا لیکن یہاں مراد مرنے سے ہے یعنی مرنے کے بعد انسان اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ ڈگمگانا: لڑکھڑانا۔ سلامت: باقی رہنا۔ مجال: ہمت

www.do

مفہوم: اس سڑک پر ایسی ایسی کھائیاں اور غار ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی ان میں دفن بھی ہو سکتا ہے۔ اس سڑک سے گزرنے والے ریڑھے اور جیپیں لڑکھڑا جاتی ہیں اور سائیکل سوار کی سائیکل سلامت نہیں رہتی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ سڑک بُری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ جگہ جگہ گڑھے پڑے ہیں۔ کچھ گڑھے تو اتنے بڑے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی ان گڑھوں میں دفن بھی کیے جا سکتے ہیں۔ ان کے لیے قبر کھودنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ گڑھے غاروں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سڑک بری طرح ٹوٹ چکی ہے۔ سڑک کی حالت اتنی بُری ہے کہ اس پر چلنے والی سائیکل ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کا حال بُرا ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی پرزہ سلامت نہیں رہتا۔ سائیکل سوار پریشان ہوتا ہے کہ سائیکل کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔ پھر اسے پتا چلتا ہے کہ اس کی سائیکل کی یہ خراب حالت ٹوٹی پھوٹی سڑک کی مرہونِ منت ہے۔

شعر نمبر 8:
مینہ برس جائے تو چل سکتی ہیں اس پر کشتیاں
ڈوب جانے کا بھی ہو جاتا اکثر احتمال

<u>حلِ لغت</u>

مینہ: بارش۔ اکثر: عام طور پر۔ احتمال: اندیشہ، ڈر، خطرہ

مفہوم: بارش ہو جائے تو اس سڑک پر کشتیاں بھی چل سکتی ہیں۔ اکثر اوقات ان کشتیوں کے ڈوب جانے کا خطرہ بھی رہتا ہے۔

تشریح: ایک تو سڑک کی حالت ویسے ہی بہت خراب ہے۔ ایسے میں اگر بارش ہو جائے تو حالت مزید خراب ہو جاتی ہے۔ نکاسی آب کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے سڑک پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ پانی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس

پانی میں کشتیاں بھی چلائی جا سکتی ہیں بلکہ یہ پانی اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اس میں چلنے والی کشتیاں ڈوب بھی سکتی ہیں۔ یہاں مرزا صاحب مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ بارش کے پانی میں کشتیاں نہیں چلائی جاسکتیں۔ ان کا مقصد صرف سڑک کی بدحالی کو بیان کرنا ہے۔

شعر نمبر 9,10: اس کی ڈھلوانوں پہ موٹر کا دھڑک جاتا ہے دل
اس کے موڑوں پر لرز جاتے ہیں اکثر باکمال
اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو اتفاق
اس کے لوٹ آنے کا پیدا ہی نہیں ہوتا سوال

حل لغت

ڈھلوان: ڈھلان، اترائی۔ لرزنا: کانپنا۔ باکمال: اپنے کام میں ماہر۔ اتفاق سے: اچانک سے، غیر متوقع طور پر۔ لوٹ آنا: واپس مڑنا

مفہوم: اس سڑک کی اترائی پر موٹر کا دل دھڑک جاتا ہے۔ اس سڑک پر جو موڑ آتے ہیں، ان سے اکثر باکمال لوگ بھی کانپ جاتے ہیں۔ جو کوئی اچانک اس سڑک پر سفر کرتا ہے وہ واپس لوٹ کر اس سڑک پر نہیں آتا۔

تشریح: شاعر مال گودام روڈ کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ سڑک بالکل سیدھی نہیں ہے بلکہ اس سڑک پر جگہ جگہ اترائیاں ہیں۔ ایسی اترائیاں ہیں جن پر چلتے ہوئے گاڑی بھی گھبرا جاتی ہے۔ اس کے دل میں خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں میں الٹ نہ جاؤں۔ وہ ڈرائیور جو فنِ ڈرائیوری میں ماہر ہیں یعنی جن کی ڈرائیونگ بہت عمدہ ہے وہ بھی اس سڑک کے موڑوں سے گھبرا جاتے ہیں کیوں کہ یہ موڑ بہت خطرناک ہیں۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ مخالف سمت سے کوئی گاڑی آ رہی ہے۔ یہ خطرناک موڑ بھی حادثے کا سبب بنتے ہیں۔

اکثر لوگ انجانے میں اس سڑک پر سفر کرتے ہیں لیکن وہ بھول کر بھی دوبارہ اس سڑک پر سفر کرنے کا نہیں سوچتے بلکہ اگر انھیں اسی راستے سے واپس بھی آنا پڑے تو وہ اس کی بجائے کوئی اور راستہ اپنا لیتے ہیں خواہ وہ راستہ اس راستے سے طویل ہی کیوں نہ ہو۔ سڑک کی خستہ حالی انھیں دوبارہ اس سڑک پر سفر کرنے سے روکتی ہے۔

شعر نمبر 11:
سوچتا رہتا ہوں کب میرے وظیفے کی طرح
اس کی بدحالی کا آتا ہے حکومت کو خیال

حل لغت

وظیفہ: حکومتی امداد۔ بدحالی: بُری حالت

مفہوم: میں سوچتا ہوں کہ میرے وظیفے کی طرح حکومت کو کب اس سڑک کی بُری حالت کا خیال آتا ہے۔

تشریح: مرزا محمود سرحدی پشاور ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ اس سے پہلے وہ فوج میں ملازمت کرتے تھے۔ صدر ایوب کے دورِ حکومت میں انھیں حکومت کی طرف سے گزر بسر کے لیے وظیفہ ملتا تھا۔ وظیفے کی رقم 250 روپے تھی۔ وہ دمے کے مریض تھے۔ انھوں نے شادی نہیں کی۔ ایک دفعہ انھیں کافی دنوں تک حکومت کی طرف سے ملنے والا وظیفہ نہ ملا۔ انھوں نے اپنا اور مال گودام روڈ کا موازنہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس طرح عدم توجہی کی بنا پر یہ سڑک بدحالی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے، اسی طرح حکومتی امداد نہ ملنے کی وجہ سے میری زندگی بھی مشکلات کا شکار ہے۔ نہ حکومت کو اس سڑک کی مرمت سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی میرے وظیفے کا کچھ خیال ہے۔ معلوم نہیں کب حکومت کو میری حالت زار پر رحم آئے گا اور میرے وظیفے کی رقم کا اجرا کیا جائے گا اور پتا نہیں کب اس سڑک کی مرمت کی طرف دھیان دیا جائے گا۔

تبصرہ

یہ ایک طنزیہ نظم ہے۔ مرزا محمود سرحدی نے پشاور کی ایک سڑک کی حالت زار بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سڑک عدم توجہی کا شکار ہے۔ انھوں نے حکومت پر گہرا طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت ایک مصروف ترین سڑک کی مرمت پر توجہ نہیں دے رہی۔ آسان الفاظ میں انھوں نے ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے اور حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) شاعر کس سڑک کو بے مثال کہہ رہا ہے؟

جواب: شاعر پشاور کی مال گودام روڈ کو بے مثال کہہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس طرح یہ سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

(ب) مذکور سڑک پر گھوڑوں پر کیا بیتی؟

جواب: اس سڑک پر جو تانگے چلتے ہیں وہ الٹ جاتے ہیں اور ان میں جتے ہوئے گھوڑے انتقال کر جاتے ہیں۔

(ج) سڑک پر چلنے والی کن سواریوں کا حلیہ بگڑتا ہے؟

جواب: سڑک پر چلنے والی سواریوں میں سے ریڑھے اور جیپوں کا حلیہ بگڑ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سائیکل بھی صحیح سلامت نہیں رہتی۔ وہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔

(د) سڑک پر جسے جانا پڑے، اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس سڑک پر جسے بھی جانے کا اتفاق ہو، اس کے واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ہ) شاعر نے نظم کے آخری شعر میں کسے توجہ دلائی ہے؟

جواب: شاعر نے نظم کے آخری شعر میں حکومت کو اپنے وظیفے اور سڑک کی بدحالی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حکومت کو نہ تو میرے مقرر کردہ وظیفے کا خیال ہے اور نہ ہی اس سڑک کی بدحالی کے بارے میں کچھ سوچتی ہے۔

-2 نظم میں مثال، انتقال، حال، شغال، اور وصال ہم آواز الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ایسے الفاظ کیا کہلاتے ہیں؟

جواب: ایسے الفاظ جو صوتی اعتبار سے ایک جیسے ہوں انھیں ہم قافیہ الفاظ کہا جاتا ہے۔

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) شاعر کے پیشِ نظر یہ نظم لکھنے کا مقصد ہے:

(i) تنقید برائے تنقید (ii) مزاح
(iii) طنز برائے اصلاح (iv) مبالغہ آرائی

(ب) نظم "مال گودام روڈ" لکھی ہے؟

(i) جمیل الدین عالی نے (ii) دلاور فگار نے
(iii) محمود سرحدی نے (iv) ضمیر جعفری نے

(ج) جو شخص اس سڑک پر گیا پھر:

(i) تھک کر چُور ہوا (ii) زخمی ہو کر آ گیا
(iii) کبھی لوٹ کر نہ آیا (iv) پھسل پڑا

(د) یہ نظم کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

(i) اندیشۂ شہر (ii) مطلع عرض ہے
(iii) سنگینے (iv) فی سبیل اللہ

(ہ) شاعر نے کس سڑک کا مضحکہ اڑایا ہے؟

(i) مال روڈ (ii) مال گودام روڈ

(iii) مجاتی روڈ (iv) بند روڈ

(د) اس سڑک پر تانگے الٹ جانے سے گھوڑوں پر کیا بیتتی ہے؟

(i) بھاگ جاتے ہیں (ii) بے ہوش ہو جاتے ہیں

(iii) مرجاتے ہیں (iv) بیٹھ جاتے ہیں

(ز) سڑک پر شغال کے چیخنے سے واضح ہوتا ہے:

(i) ویرانی (ii) آمدورفت بند

(iii) رونق زیادہ (iv) جنگل

جواب:

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)	(ز)	(i)		

4- نظم کو ذہن میں تازہ کریں اور درج ذیل مصرعوں کو مکمل کریں:

(الف) جس قدر ویراں ہے یہ، ہیں اس قدر وہ ______

(ب) دفن ہو سکتا ہے جن میں ______ بعد از وصال

(ج) ______ جاتے ہیں ریڑھے، لڑکھڑا جاتی ہے جیپ

(د) اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو ______

(ہ) سوچتا رہتا ہوں کب میرے ______ کی طرح

جواب: (الف) جس قدر ویراں ہے یہ، ہیں اس قدر وہ خستہ حال

(ب) دفن ہو سکتا ہے جن میں آدمی بعد از وصال

(ج) ڈگمگا جاتے ہیں ریڑھے، لڑکھڑا جاتی ہے جیپ

(د) اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو اتفاق

(ہ) سوچتا رہتا ہوں کب میرے وظیفے کی طرح

-5 نظم کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-6 نظم کا مرکزی خیال دو تین جملوں میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے مرکزی خیال

سرگرمیاں

-1 کسی اور مزاحیہ شاعر کی ایک نظم جماعت میں سنائی جائے۔

جواب: مجھے سید ضمیر جعفری کی یہ نظم بہت پسند ہے۔

کھڑا ڈنر

"نئے" دعوت ' پہ بلوایا گیا ہوں
پلیٹیں دے کے بہلایا گیا ہوں
کبھی باتوں میں اُلجھایا گیا ہوں
کہیں کرسی سے ٹکرایا گیا ہوں
نہ آئی پر نہ آئی میری باری
پلاؤ تک بہت آیا گیا ہوں
کبابوں کی رکابی ڈھونڈنے کو
کئی میلوں میں دوڑایا گیا ہوں
برائے قتل قتلہ ہائے ماہی
چھری کانٹے سے لڑوایا گیا ہوں
مٹر کے واسطے جب کی مٹر گشت
تو " آلو گوشت" میں پایا گیا ہوں

ضیافت کے بہانے درحقیقت
مشقت کے لیے لایا گیا ہوں

-2 یہ نظم اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

جواب: طلبہ اپنی اپنی کاپی پر یہ نظم لکھیں اور استاد صاحب کو دکھائیں۔

-3 شاعر نے اس نظم میں سڑک کا مزاحیہ انداز میں ذکر کیا ہے۔ پطرس بخاری نے جی ٹی روڈ کا جو حلیہ اپنے مضمون "لاہور کا جغرافیہ" میں بیان کیا ہے، استاد صاحب کی مدد سے وہ تلاش کر کے جماعت میں سنایا جائے۔

جواب: **لاہور کا جغرافیہ** از پطرس بخاری

جو سیاح لاہور تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو یہاں کے آمدورفت کے ذرائع کے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین کر لینی چاہیے، تاکہ وہ یہاں کی سیاحت سے کماحقہٗ اثر پذیر ہو سکیں، جو سڑک بل کھاتی ہوئی لاہور کے بازاروں میں سے گزرتی ہے، تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ یہ وہی سڑک ہے جو شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔ یہ آثارِ قدیمہ میں شمار ہوتی ہے اور بے حد احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے، چنانچہ اس میں کسی قسم کا ردوبدل گوارہ نہیں کیا جاتا۔ وہ قدیم تاریخی گڑھے اور خندقیں جوں کی توں موجود ہیں جنھوں نے کئی سلطنتوں کے تختے الٹ دیے تھے۔ آج کل بھی کئی لوگوں کے تختے یہاں الٹتے ہیں اور عظمتِ رفتہ کی یاد دلا کر انسان کو عبرت سکھاتے ہیں۔
بعض لوگ زیادہ عبرت پکڑنے کے لیے ان تختوں کے نیچے کہیں کہیں دو ایک پہیے لگا لیتے ہیں اور سامنے دو بٙم لگا کر ایک گھوڑا ٹانگ دیتے ہیں۔ اصطلاح میں اس کو تانگہ کہتے ہیں، شوقین لوگ اس پر موم جامہ منڈھ لیتے ہیں، تاکہ پھسلنے میں سہولت ہو اور بہت زیادہ عبرت پکڑی جا سکے۔
اصلی اور خالص گھوڑے لاہور میں خوراک کے کام آتے ہیں، قصابوں کی

دکانوں پر انہی کا گوشت بکتا ہے اور زین کس کر کھایا جاتا ہے، تانگوں میں ان کی بجائے بناسپتی گھوڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ بناسپتی گھوڑے شکل و صورت میں دم دار ستارے سے ملتے ہیں کیوں کہ ان گھوڑوں کی ساخت میں دم زیادہ اور گھوڑا کم پایا جاتا ہے۔ حرکت کے وقت اپنی دم کو دبا لیتا ہے اور اس ضبطِ نفس سے اپنی رفتار میں ایک سنجیدہ اعتدال پیدا کرتا ہے تاکہ سڑک کا ہر تاریخی گڑھا اور تانگے کا ہر ہچکولا اپنے نقش آپ پر ثبت کرتا جائے، اور آپ ہر ایک مقام لطف اندوز ہو سکے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگار صورتِ واقعہ سے کس طرح مزاح پیدا کرتا ہے؟

جواب: جواب کے لیے دیکھیے نظم "اونٹ کی شادی" برائے اساتذہ نمبر 4

-2 طلبہ کو بتائیں کہ بات پُرلطف انداز میں کیسے کی جا سکتی ہے۔

جواب: کسی بات کو فطرت اور معمول سے ہٹ کر بیان کیا جائے اور پڑھنے والا یا سننے والا اس کے انجام سے بے خبر ہو یا انجام اس کی توقع کے خلاف ہو اور فطرت سے بھی ہٹ کر ہو تو بات میں مزاح پیدا کیا جا سکتا ہے۔ مزاح میں زندگی کی ناہمواریوں پر ہمدردانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔ مزاح نگار مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے جیسے آپ کوئی لطیفہ سنیں اور آخری جملہ آپ کی توقع کے خلاف ہو اور فطرت کے بھی خلاف ہو تو یقیناً آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جائے گی۔

مزاح دو طرح کا ہوتا ہے۔ لفظی مزاح اور واقعاتی مزاح
واقعاتی مزاح میں اپنے کسی مشاہدے کو دلچسپ انداز میں بیان کرنا ہوتا ہے یا لفظوں کے ہیر پھیر اور دوہرے مفہوم کو اس طرح بیان کرنا کہ اس میں مزاح

کا رنگ غالب ہو۔

-3 طلبہ کو بتائیں کہ عام نظم اور مزاحیہ نظم میں کیا فرق ہوتا ہے۔

جواب: عام نظم کسی ایک مرکزی خیال کے گرد گھومتی ہے اس میں زندگی کے مسائل یا کوئی واقعہ بالکل سیدھے سادے انداز میں پیش کیا جاتا ہے جب کہ مزاحیہ نظم میں تمثیلی انداز اختیار کیا جاتا ہے اور مذاق ہی مذاق میں کسی سنجیدہ واقعہ کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

-4 طلبہ سے دریافت کریں کہ انھوں نے اور کوئی مزاحیہ نظم پڑھی ہے تو وہ رسالہ، کتاب وغیرہ جماعت میں لا کر دوسروں کو سنائیں۔

جواب: دیکھیے سرگرمیاں نمبر 1

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) مال گودام روڈ پر الٹ کر رہ گئے:

(i) کئی سائیکل سوار (ii) کئی تانگے
(iii) کئی ریڑھے (iv) کئی ٹرک

(ب) اس سڑک پر انتقال ہو چکا ہے:

(i) کئی راہگیروں کا (ii) ہزاروں اونٹوں کا
(iii) بے شمار گدھوں کا (iv) سیکڑوں گھوڑوں کا

(ج) "شغال" کا مطلب ہے:

(i) گیدڑ (ii) مشغول
(iii) مشغلہ اپنانا (iv) مصروف رہنا

(د) اس سڑک پر خال خال نظر آتے ہیں:

(i) گھوڑے (ii) ٹرک

(iii) تانگے (iv) انسان

(ہ) اس سڑک سے سلامت واپس نہیں آتی:

(i) کار (ii) جیپ

(iii) بس (iv) سائیکل

(ر) حکومت کو اس سڑک کی بدحالی کا خیال نہیں آتا:

(i) دوسری سڑکوں کی طرح (ii) میرے وظیفے کی طرح

(iii) عوام کی بدحالی کی طرح (iv) میری صحت کی طرح

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(ر)	(iv)
(ہ)	(iv)	(د)	(ii)				

مولانا حسرت موہانی

(1875ء تا 1951ء)

مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو غزل سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ میں غزل کو سمجھنے کا شعور پیدا کرنا۔
- طلبہ کو غزل کی ماہیت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو مطلع اور مقطع سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو حسرت موہانی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا، خاص طور پر قید کے دوران میں لکھی گئی صحافتی شاعری سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو حسرت موہانی کے اسلوبِ بیان سے آشنا کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام سید فضل الحسن اور تخلص حسرت تھا۔ اودھ کے قصبہ موہان میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے حسرت موہانی مشہور ہو گئے۔ والد کا نام سید اظہر حسن تھا۔ حسرت کا سلسلہ نسب امام علی ابن موسیٰ رضا سے ملتا ہے۔ حسرت کے دادا سید محمود نیشاپور سے موہان آئے تھے۔ حسرت کی ابتدائی تعلیم پرانی طرز پر عمل میں آئی۔ قرآن حکیم اور فارسی کی مروجہ کتابیں اپنے علاقے کے علماء سے پڑھیں۔ اس کے بعد موہان مڈل سکول میں داخل ہو گئے۔

حسرت کے والد کی کچھ جائیداد فتح پور میں تھی، جس کے انتظام کے لیے ان کا قیام فتح پور میں رہتا تھا۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے والد کے پاس چلے گئے اور گورنمنٹ ہائی سکول، فتح پور سے میٹرک کا امتحان خاص امتیاز کے ساتھ پاس کیا

جس پر سرکاری وظیفہ بھی ملا۔ یہیں سے انھوں نے عربی و فارسی تعلیم کی تکمیل کی۔ یہاں کی آب و ہوا حسرت کی ادبی تعلیم کے لیے بہت راس آئی۔

کچھ عرصہ بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ ڈاکٹر ضیاء الدین کی دعوت پر علی گڑھ پہنچے۔ یہاں ان کے ہم جماعتوں میں مولانا محمد علی جوہرؔ کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی اور سید سجاد حیدر یلدرم جیسے نامور سیاستدان اور ادیب بھی شامل تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے حسرت نے عربی اور ریاضی کے اختیاری مضامین کے ساتھ بی۔ اے کیا۔ علی گڑھ کے علمی اور ادبی ماحول نے حسرت کی اہلیت و صلاحیت کو مزید جلا بخشی اور خاص طور پر ان کی ادبی دلچسپیوں کی وجہ سے دور دور ان کے ادبی اور سیاسی رجحان کا شہرہ ہو گیا۔

حسرت کی سیاسی دلچسپی بھی طالب علمی کے زمانے سے شروع ہو چکی تھی۔ 1908ء میں حسرت کو سیاسی معاملات میں حصہ لینے کی وجہ سے قید بامشقت کی سزا بھی ملی اور انگریزی حکومت نے انھیں باغی قرار دیا۔ اس قید و بند کے مصائب کا جستہ جستہ ذکر بھی حسرت کی غزل میں ملتا ہے۔ ان کا مشہور شعر ہے ؎

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

وہ پہلے کانگریس اور پھر مسلم لیگ میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے اور انگریزی سیاست کے شدید ترین مخالفوں میں شامل تھے۔

سیاسی مشاغل کے باوجود حسرت شعر و ادب کی برابر خدمت کرتے رہے۔ ''انتخابِ سخن'' کے نام سے گیارہ جلدوں میں تمام ممتاز قدیم و جدید شعرا کے دواوین کا انتخاب بھی شائع کیا۔ وہ نہایت پاکیزہ منش، بااصول اور منکسر المزاج انسان تھے۔ حسرت، تسلیم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ تسلیم، نسیم دہلوی اور حکیم مومن کے شاگرد تھے۔ اس لیے حسرت نے ابتداء میں تسلیم و مومن کے رنگ میں شعر کہنا شروع کیا اور دلی سکول کے طرز کو پسند کیا۔ بعد کی غزلوں میں حسرت کا اپنا رنگ پایا جاتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مصیبت	آفت	راحت فزا	خوشی کو زیادہ کرنا
آرزو	تمنا، خواہش	راہ نما	راہبر
دیار	کوچہ، گلی، ملک، شہر	وفا	محبت
باد	ہوا	صرصر	آندھی
صبا	صبح کی ٹھنڈی ہوا	درماندہ	قافلے سے بچھڑا ہوا
بارگاہ	دربار	عطا ہونا	ملنا، عنایت ہونا
گنہ گار	گناہ کرنے والا	خطا	غلطی
رتبہ	مرتبہ	رتبہ دانِ محبت	محبت کا بلند مقام و مرتبہ جاننے والا
انتہا	آخری حد	ابتدا	شروع

غزل کا مفہوم اور تشریح

غزل کے لغوی معنی ہیں عشق و محبت کی باتیں کرنا یا محبوبوں سے باتیں کرنا، شکار کے وقت ہرن کے منہ سے جو فریاد نکلتی ہے اس کو بھی غزل کہتے ہیں۔ مولانا حالی لکھتے ہیں کہ محبت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انسان کو انسان سے اپنے ملک اور قوم سے اور سب سے بڑھ کر خدا سے محبت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اسے صرف عورت کی ذات تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔

اشعار کی تشریح کیسے کی جائے؟

غزل کی تشریح نظم کی تشریح سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ نظم میں کوئی واقعہ یا

www. .com

مختصر بیان کیا جاتا ہے جب کہ غزل میں شاعر اپنے جذبات و احساسات کو پیش کرتا ہے۔ اس لیے غزل کی تشریح کے لیے ضروری ہے کہ پہلے شاعر کے جذبات و احساسات کو سمجھا جائے۔ تمام انسانوں کے جذبات قریب قریب یکساں ہوتے ہیں اور ایک کامیاب شاعر انھی جذبات انسانی کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔ بقول غالبؔ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

غزل کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(1) شعر کے صرف ظاہری الفاظ کو نہ دیکھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ ان الفاظ کے پردے میں کیا جذبہ اور احساس پوشیدہ ہے۔ اس جذبے یا احساس کو سمجھ کر اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

(2) شاعر اپنے جذبے کو دو مصرعوں میں بیان کرتا ہے۔ وہ اس پر مجبور ہے لیکن آپ مجبور نہیں ہیں۔ آپ جتنی چاہیں تشریح کریں۔ ایک اچھا شاعر انسانی جذبات کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔ آپ ان جذبات کو سمجھیں اور پھر انھیں اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

(3) پہلے شعر کے ظاہری معنی بیان کریں پھر دیکھیں کہ اس کے حقیقی معنی کیا ہیں؟ دوسرے لفظوں میں پہلے مجازی (دنیاوی) معنی لیں اور پھر حقیقی معنی بیان کریں۔ مجازی معنی کے لیے لیلیٰ مجنوں کی مثال سامنے رکھیں۔ اس سے مفہوم سمجھنے میں آسانی پیدا ہو گی اور پھر اس سے حقیقی معنی مراد لیں جیسے میر تقی میرؔ کا شعر ہے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

آپ پہلے اس شعر کو لیلیٰ مجنوں سے منسوب کریں۔ گویا مجنوں یہ بات کہتا ہے

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

کہ میں لیلیٰ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب میں نے اپنی جان کی بازی لگا کر اپنے اس عہد کو پورا کر دکھایا ہے۔ یہ مجازی معنی ہیں۔ حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ ایک بندۂ مومن بھی جس کے دل میں عشق جاگزیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جدائی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ بے دریغ اپنے محبوب حقیقی کا وصال حاصل کرنے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے۔ بعض اشعار کے مجازی اور حقیقی دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں اور بعض کے صرف مجازی یا حقیقی۔

(4) غزل کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے مہذب اور شائستہ الفاظ استعمال کریں۔ جیسے معشوق اور معشوقہ کی بجائے محبوب اور دوست کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ صیغہ مؤنث استعمال نہ کریں۔ تشریح کے الفاظ جان دار ہونے چاہئیں تاکہ دیکھنے والے کو پتا چل سکے کہ طالب علم کا مطالعہ وسیع ہے۔

(5) ہر شعر کا مرکزی خیال سمجھنے کی کوشش کریں۔ جب آپ اسے سمجھ لیں گے تو پھر تشریح میں آسانی رہے گی۔ مرکزی خیال شعر کی جان ہوتا ہے۔ اگر مرکزی خیال سمجھ میں آ جائے تو پھر اس کے مطابق تشریح کرنی چاہیے۔

(6) آپ کو اچھے اچھے شعر یاد ہونے چاہئیں تاکہ شعر کی تشریح میں ہم موزوں شعر لکھ سکیں۔ اس طرح تشریح کے زیادہ نمبر ملتے ہیں۔ ممتحن کو پتا چلتا ہے کہ طالب علم نصاب کی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں سے بھی دلچسپی رکھتا ہے۔ تشریح میں استعمال ہونے والے شعر معیاری ہونے چاہئیں۔

اشعار کی تشریح

شعر نمبر 1
مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے
تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

www.downloadclassnotes.com

حل لغت

مصیبت: مشکل، آفت۔ راحت فزا: خوشی کو بڑھانا۔ آرزو: تمنا، خواہش۔
راہنما: راہبر، راستا دکھانے والا

مفہوم: مصیبت بھی خوشی کو زیادہ کرنے والی ہوگئی ہے۔ کیوں کہ تیری تمنا میری راہبر ہوگئی ہے۔

تشریح: حسرت موہانی اردو غزل کے ایسے شاعروں میں شامل ہیں جنھوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ انگریزوں کے خلاف سیاست میں حصہ لینے کی پاداش میں انھیں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن دورانِ قید بھی شاعری کا شغل جاری رہا۔ اس شعر میں کہتے ہیں کہ مجھ پر آنے والی مصیبت میرے لیے مصیبت نہیں رہی بلکہ میں تو اس مصیبت سے بھی خوشیوں کا رس کشید کر لیتا ہوں۔ کوئی کام مسلسل کیا جائے تو انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے، پھر انسان کو اس کام میں لطف آنے لگتا ہے۔ بقول مرزا غالب

؎ رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

اسی طرح حسرت موہانی کہتے ہیں کہ مجھ پر آنے والی مشکلات اب میرے لیے خوشیوں کی طرح ہیں کیوں کہ میں ان مشکلات کو خاطر میں نہیں لاتا ہوں۔

؎ علاج درد میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں
جو تھے پاؤں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں

حسرت کہتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ مصیبت میری جان لے لے گی۔ میرے لیے تو اس میں بھی خوشی کا پہلو نمایاں ہے۔ اس طرح تو میری اللہ تعالیٰ سے ملنے کی آرزو پوری ہو جائے گی یعنی میری قسمت ہر حال میں میرے لیے اچھی ہی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ تیری تمنا میری راہبر ہوگئی ہے، مجھے

راستے کا نشان مل گیا ہے۔ میں بڑی خوشی اس راستے پر چلا جا رہا ہوں کیوں کہ اس راستے کا اختتام ایک اچھی منزل پر ہے۔ وہ منزل اللہ تعالیٰ سے وصال کی منزل ہے۔

شعر نمبر 2
یہ وہ راستا ہے دیارِ وفا کا
جہاں بادِ صرصر ، صبا ہو گئی ہے

حلِ لغت

دیارِ وفا: محبت کی گلی، یار کا کوچہ۔ بادِ صرصر: تیز آندھی۔ صبا: صبح کی ٹھنڈی ہوا

مفہوم: یہ دیارِ وفا کا وہ راستا ہے جہاں سے گزرتے ہوئے تیز آندھی بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیسی معلوم ہوتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اگر منزل اچھی اور مرضی کے مطابق ہو تو راستے کی دشواریوں کو خاطر میں نہیں لایا جاتا بلکہ یہ مصیبتیں تو محسوس ہی نہیں ہوتیں۔ دل میں لگن اور شوق ہو، منزل پر پہنچنے کی تمنا ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ محبوب کے در تک جانے والا راستا نہایت مختصر اور آسان محسوس ہوتا ہے۔ یہ حقیقی شعر ہے۔ حسرت موہانی کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ایک ہی صورت ہے کہ میری یہ فانی زندگی ختم ہو جائے۔ میری زندگی کے دن پورے ہو جائیں اور میں رب تعالیٰ کا دیدار کروں۔ لیکن ایک دن میری زندگی کے دن پورے ہو جائیں گے۔ اگرچہ یہ دن تکلیفوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن یہ دنیاوی تکلیفیں چند روزہ ہیں۔ میرے ذہن میں ایک اچھی منزل کا تصور ہے۔ اس لیے یہ دنیا کی تکالیف مجھے ڈرا نہیں سکتیں بلکہ میں تو ان تکالیف سے لطف اٹھاتا ہوں۔ مجھے تیز آندھی بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیسی معلوم ہوتی ہے یعنی دنیا کی مصیبتیں بھی میرے لیے خوشی کا باعث بنتی ہیں۔

www. .com

شعر نمبر 3
میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا
گنہ گار ہوں ، اِک خطا ہو گئی ہے

حل لغت

درماندہ: قافلے سے بچھڑا ہوا، جدا ہونا۔ بارگاہِ عطا: اللہ تعالیٰ کا دربار، لفظی معنی ہیں جہاں سے کچھ ملتا ہو۔ گنہ گار: گناہ کرنے والا۔ خطا: غلطی۔

مفہوم: میں اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا ہو گیا ہوں۔ میں گنہ گار ہوں مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔

تشریح: شاعر نے اس شعر میں حضرت آدمؑ کے جنت سے نکالے جانے والے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو انھیں جنت میں بھیج دیا اور کہا "جو چیز چاہو یہاں سے کھاؤ پیو لیکن خبردار اس درخت کے قریب مت جانا" مراد یہ کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا لیکن شیطان نے حضرت آدم کو ورغلا دیا اور دھوکے سے منع کیے گئے درخت کا پھل کھانے پر مجبور کیا۔ حضرت آدمؑ نے اس درخت کا پھل کھا لیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی پاداش میں جنت سے نکلنا پڑا اور انھیں زمین پر بھیج دیا گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں یعنی آدم اللہ تعالیٰ کے دربار سے بچھڑا ہوا ہوں۔ ایک غلطی ہو گئی تھی یعنی غلطی سے منع کیے گئے درخت کا پھل کھا لیا جس کی وجہ سے آدم گنہ گار بن گیا۔ میں اس غلطی کی تلافی کر کے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر چل کر اسی مقام پر پہنچنا چاہتا ہوں۔ وہی میرا اصل مقام ہے۔

شعر نمبر 4
ترے رتبہ دانِ محبت کی حالت
ترے شوق میں کیا سے کیا ہو گئی ہے

حل لغت

رتبہ دانِ محبت: مرتبے کو پہچاننے والا۔ حالت: کیفیت

www.do ... e.com

مفہوم: تیری محبت کا بلند مقام اور مرتبہ جاننے والے کی حالت تجھ سے ملنے کے شوق میں کیسی ہو گئی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پہچان کے لیے پیدا کیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھے اور میرے مقام کو جانے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی قدر و قیمت کو سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر میری راہ نمائی کی ہے۔ وہ مجھ سے بڑی محبت رکھتا ہے کیوں کہ وہ میرا خالق ہے۔ میں اس بات کو سمجھ گیا ہوں۔ میں بھی اللہ تعالیٰ سے بہت محبت رکھتا ہوں کیوں کہ میں اس کا بندہ ہوں۔ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے ملنے کی خواہش بھی وہ اپنے دل میں رکھتا ہے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔ اس شوق میں ہر دم یہی آرزو کرتا ہوں کہ مجھے رب تعالیٰ کا دیدار ہو جائے۔

شعر نمبر 5: پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ
جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

حلِ لغت

انتہا: آخری حد۔ ابتدا: آغاز، شروع

مفہوم: انتہا کو بھی حسرتؔ پہنچ جائیں گے۔ اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ ہم اپنی منزل پر پہنچ ہی جائیں گے کیوں کہ ہمارے سفر کی ابتدا ہو گئی ہے۔ ہم نے سفر شروع کر لیا ہے۔ اس شعر میں حسرتؔ نے انسانی زندگی کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب انسان اس دُنیا میں آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کی واپسی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ جو انسان اس دنیا میں آیا ہے اس نے واپس بھی جانا ہے۔ موت برحق ہے۔ کسی نے جلد تو کسی نے بدیر آخر کار اس دنیا سے جانا ہی ہے۔ بقول شاعر

www. e.com

ب۔ آتے ہوئے اذاں ہوئی جاتے ہوئے نماز
اتنے قلیل وقت میں آئے چلے گئے

حسرت کہتے ہیں کہ ہمیں ایک خاص وقت تک کے لیے اس دنیا میں قیام کرنا ہوتا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے واپسی کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی یہ وقت کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ الٹی گنتی شروع ہو جاتی ہے۔ کم ہوتے ہوتے آخر ایک دن یہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ زندگی کا سفر تمام ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
ہم اس کے پاس جاتے ہیں مگر آہستہ آہستہ

تبصرہ

حسرت موہانی کی یہ غزل حقیقی ہے۔ اس میں زندگی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ انداز نہایت سادہ مگر دل نشین ہے۔ بحر چھوٹی اور قافیے آسان ہیں۔ شعروں میں روانی ہے۔ سادگی اور سلاست کے ساتھ حسرت کا کلام شگفتگی بیانی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پھولوں کا گلدستہ مہک رہا ہو۔ ان کی زبان مستند اور معیاری ہے۔

حل مشقی سوالات

1۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت فزا" ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: شاعر کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تمنا ہے۔ اس راہ میں کیسی ہی مشکلات کیوں نہ پیش آئیں مجھے اپنی خواہش پوری کرنی ہے۔ اس لیے شاعر کو دنیاوی مصیبتیں راحت فزا معلوم ہوتی ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

(ب) کون سے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے؟

جواب: محبوب کے در کی طرف جانے والے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہاں محبوب سے مراد محبوبِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ ہے۔

(ج) شاعر منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے پُرامید ہے، کیوں؟

جواب: شاعر اس لیے منزل پر پہنچنے کے لیے پُرامید ہے کہ اس نے سفر کا آغاز کر دیا ہے۔ اس سفر کا اختتام منزل پر ہی ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں آتا ہے اور اس کے سفر کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ اس سفر کی انتہا یعنی اس سفر کی منزل آخرت کی زندگی ہے۔ اس منزل پر ہر ایک نے پہنچنا ہے۔ اس لیے شاعر اس منزل پر پہنچنے کے لیے پُرامید ہے۔

-2 قوسین میں دیے گئے موزوں لفظ سے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) محبوب کی ــــــــ رہنما بن گئی۔ (محبت، جدائی، آرزو)

(ب) غزل کے چوتھے شعر میں حالت بدلنے سے مراد حالت کا ــــــــ ہونا ہے۔ (خیر، بہتر، بدتر)

(ج) اس غزل میں ہم قافیہ الفاظ کی تعداد ــــــــ ہے۔ (چھے، سات، آٹھ)

جواب: (الف) محبوب کی آرزو رہنما بن گئی۔

(ب) غزل کے چوتھے شعر میں حالت بدلنے سے مراد حالت کا بدتر ہونا ہے۔

(ج) اس غزل میں ہم قافیہ الفاظ کی تعداد چھے ہے۔

-3 حسرت موہانی کی غزل کے متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) کون سی چیز راحت فزا ہو گئی ہے:

(i) رنج (ii) مصیبت
(iii) ناکامی (iv) حسرت

(ب) شاعر نے کس چیز کو رہنما ٹھہرایا ہے؟

(i) وصلِ محبوب (ii) محبوب کی تمنا
(iii) واعظ کی نصیحت (iv) غمِ روزگار

(ج) کون سا راستہ ہے جہاں بادِ صرصر صبا ہو گئی ہے؟

(i) راہِ محبت (ii) دیارِ وفا

www.downloadclassnotes.com

(iii) رودیارِ غیر (iv) غمِ روزگار

(د) انجا تک کاٹج کی شرح کیا ہے؟

(i) ابتدا کرنا (ii) عہدِ مسلسل

(iii) ایثار (iv) چاہت اور محبت

(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(ii)	(د)	(i)

4- حسرت موہانی کی اس غزل کے قوافی اور ردیف الگ الگ کر کے لکھیں۔

جواب: اس غزل کے قوافی درج ذیل ہیں۔

فزا، رہنما، صبا، خطا، کیا، ابتدا

اس غزل کی ردیف "ہو گئی ہے" ہے۔

5- غزل کے تیسرے شعر اور مقطع کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

6- درج ذیل الفاظ و تراکیب کا مفہوم واضح کیجیے۔

راحت فزا، صرصر، درماندہ، بارگاہ عطا، انتہا

الفاظ و تراکیب	مفہوم
راحت فزا	خوشی کو دوبالا کرنا۔ خوشی کو زیادہ کرنا، بڑھانا
صرصر	آندھی، تیز ہوا، تند ہوا، جھکڑ
درماندہ	قافلے سے بچھڑا ہوا، الگ ہو جانے والا، جدا ہو جانے والا

7- اس غزل کا جو شعر آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو، اسے اپنی کاپی پر خوش خط لکھیں اور پسندیدگی کی وجہ بھی تحریر کیجیے۔

جواب: مجھے اس غزل کا یہ شعر زیادہ پسند ہے۔

میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا
گنہ گار ہوں اک خطا ہو گئی ہے

یہ شعر مجھے اس لیے پسند ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے اس دنیا میں واقعے کی طرف اشارہ ہے جب وہ جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے تھے۔

www.downloadclassnotes.com

8۔ اس غزل کا مطلع اور مقطع اپنی کاپیوں میں خوش خط لکھیں۔

جواب: اس غزل کا مطلع درج ذیل ہے۔

مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے
تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

اس غزل کا مقطع درج ذیل ہے۔

پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرت
جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

مطلع

اس کے معنی "طلوع ہونے کی جگہ" کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی غزل یا قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں بشرطیکہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ وہم ردیف ہوں۔ غالب کی ایک غزل کا مطلع اس طرح ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے

مقطع

غزل کے آخری شعر کو، جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے، مقطع کہتے ہیں۔ اگر تخلص موجود نہ ہو تو وہ شعر مقطع نہیں ہوگا، بلکہ آخری شعر ہوگا۔ ناصر کاظمی کی ایک غزل کا مقطع ہے:

وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر، زندگی پڑی ہے ابھی

مطلع کی مزید مثالیں

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
(میر تقی میر)

چمن میں رہنے دے کون آشیاں نہیں معلوم
نہال کس کو کرے باغباں نہیں معلوم
مطلع

مرے صنم کا کہاں ہے مکاں نہیں معلوم
خدا کا نام سنا ہے نشاں نہیں معلوم

مطلع ثانی

آخر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کے
بہار عمر کب ہوئی خزاں نہیں معلوم

حسن مطلع

کیا کیا فریب دل کو دیے اضطراب میں
اُن کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

مطلع

شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب میں
کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں

مطلع ثانی

گر وہ نہ آئیں گے تو اجل آئے گی ضرور
تسکیں ملی عجب ہے بھرے اضطراب میں

حسن مطلع

مقطع کی مزید مثالیں

مقطع کے لغوی معنی ہیں کاٹنا لیکن شاعری کی اصطلاح میں غزل اور قصیدے کے آخری شعر کو جس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہو، مقطع کہلاتا ہے جیسے

اے داغ کوئی مجھ سا نہ ہو گا گناہ گار
ہے معصیت سے میری جہنم عذاب میں

(داغ)

آج تک بے قرار ہے حسرت
کیا وہ افسوں نگاہ یار میں تھا

(حسرت)

اگر شعر کے آخری مصرعے میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال نہ کیا ہو تو وہ مقطع

نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح شاعر اگر اپنا تخلص کسی ایسے شعر میں استعمال کرتا ہے جو آخری نہیں ہے تو اسے بھی مقطع نہیں کہیں گے۔ مقطع کے بعد غزل یا قصیدے کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شاعر ایک مقطع کہنے کے بعد پھر اسی زمین اور قافیہ و ردیف میں شعر کہنا چاہتا ہے تو اسے ایک نیا مطلع کہ کر دوبارہ غزل کہنا پڑتی ہے۔ شاعر اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کرنے کے لیے دو غزلے، سہ غزلے بلکہ چہار غزلے تک بھی کہتے ہیں۔ فی زمانہ یہ رجحان ختم ہو چکا ہے۔

سرگرمیاں

1- انٹرنیٹ یا کسی دیگر ذریعے سے حسرت موہانی کی تصویر تلاش کریں۔ تصویر چارٹ پر لگائیں اور حسرت کے تین اشعار خوش خط لکھیں۔

جواب: طلبہ حسرت موہانی کی تصویر تلاش کریں۔

حسرت موہانی کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

نگاہِ یار جسے آشنائے [illegible] کرے
وہ اپنی خوبیِ قسمت پہ کیوں نہ [illegible] کرے

اسی کا جلوہ ہر جانب عیاں ہے
نمودِ حسن بے صورت کہاں ہے

2- ہر طالب علم کچھ شعر زبانی یاد کرے۔

جواب: مجھے یہ شعر زیادہ اچھے لگتے ہیں۔

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

www.dow ... com

لاؤں وہ تنکے کہاں سے آشیانے کے لیے
بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جلانے کے لیے

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

اساتذہ کرام کے لیے

1- حسرت نے اپنی شاعری کو کئی قسموں مثلاً عاشقانہ اور فاسقانہ وغیرہ میں بانٹا ہے۔ اس کی وضاحت کی جائے۔

جواب: حسرت نے اپنی شاعری کو مختلف جہتوں میں تقسیم کیا ہے۔ حسرت معاملہ بندی کے بہترین شاعر ہیں۔ معاملہ بند اس شاعر کو کہتے ہیں کہ جو معاملات عشق نظم کرے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ "مومن، جرأت کی طرح معاملہ بند ہیں۔" حسرت نے معاملہ بندی کے مختلف پہلوؤں کو موضوع بحث بنایا ہے۔ لیکن حسرت کی معاملہ بندی عشق پاکباز سے عبارت ہے۔ وہ حقیقی انسانی جذبات کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں۔ حسرت امید و رجا کے شاعر ہیں۔ وہ محبت میں ہمیشہ پر امید رہتے ہیں۔ وہ مایوسی و نامرادی سے ناآشنا ہیں۔ ان کی جذبات نگاری میں مخصوص نشاط آمیز تازگی اور پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں مریضانہ غم پسندی نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ فانی بدایونی کی یاس و حسرت، اصغر گونڈوی کی پاکیزگی، مصحفی اور لطافت، جگر کی سرمستی اور سرشاری کے اجزاء حسرت نے اس طرح کلام میں سموئے ہیں کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس انفرادیت میں موجودہ کسی شاعر سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

www. com

-2 حسرت موہانی کے زمانے کے سیاسی و سماجی حالات طلبہ کو بتائے جائیں اور اس کے پس منظر میں اس غزل کا مطالعہ کروایا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-3 طلبہ کو حسرتؔ کی سیاسی جدوجہد، رکن پارلیمنٹ ہونے اور قید و بند کے بارے میں بتایا جائے۔

جواب: حسرت کی سیاسی دلچسپی بھی طالب علمی کے زمانے سے شروع ہو چکی تھی۔ 1908ء میں حسرت کو سیاسی معاملات میں حصہ لینے کی وجہ سے قید بامشقت کی سزا بھی ملی اور انگریزی حکومت نے انھیں باغی قرار دیا۔ اس قید و بند کے مصائب کا جستہ جستہ ذکر بھی حسرت کی غزل میں ملتا ہے۔ ان کا مشہور شعر ہے

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

وہ پہلے کانگریس اور پھر مسلم لیگ میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے اور انگریزی سیاست کے شدید ترین مخالفوں میں شامل تھے۔

-4 حسرتؔ موہانی کی کم از کم دو غزلیں طلبہ کو سنائی جائیں۔

جواب: حسرت موہانی کی غزلیں

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بلا مجھے

رہتا ہوں غرق ان کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے

کافی ہے ان کے پائے حنا بستہ کا خیال
ہاتھ آئی خوب سوزِ جگر کی دوا مجھے

www. ... .com

کیا کہتے ہو کہ اور لگا لوں کسی سے دل
تم سا نظر بھی آئے کوئی دوسرا مجھے

اس بے نشاں کے ملنے کی حسرتؔ ہوئی امید
آبِ بقا سے بڑھ کے ہے زہرِ فنا مجھے

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
ہموار ہے رندوں پر ان کا یہ کرم یکسر
اے ساقیٔ جاں پرور کچھ لطف و عنایت بھی
رکھتے ہیں مرے دل پر کیوں تہمتِ بے تابی
یاں نالۂ مضطر کی جب مجھ میں ہو قوت بھی
ہر چند ہے دل شیدا حریتِ کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قیدِ محبت بھی
ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرتؔ
پھر ضامن و محشر ہیں اقبالؔ بھی وحشتؔ بھی

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) راحت فطا ہوگئی ہے:

(i) دولت (ii) عزت
(iii) شہرت (iv) معیت

www.do...es.com

(ب) شاعر کے بقول رہنما ہوگی ہے:

(i) راستے کی مشکل (ii) آرزو

(iii) آبرو (iv) خوشبو

(ج) بادِ صرصر صبا ہو جاتی ہے:

(i) صبح کے وقت (ii) شام کے وقت

(iii) دیارِ وفا میں (iv) خوشی کے لمحات میں

(د) شاعر کے مطابق وہ درماندہ ہے:

(i) بارگاہِ عطا کا (ii) وطن کا

(iii) ساتھیوں کا (iv) اعزہ و اقارب کا

(ہ) غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے کہلاتا ہے:

(i) قافیہ (ii) ردیف

(iii) مطلع (iv) مقطع

(و) شاعر کے مطابق اب سفر کی انتہا بھی ہو جائے گی کیوں کہ:

(i) گاڑی ابھی مل گئی ہے (ii) سفر کی ابتدا ہو گئی ہے

(iii) ہم سفر اچھے ہیں (iv) سفر کم رہ گیا ہے

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(iv)	(و)	(ii)				

www.d com

جگر مراد آبادی

(1890ء تا 1958ء)

آدمی آدمی سے ملتا ہے

تدریسی مقاصد

- غزل کے محاسن سے طلبہ کو واقف کروانا۔
- طلبہ میں شعر کو سمجھنے کا شعور پیدا کرنا۔
- طلبہ کو سہلِ ممتنع سے آگاہ کرتے ہوئے اس کی مزید مثالیں بتانا۔
- طلبہ کو جگر مراد آبادی کی شاعری کے اسلوب سے واقفیت کروانا۔
- طلبہ کو جگر مراد آبادی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- ردیف اور قافیے کے مابین فرق کو واضح کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

علی سکندر نام، جگر تخلص تھا۔ 1890ء میں مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان، شاہانِ مغلیہ کے دربار میں اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ جگر کے والد مولوی علی نظر بھی صاحبِ دیوان شاعر تھے اور خواجہ وزیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ جگر کے دادا بھی غزل گو شاعر تھے۔ اس طرح جگر ایک طرح پیدائشی شاعر تھے۔ شاعری میں اصغر گونڈوی کے شاگرد تھے۔ یہ وہ دور تھا، جب ملک میں مرزا داغ دہلوی کی عاشقانہ غزلوں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ جگر کا مزاج بھی عاشقانہ تھا، انھوں نے ہوش سنبھالتے ہی غزل کی صورت میں قافیہ پیمائی شروع کر دی۔

جگر کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ مگر شاعری کا ذوقِ سلیم ترکے میں ملا تھا۔ ابتدا میں اپنے والد سے اصلاح لی۔ بعد میں داغ دہلوی اور تسلیم لکھنوی کو کلام

دکھانے لگے۔

جگر اول و آخر ایک شاعر تھے۔ انھوں نے اور سب مشاغل کے مقابلے میں اگر کوئی کام نمایاں طور پر کیا ہے تو وہ صرف شعر و شاعری ہے اور اس میں سے غزل گوئی ہے۔ جدید دور کے غزل گو شاعروں میں جگر کا نام بہت نمایاں ہے۔ جگر صرف اور صرف غزل کے شاعر تھے۔ ان کی شہرت اور مقبولیت کا دارومدار صرف ان کی غزل گوئی پر ہے۔ غزل گو شاعر کی حیثیت سے نقادوں نے مولانا حسرت موہانی کی طرح ان کو بھی رئیس المتغزلین قرار دیا ہے۔ یقیناً یہ امتیاز جگر کے قبولِ عام کا ایک ثبوت ہے۔

جگر اردو کے ان مقبول و ہردلعزیز شاعروں میں شامل ہیں، جن کو پڑھا بھی گیا اور سنا بھی گیا۔ وہ مشاعروں کے شاعر تھے۔ وہ جب کسی مشاعرے میں شامل ہوتے تو اس پر چھا جاتے تھے۔ اس کا ایک سبب تو ان کے کلام کی خوبیاں ہیں، اور دوسرا وہ اپنا کلام دل آویز ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے اور لوگ ان کے اشعار اور اندازِ ترنم سے مسحور ہو ہو جاتے تھے۔

تصانیف: جگر کے جو شعری مجموعے چھپ چکے ہیں ان میں حسبِ ذیل خاص طور پر مشہور ہیں: شعلۂ طور، جذباتِ جگر، تخیلاتِ جگر، نغماتِ جگر، داغِ جگر اور آتش گل۔

ان کے سارے مجموعے مقبولِ عام ہوئے۔

وفات: جگر مراد آبادی نے 9 ستمبر 1960ء کو وفات پائی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ستم	ظلم	ہنسی	قہقہہ لگانا
سادگی	سادہ دلی	سلسلہ	ربط
خوش قامتی	دراز قد، باقد	فتنۂ قیامت	قیامت کا سانحہ

www.down... .com

بے خودی	ہوش میں نہ رہنا لیکن یہاں جذبۂ عمل مراد ہے	ہمسائگی	ہمسایہ ہونا، قریب رہنا
ٹوٹ کر	منقطع ہو کر، الگ ہو کر	سنورنا	درست ہونا، ٹھیک ہونا

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

حلِ لغت

آدمی: انسان

مفہوم

آدمی تو آدمی سے ملتا ہے مگر کسی سے دل نہیں ملتا۔

تشریح

جگر مراد آبادی کی یہ سادہ سی غزل اپنے اندر وسیع معنی سموئے ہوئے ہے۔ اس چھوٹے سے شعر میں انھوں نے انسانی نفسیات کو بیان کیا ہے۔ اس شعر میں وہ دنیا کی خودغرضی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بظاہر تو ایک دوسرے سے ملاقات رکھتے ہیں لیکن دل سے کسی کے ساتھ ملنا نہیں چاہتے۔ ہمارے دل میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ یہاں جگر لوگوں کے قول و فعل میں تضاد کو بیان کر رہے ہیں۔ ہم ہاتھ سے ہاتھ تو ملاتے ہیں مگر ہمارے دل دوسروں کے دل سے نہیں ملتے ہیں۔ بقول شاعر

؎ یہ چلن عام ہے اس دور کے انسانوں کا
فاصلے دل میں رکھے اور بغل گیر ہوئے

یعنی اگر ہمارا کوئی دوست ہم سے ملنے آ جائے تو ہم بظاہر اس کی بہت آؤ بھگت

www.downloadclassnotes.com

کرتے ہیں لیکن دل میں یہی سوچ رہے ہوتے ہیں کہ کاش یہ جلدی ہی یہاں سے چلا جائے تاکہ ہم اپنے دوسرے کام دیکھیں۔ انسانوں میں سے خلوص ختم ہوتا جا رہا ہے اور اس کی جگہ اب ظاہرداری نے لے لی ہے۔

شعر نمبر 2
بھول جاتا ہوں میں ستم اس کے
وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے

حل لغت

ستم: ظلم۔ سادگی: سادہ دلی

مفہوم

میں اس کے ستم بھول جاتا ہوں جب وہ سادہ دلی سے ملتا ہے۔

تشریح

اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرا محبوب مجھ پر بہت ظلم و ستم کرتا ہے۔ محبوب کی طرف سے سب سے بڑا ستم اس کا نہ ملنا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں تنہائی میں بار بار ذہن میں یہ خیال لاتا ہوں کہ جب میری ملاقات اپنے محبوب سے ہوگی تو سب سے پہلے میں اس کی بے رخی کا گلہ کروں گا۔ اس کے بعد اس کی جدائی میں گزارے ہوئے پل اس کے گوش گزار کروں گا۔ اس کی جدائی میں میرا جو حال ہوا ہے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔ جدائی میں شاعر کو محبوب کی طرف سے کیا گیا ہر ظلم و ستم یاد آتا ہے مگر جب اس کی ملاقات اپنے محبوب سے ہوتی ہے تو وہ ساری باتیں بھول جاتا ہے۔ محبوب کو سامنے پا کر ہر ظلم و ستم ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

سو باتیں کہنے کی ہیں مگر اُن کے روبرو
اک چپ لگی نظر گویا ہیں شرمائے ہوئے

www.u ... .com

اسی مضمون کا ساغر صدیقی نے کچھ اس طرح باندھا ہے۔

ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغرؔ
لب ہلے اور شکایات نے دم توڑ دیا

شعر نمبر3 آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا
رنگ ، تیری ہنسی سے ملتا ہے

حل لغت

رنگ: روپ، شکل و صورت

مفہوم

آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا رنگ و روپ تیری ہنسی جیسا ہے۔

تشریح

یہ تشبیہ کا شعر ہے۔ شاعر پھولوں کے کھلنے کو محبوب کی ہنسی سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ زندگی میں بہار آ گئی ہے۔ ہر طرف پھول ہی پھول کھلے ہیں اور ان پھولوں کا رنگ و روپ میرے محبوب کی ہنسی جیسا ہے۔ جب میرا محبوب کسی بات پر خوش ہوتا ہے تو اس کے ہونٹوں پر ہنسی آ جاتی ہے۔ مجھے یہ ہنسی بہت بھاتی ہے۔ باغ میں آج ایسی کیا بات ہے کہ پھولوں کا رنگ و روپ نکھر گیا ہے۔ مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے یہ پھول نہ کھلے ہوں بلکہ میرا محبوب مسکرایا ہو کیوں کہ پھولوں کا کھلنا میرے محبوب کی ہنسی جیسا ہے۔

شعر نمبر4 سلسلہ ، فتنۂ قیامت کا
تیری خوش قامتی سے ملتا ہے

حل لغت

سلسلہ: رابطہ۔ فتنۂ قیامت: قیامت کا سانحہ۔ خوش قامتی: دراز قد ہونا

www.downloadclassnote.com

مفہوم

قیامت کے سانحے کا سلسلہ تیرے لمبے قد سے ملتا ہے۔

تشریح

شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تیری خوش قامتی میرے دل پر غضب ڈھاتی ہے۔ مختلف شعرا نے اپنے محبوب کے مختلف اجزائے جسمانی کی تعریف میں شعر لکھے ہیں۔ کسی نے اپنے محبوب کے ہونٹوں کی تعریف کی ہے تو کوئی اپنے محبوب کی زلفوں پر نثار ہے۔ کسی نے اپنے محبوب کی آنکھوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں تو کوئی اپنے محبوب کے دانتوں کو موتی کہتا ہے۔ خواجہ حیدر علی آتش کہتے ہیں۔

ہمیشہ میں نے وصفِ دندانِ یار
قلم اپنا موتی پرویا کیا

میر تقی میر یوں کہتے ہیں۔

نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

احمد فراز اپنے محبوب کی آنکھوں کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اُس کی آنکھوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے فراز
سونے والوں کی طرح جاگنے والوں جیسی

اس طرح جگر مراد آبادی اپنے محبوب کی خوش قامتی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا دراز قد میرے دل پر قیامت ڈھاتا ہے۔ مجھے اپنے محبوب کا خوش قامت ہونا بہت بھاتا ہے۔ اسے دیکھ کر میرا دل اتھل پتھل ہو جاتا ہے۔ جب میں اپنے محبوب کو دیکھتا ہوں تو میرا اپنے دل پر قابو نہیں رہتا۔ اس پر ایک قیامت سی گزر جاتی ہے۔

www.downloadclassnotes.com

شعر نمبر5 مل کے بھی جو کبھی نہیں ملتا
ٹوٹ کر دل ، اسی سے ملتا ہے

حل لغت

ملنا: میسر ہونا۔ ٹوٹ کر: مایوس ہو کر، شدت سے، سلسلہ منقطع کر کے

مفہوم

جو مل کے بھی کبھی نہیں ملتا، اسی سے دل ٹوٹ کر ملتا ہے۔

تشریح

یہ معرفت کا شعر ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر طرف ہے۔ جس چیز کو بھی دیکھیں اس میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نمایاں ہوتا ہے۔ وہ ذرّے ذرّے میں نہاں ہے پھر بھی وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ بقول شاعر

اپنی پہچان کی خاطر ہے بنایا سب کو
سب کی نظروں سے مگر خود کو چھپا رکھا ہے

انسان دنیا میں آ کر بے شمار کام کرتا ہے۔ وہ دوسرے لوگوں سے بہت سی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے لیکن بسا اوقات اس کی یہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں۔ ایسے میں وہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر مایوسی کے اس عالم میں وہ اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتا ہے۔ یہ شعر سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ شاعر نے "ٹوٹ کر" کو دہرے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ٹوٹ کر ملنا محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کسی ایک سے قطع تعلق کر کے کسی دوسرے سے جا ملنا۔ یعنی جب انسان کا ناتا اس دُنیا سے ٹوٹ جاتا ہے اور وہ اس دنیا سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ ٹوٹ کر ملنا کا ایک اور مطلب ہے "بڑی کوشش سے ملنا۔" اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ انسان اس دنیا میں آ کر اس کی رنگینیوں میں کھو جاتا ہے۔ وہ اپنا دنیا میں آنے کا مقصد بھول جاتا ہے۔ جب

اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خیال آتا ہے تو وہ بڑی شدت اور گرم جوشی سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

شعر نمبر 6　کاروبار　جہاں　سنورتے　ہیں
دل　جب　بے　خودی　سے　کام　لیتا ہے

حل لغت

کاروبارِ جہاں: دُنیا کے کام۔ سنورنا: سجنا، مناسب ہونا۔ بے خودی: اپنے آپ میں نہ رہنا یہاں مراد ہے جذبۂ عمل پیدا ہونا

مفہوم

دنیا جہاں کے کام اس وقت سنورتے ہیں جب انسان میں کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

تشریح

انسان دنیا میں آ کر مختلف قسم کے کام سرانجام دیتا ہے۔ کچھ کام تو پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔ جو کام مکمل نہیں ہوتے ان کے پیچھے جذبے کا فقدان ہوتا ہے۔ اگرچہ انسان ہوش و حواس سے کام لے کر ہی کسی کام کی منصوبہ بندی کرتا ہے مگر جب تک انسان میں جذبۂ عمل نہ ہو کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ دنیا کے کاموں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جوش و خروش کے ساتھ ساتھ جذبۂ عمل بے حد ضروری ہے۔ عمل کے بغیر کوئی بھی کام مکمل نہیں ہوتا۔ بقول شاعر

جنہیں جستجوئے سکوں رہی انہیں ساحلوں نے ڈبو دیا
انہیں کوئی بھی موج نہ چھو سکی جو تڑپ کے پار اتر گئے

انسانی زندگی کا دارومدار ہی جذبۂ عمل پر ہے۔ جو لوگ بیٹھ کر منصوبہ بندی کرتے ہیں لیکن عملی طور پر صفر ہوتے ہیں وہ زندگی کے کسی میدان میں بھی

www.downloadclassnotes.com

کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

رُکے جو لوگ تو اک آب جُو بھی دریا تھی
اُترے تو سمندر بھی تہ کر نکلے

شعر نمبر 7
روح کو بھی مزا محبت کا
دل کی ہمسائیگی سے ملتا ہے

حلِ لغت

مزا: لطف۔ محبت: الفت۔ ہمسائیگی: پڑوس، پاس کا مکان

مفہوم

روح کو بھی محبت کا مزا دل کے قریب رہنے سے ملتا ہے۔

تشریح

انسان کی اصل دو طرح سے ہے۔ ایک اس کا جسم کثیف اور دوسرا جسم لطیف۔ جسم کثیف سے مراد انسان کا مادی جسم ہے جسے فنا ہو جانا ہے۔ اس میں انسان کے اعضائے جسمانی شامل ہیں۔ جسم لطیف سے مراد انسان کی روح ہے۔ روح اور جسم کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ روح کے بغیر جسم بے کار ہے اور جسم کے بغیر روح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انسانی دل مختلف قسم کے خیالات کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ اس میں اچھے اور برے ہر طرح کے خیالات پرورش پاتے ہیں لیکن روح ایک پاکیزہ جذبے کا نام ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر دل میں اچھے خیالات ہوں تو انسانی روح خوش رہتی ہے۔ پھر اسے دل کے قریب رہنے میں مزا ملتا ہے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد بسی ہو تو روح مطمئن اور شاداب رہتی ہے۔

www. com

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) اس غزل کے مطلع کی نشان دہی کیجیے اور اپنی کاپی میں اسے الگ لکھیے۔

جواب۔ اس غزل کا مطلع درج ذیل ہے۔

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

(ب) پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملنے کا مفہوم واضح کیجیے۔

جواب۔ دیکھیے تشریح شعر نمبر 3

(ج) ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دُنیا کے کاروبار کیسے سنورتے ہیں؟

جواب: انسان جب ہوش و حواس میں رہ کر اپنے اندر جذبۂ عمل پیدا کرتا ہے تو دنیا کے کام کاج سنورنے لگتے ہیں۔ جذبۂ عمل ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

(د) مطلع میں کس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: مطلع میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آج کے دور کا انسان خودغرض ہو گیا ہے۔ وہ بناوٹ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ بظاہر تو لوگوں سے ملتا ہے لیکن دل سے نہیں ملتا۔

(ہ) پانچویں شعر میں ل کر دملنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے۔ ہم ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھ سکتے ہیں، اس کے باوجود ہم مادی طور پر اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے، صرف اس کے مظاہر سے اسے محسوس کر سکتے ہیں۔

-2 مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے:

آدمی، دل، ستم، ہنسی، قیامت، ہوش، روح، ہمسائی

الفاظ	تذکیر/تانیث	جملوں میں استعمال
آدمی	مذکر	میں پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنوں گا۔

www. com

دل	مذکر	شیر کو سامنے دیکھ کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔
ستم	مذکر	محبوب کا ہر ستم گوارا ہوتا ہے۔
ہنسی	مؤنث	بچوں کے ہونٹوں پر ہنسی بہت اچھی لگتی ہے۔
قیامت	مؤنث	اس گرمی نے تو قیامت برپا کر دی ہے۔
ہوش	مذکر	مریض کو کافی دیر ہوش نہ آیا۔
روح	مؤنث	بوڑھے کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔
ہمسائی	مؤنث	اچھی ہمسائی دنیا میں جنت ہے۔

-3 مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

مل کے بھی جو کبھی نہیں ملتا
ٹوٹ کر دل اسی سے ملتا ہے

جواب: دیکھیے تشریح

-4 جگر مراد آبادی کی غزل کا متن ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) محبوب کے سادگی سے ملنے کا شاعر پر کیا اثر ہوتا ہے؟
(i) خوشی سے پھولا نہیں سماتا　(ii) محبوب کے ستم بھول جاتا ہے
(iii) نشہ سا چھا جاتا ہے　(iv) [illegible] بھول جاتا ہے

(ب) پھولوں کا رنگ محبوب کی کس بات سے [illegible]
(i) ہنسی سے　(ii) [illegible]
(iii) تازگی اور نزاکت سے　(iv) خوش بو[illegible]

(ج) فتنۂ قیامت کا سلسلہ کس سے ملتا ہے؟
(i) محبوب کی خوش قامتی سے　(ii) خوش ادائی سے
(iii) انگڑائی سے　(iv) محفل آرائی سے

(د) دل ٹوٹ کر کس سے ملتا ہے؟
(i) کج ادا سے　(ii) دلربا سے
(iii) خوش ادا سے　(iv) مل کر بھی جو نہیں ملتا

(ہ) بے خودی سے ہوش آنے پر کیا ہوتا ہے؟

www.downloadclassnotes.com

(i) افسوس (ii) کاروبار جہاں سنور جاتے ہیں
(iii) بے خودی کو جی چاہتا ہے (iv) اداسی بڑھ جاتی ہے

(و) روح کو محبت کا مزہ کب ملتا ہے؟
(i) دل کی ہمسائیگی میں (ii) ہجر و فراق میں
(iii) وصال میں (iv) تنہائی اور یک سوئی میں

(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)				

5- قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے۔
(الف) دلِ مگر کم کسی سے ملتا ہے (محبوب، دل، آدمی)
(ب) دوسرے شعر میں "وہ" سے مراد محبوب ہے۔ (محبوب، آدمی، دوست)
(ج) کاروبارِ جہاں سنورتے ہیں۔ (عاشقاں، جہاں، دُنیا)
(د) ساتواں شعر غزل کا آخری شعر ہے۔ (مطلع، مقطع، آخری شعر)

6- اس غزل میں ردیف اور قوافی کی نشان دہی کیجیے۔
جواب: اس غزل کی ردیف "سے ملتا ہے" ہے۔
اس غزل کے قوافی درج ذیل ہیں۔
آدمی، کسی، سادگی، جلی، قاتی، اُسی، بے خودی، ہمسائیگی

سرگرمیاں

1- جگر کی یہ غزل زبانی یاد کریں اور اپنی کاپی میں لکھیں۔
جواب: بچے اس غزل کو زبانی یاد کریں اور کاپی پر لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

2- جماعت کے کمرے میں درست تلفظ کے ساتھ اس غزل کی بلند خوانی کی جائے۔
جواب: جماعت میں اگر کوئی خوش الحان بچہ ہو تو وہ جگر کی یہ غزل بلند آواز میں خوش الحانی سے پڑھے اور باقی بچے خاموشی سے سنیں۔

3- جگر مراد آبادی کے حالاتِ زندگی اپنے استاد سے پوچھ کر کاپی پر نوٹ کریں۔
جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کو جگر کی کوئی اور غزل لکھوائی جائے اور پھر ان سے پڑھوا کر سنی جائے۔

جواب: جگر مراد آبادی کی غزل

کثرت میں بھی وحدت کا تماشا نظر آیا
جس رنگ میں دیکھا تجھے یکتا نظر آیا

جب اس رخ پر نور کا جلوہ نظر آیا
کعبہ نظر آیا نہ کلیسا نظر آیا

یہ حسن یہ شوخی، یہ کرشمہ، یہ ادائیں
دنیا نظر آئی مجھے، تو کیا نظر آیا

قربان تیری شانِ عنایت کے دل و جان
جب آنکھ کھلی، قطرہ بھی دریا نظر آیا

جب دیکھ نہ سکتے تھے، تو دریا بھی تھا قطرہ
اس کم نگہی پر مجھے کیا کیا نظر آیا

آنکھوں نے دکھا دی جو ترے غم کی حقیقت
عالم مجھے سارا تہ و بالا نظر آیا

ہر جلوے کو دیکھا ترے جلووں سے منور
ہر بزم میں تو انجمن آرا نظر آیا

2- جگر کے حالاتِ زندگی طلبہ پر واضح کیجیے

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

3- سہلِ ممتنع کی وضاحت کرتے ہوئے میر تقی میر کی کوئی غزل اور مومن کی غزل "تم میرے پاس ہوتے ہو گویا" طلبہ کو سنائی جائے۔

جواب: ایسا آسان شعر کہ اس سے زیادہ آسان شعر کہنا ممکن نہ ہو، سہلِ ممتنع کہلاتا ہے۔ عام طور پر ایسے شعر دو مصرعوں میں ہوتے ہیں۔

میر تقی میر کی غزل

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا

بس اے گریہ آنکھیں ترے کیا نہیں ہیں
کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہے گا

بس اے میر مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہے گا

مومن خاں مومن کی غزل

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

بے وفا کہنے کی شکایت ہے
تو بھی وعدہ وفا نہیں ہوتا

ذکرِ اغیار سے ہوا معلوم
حرفِ ناصح برا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حالِ دل یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

دامن اس کا جو ہے دراز تو ہو
دستِ عاشق رسا نہیں ہوتا

چارۂ دل سوائے صبر نہیں
سو تمھارے سوا نہیں ہوتا

www.downloadclassnotes.com

کیوں سنے عرضِ مضطر اے مومن
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

4- غزل اور نظم کا فرق بتایا جائے۔

جواب: **نظم اور غزل میں فرق**

غزل بنیادی طور پر تو نظم ہی ہے البتہ معروف معنوں میں نظم کے اشعار مرکزی خیال کے مطابق ایک ترتیب میں ہوتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر الگ اکائی ہوتا ہے۔ غزل کے ہر شعر کا الگ مفہوم ہو سکتا ہے، جو سوز و گداز غزل کا لازمہ ہے وہ نظم کا نہیں ہے اور جو شکوہ لفظی نظم میں ممکن ہے وہ غزل میں نہیں۔ نظم کے لیے ایک عنوان ضروری ہے جب کہ غزل کا کوئی عنوان نہیں ہوتا۔ غزل کا ہر شعر اپنی الگ معنی رکھتا ہے جب کہ نظم ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتی رہتی ہے۔

5- **طلبہ کو اچھی غزل کی خوبیاں بورڈ پر لکھ کر سمجھائیں۔**

جواب۔ اچھی غزل کی خوبیاں

غزل کے لغوی معنی ہیں عشق و محبت کی باتیں کرنا یا عورتوں سے باتیں کرنا، شکار کے وقت ہرن کے منہ سے جو فریاد نکلتی ہے اس کو بھی غزل کہتے ہیں۔ مولانا حالی لکھتے ہیں کہ محبت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انسان کو انسان سے اپنے ملک اور قوم سے اور سب سے بڑھ کر خدا سے محبت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اسے صرف عورت کی ذات تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔

غزل کے اشعار بظاہر تو اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں لیکن اصل میں اس سے حقیقی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ اچھی غزل وہ ہوتی ہے جس کے الفاظ عام فہم ہوں اور اس میں عشقِ حقیقی کا ذکر ہو۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) آدمی ملتا ہے:
(i) رشتے داروں سے (ii) دوستوں سے
(iii) اپنے بزرگوں سے (iv) دوسرے آدمیوں سے

(ب) شاعر اپنے محبوب کے ستم بھول جاتا ہے جب وہ ملتا ہے:
(i) روزانہ (ii) سادگی سے
(iii) دیر کے بعد (iv) اچانک

(ج) بقول شاعر آج پھولوں کا رنگ ملتا ہے:
(i) محبوب کی آنکھوں سے (ii) محبوب کے ہونٹوں سے
(iii) محبوب کی ہنسی سے (iv) محبوب کے چہرے سے

(د) محبوب کی خوش قامتی کا سلسلہ ملتا ہے:
(i) سرو کے درخت سے (ii) قیامت سے
(iii) پریوں سے (iv) غرور سے

(ہ) ٹوٹ کر دل اس سے ملتا ہے جو
(i) روزانہ ملے (ii) کبھی کبھار ملے
(iii) مل کے بھی نہیں ملتا (iv) ملتا ہی رہتا ہے

(و) ہوش کے بے خودی میں ملنے سے کام سنورتے ہیں:
(i) برسوں کے اٹکے ہوئے (ii) دنیا کے
(iii) غیروں کے (iv) اپنوں کے

جوابات

(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(ii)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)				

www.dow .com

فراق گورکھ پوری
(1896ء تا 1982ء)

سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں

تدریسی مقاصد

www. office. com. pk

- طلبہ کو فراق گورکھ پوری کی شاعری کی خوبیوں سے آگاہ کرنا۔
- اردو غزل کے اوصاف کے بارے میں طلبہ کو بتانا۔
- طلبہ کو غزل کے اجزا سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو فراق گورکھ پوری کے حالاتِ زندگی سے واقفیت کروانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

فراق گورکھ پوری کا اصل نام رگھوپتی سہائے تھا لیکن وہ ادبی دُنیا میں فراق گورکھ پوری کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے والد کا نام گورکھ پرشاد تھا۔ وہ بھی ایک باکمال شاعر تھے۔ ان کا تخلص عبرت تھا۔ شاعری کا ذوق فراق کو ورثے میں ملا تھا۔ ابتدائی تعلیم ضلع گورکھ پور سے حاصل کی۔ تعلیم کے دوران میں ہی صرف اٹھارہ سال کی عمر میں ان کی شادی کشوری دیوی سے ہوگئی۔ شادی کے ایک سال بعد یعنی 1915ء میں فراق گورکھ پوری نے میور سینٹرل کالج الٰہ آباد سے ایف۔اے کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔ تین سال بعد انھوں نے بی۔اے کا امتحان الٰہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ایک سال بعد ان کی تعیناتی بطور ڈپٹی کلکٹر ہوئی۔ پڑھنے لکھنے کا شوق بہت زیادہ تھا۔ دس سال بعد 1930ء میں انھوں نے پرائیویٹ طور امیدوار کے طور پر آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔اے انگریزی کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ [illegible] الٰہ آباد یونیورسٹی کے انگریزی شعبے میں لیکچرار تعینات ہوئے۔

فراق گورکھ پوری نے اُردو ادب میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تنقید میں رومانوی تنقید کی ابتدا فراق گورکھ پوری سے ہوئی۔ ان کی ادبی خدمات کے صلے میں انھیں بہت سے ایوارڈز سے بھی نوازا گیا۔

تصانیف: فراق گورکھ پوری کی تصانیف میں "روحِ کائنات"، "اندازے" اور "شعلہ ساز" شامل ہیں۔

وفات: فراق گورکھ پوری 3 مارچ 1982ء کو وفات پا گیا۔ ان کے اپنے عقیدے کے مطابق ان کے بھانجے پروفیسر اجے مان سنگھ نے ان کی چتا کو آگ لگائی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سودا	جنون، عشق	تمنا	آرزو، خواہش
ترکِ محبت	محبت چھوڑ دینا، محبت سے علیحدہ ہونا	بھروسا	اعتماد، یقین
مدت	عرصہ	بہانے	حیلے
دیوانۂ عشق	عشق کا سودائی	منزل	[illegible]
غفلت	لاپروائی	سوا	زیادہ
خاطرِ بیمار شکیبا	صبر سے دکھ جھیلنے والے کے لیے تسلی	فصلِ خزاں	پت جھڑ کا زمانہ
حسن	خوب صورتی	چمن آرا	باغ کو سجانے والا، مالی، باغبان
وحشی	بدتہذیب	کنجِ زنداں	قید خانے کا کونا
وسعت	پھیلاؤ	صحرا	ریگستان

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:۱
سر میں سودا بھی نہیں ، دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

حل لغت

سودا: عشق، جنوں۔ تمنا: آرزو، خیال۔ ترک کرنا: چھوڑ دینا، منہ موڑ لینا۔
بھروسا: اعتبار، یقین

مفہوم: ذہن میں کوئی جنون بھی نہیں اور دل میں کوئی آرزو بھی نہیں لیکن اس محبت کو چھوڑ دینے کا کوئی اعتبار بھی نہیں ہے۔

تشریح: فراق گورکھ پوری نے یہ غزل متضاد کیفیات میں لکھی ہے۔ وہ خود ہی ایک بات کرتے ہیں اور بعد میں خود ہی اس بات کی نفی کر دیتے ہیں۔ فراق کہتے ہیں کہ اب میرے سر میں عشق کا جنون نہیں رہا۔ میں نے اپنے محبوب کی یاد کو اپنے ذہن سے نکال دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی اپنے محبوب کی یاد سے خالی کر لیا ہے۔ اب میرے دل میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ مجھے اب اپنے محبوب سے ملنے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اس کی یاد سے آزاد کر لیا ہے، لیکن میری اس بات پر اعتماد اور بھروسا نہیں کیا جا سکتا کہ میں واقعی ایسا ہو گیا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کل میں پھر اس کی یاد میں بے چین ہو جاؤں۔ اصل میں فراق کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا کی رنگینوں میں کھو کر اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔ جب اس کی آنکھوں پر بہار ہوتی ہے۔ جب وہ جوان ہوتا ہے تو جوشِ جوانی میں سب کچھ بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات وہ خدا کو بھی بھول جاتا ہے مگر ایک نہ ایک دن اسے اس بات کی سمجھ آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ ہے تو وہ دوبارہ

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔

میں تجھے بھول گیا ہائے تیری سادہ دلی
کوئی طائر بھی بھلا بھولا ہے نشیمن اپنا

شعر نمبر 2:

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے، ایسا بھی نہیں

حل لغت

مدت: عرصہ۔ یاد آنا: دل میں خیال آنا۔ بھول جانا: خیال میں نہ رہنا

مفہوم: ایک عرصے سے ہمیں تیری یاد بھی نہیں آئی اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم تمہیں بھول گئے ہوں۔

تشریح: یہ شعر اپنے اندر حقیقی معنی سموئے ہوئے ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بہت عرصے سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں آئی یعنی ہم نے اس کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل نہیں کیا۔ اپنے ہی کاموں میں لگے رہے اور عبادت سے دور رہے۔ کاروبارِ جہاں ہی سنوارتے رہے اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے گئے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بالکل ہی بھول چکے ہیں۔ ہمیں جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے ہم اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بقول شاعر

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

شعر نمبر 3:

یوں تو ہنگامے اٹھاتے نہیں دیوانۂ عشق
مگر اے دوست، ایسوں کا کچھ ٹھکانا بھی نہیں

حل لغت

ہنگامہ اٹھانا: جھگڑا شروع کرنا۔ دیوانۂ عشق: عشق میں پاگل ہو جانے والا۔

www.downloadclassnotes.com

ٹھکانا: منزل، اعتبار، بھروسا

مفہوم: ویسے تو عشق کے دیوانے لوگ جھگڑا نہیں کرتے مگر ایسے لوگوں کا کچھ بھروسا بھی نہیں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ جو لوگ کسی کے عشق میں مجنوں ہو جاتے ہیں وہ اپنے حال میں مست ہو جاتے ہیں۔ انھیں دنیا داری کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ وہ دنیا داری کے کسی کام میں حصہ نہیں لیتے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی دنیا میں دوسرا بھی ہے لیکن ایسے لوگوں کا کچھ اعتماد بھی نہیں ہوتا کہ وہ کب ہنگامے پر آمادہ ہو جائیں اور ان کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ بن جائے۔ ایسا عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب انھیں اپنے عشق میں ناکامی ہو۔

شعر نمبر 4: آج غفلت بھی ہے ان آنکھوں میں پہلے سے سوا
آج ہی خاطر بیمار شکیبا بھی نہیں

حل لغت

غفلت: لاپروائی۔ سوا: زیادہ۔ خاطر بیمار: بیمار دل، پریشان دل۔ شکیبا: بردبار، تحمل مزاج

مفہوم: آج ان کی آنکھوں میں پہلے سے زیادہ لاپروائی ہے اور آج ہی بیمار دل کو صبر نہیں ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ آج میرے محبوب کی آنکھوں میں میرے لیے بے رخی پہلے سے بڑھ کر ہے۔ پہلے بھی میرا محبوب مجھ پر نظر التفات نہیں کرتا تھا مگر آج تو اس کی بے رخی بہت بڑھی ہوئی ہے۔ آج تو میرا محبوب کچھ زیادہ ہی غصے میں دکھائی دیتا ہے اور اس پر یہ مصیبت ہے کہ آج میرا دل بھی کچھ زیادہ ہی پریشان ہے۔ آج میرے دل سے بھی صبر نہیں ہو رہا ہے۔ دل کو کسی کروٹ

سکون ہی نہیں آ رہا۔ میرا دل محبوب کی بے رخی پر صبر کرنے کا عادی ہو چکا تھا، مگر آج تو محبوب بھی بے رخی برتنے میں بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ میرا دل اس بات پر صبر کرتا مگر دل کو تو آج صبر و تحمل کا یارا ہی نہیں۔ آج ہی کوئی ایسی بات ہوئی ہے کہ دل کو صبر نہیں آ رہا۔

شعر نمبر 5: رنگ وہ فصلِ خزاں میں ہے کہ جس سے بڑھ کر
شانِ رنگینیٔ حسنِ چمن آرا بھی نہیں

حل لغت

فصلِ خزاں: پت جھڑ کا موسم۔ شان: عزت۔ حسن: خوب صورتی۔ چمن آرا: باغ کو سنوارنے والا، باغباں، مالی

مفہوم: پت جھڑ کے موسم میں بھی وہ رنگ و روپ ہے کہ باغ میں مالی نے بھی ایسی سجاوٹ نہ کی ہو گی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی کا ہر روپ پیارا لگتا ہے کیوں کہ وہ مجھ سے منسلک ہے۔ میں مانتا ہوں کہ میری زندگی خزاں رسیدہ ہے۔ اس میں [illegible] دکھ بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو دل کو لبھا سکے مگر میں اس پر بھی خوش ہوں کیوں کہ یہ زندگی میری اپنی ہے۔ مالی باغ میں پھولوں کی [illegible] ہے۔ باغ کی تزئین و آرائش کا کام کرتا ہے۔ وہ چمن کو حسن بخشتا ہے۔ باغ [illegible] کو خوب صورت لگتا ہے۔ دیکھنے والے باغ کی تعریف کرتے ہیں کہ [illegible] نے باغ کی خوب سجاوٹ کی ہے مگر مالی اس باغ کو اپنا نہیں کہہ سکتا کیوں کہ باغ کا مالک کوئی اور ہوتا ہے جب کہ مجھے اپنی خزاں رسیدہ زندگی زیادہ اچھی لگتی ہے کیوں کہ یہ میری اپنی ہے۔

شعر نمبر 6: بات یہ ہے کہ سکونِ دلِ وحشی کا مقام
کنجِ زنداں بھی نہیں وسعتِ صحرا بھی نہیں

حل لغت

سکون: اطمینان، تسلی۔ وحشی: بدتہذیب: غیر مہذب۔ مقام: مرتبہ، رتبہ۔ کنج: کونا، ٹکڑا۔ زنداں: قید خانہ۔ وسعت: پھیلاؤ، کشادگی

مفہوم: بات یہ ہے کہ دل جیسے وحشی کے سکون کا مقام نہ تو قید خانے کے کسی کونے میں ہے اور نہ ہی ریگستان کی کشادگی میں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں دل کا سکون میسر نہیں آتا ہے۔ انسان ساری زندگی سکون کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ محنتِ شاقہ سے کام لیتا ہے مگر اسے سکون کی دولت نہیں ملتی ہے۔ نہ تو الگ تھلگ رہنے سے انسان پر سکون ہو سکتا ہے اور نہ ہی میلے ٹھیلے میں۔ سکون صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد رکھا جائے تب ہی انسان سکون کی دولت سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو دنیا کے کسی گوشے میں سکون جیسی دولت میسر نہیں آ سکتی۔ شاعر کہتا ہے کہ دل ایک ایسا وحشی ہے جو تہذیب سے ناآشنا ہے۔ اس کی فطرت میں بے چینی کا عنصر غالب رہتا ہے۔ یہ ہر وقت بے چین ہوتا ہے۔ چین حاصل کرنے کے لیے ایک ہی کام ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں بسا لے۔

شعر نمبر 7: ہم اسے منھ سے بُرا تو نہیں کہتے کہ فراقؔ
دوست تیرا ہے مگر آدمی اچھا بھی نہیں

حل لغت

برا کہنا: اچھا نہ سمجھنا۔ دوست: یار، حبیب، رفیق

مفہوم: اے فراقؔ ہم اسے منھ سے برا تو نہیں کہتے تیرا دوست ہے اس لیے اچھا سمجھ

www.do ... com

ہیں مگر وہ آدمی اچھا نہیں ہے۔

تشریح: یہ بھی معرفت کا شعر ہے۔ اس مقطع میں فراق گورکھ پوری اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے منہ سے اپنے آپ کو برا نہیں کہتا حالانکہ مجھ میں سیکڑوں برائیاں ہیں۔ بے شک میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہوں اور اسے اپنا رب اور دوست مانتا ہوں۔ اگرچہ میرے اعمال اچھے نہیں ہیں لیکن چونکہ میں اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں اس لیے اپنے آپ کو برا کہنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ کوئی کیا کہے گا کہ ہوں تو میں اللہ تعالیٰ کا دوست اور برا بنوں۔ اس لیے میں اپنے آپ کو اپنے ہی منہ سے برا نہیں کہہ سکتا۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) فراق گورکھ پوری کی شامل نصاب غزل ان کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

جواب: یہ غزل فراق گورکھ پوری کے مجموعہ کلام "مشعلستان" سے لی گئی ہے۔

(ب) شاعر نے سر اور دل میں کس چیز کی کمی کا ذکر کیا ہے؟

جواب: شاعر نے کہا ہے کہ سر میں عشق کا جنون ختم ہو گیا ہے اور دل میں آرزو باقی نہیں رہی ہے۔

(ج) شاعر کو کسی کی یاد کتنے عرصے سے نہیں آئے؟

جواب: شاعر کو ایک مدت سے کسی کی یاد نہیں آئی۔

(د) شعری اصطلاحات کے حوالے سے اس غزل کی ردیف کیا ہے؟

جواب: شعری اصطلاحات کے حوالے سے اس غزل کی ردیف "بھی نہیں" ہے۔

www.do... .com

-2 آپ حسرت موہانی کی غزل کی مشق میں مطلع اور مقطع کے بارے میں پڑھ چکے ہیں، اس کی روشنی میں درج ذیل سوالات میں سے درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) درج ذیل شعر قواعد کے لحاظ سے کیا ہے؟

سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

(i) غزل کا پہلا شعر (ii) غزل کا آخری شعر
(iii) مطلع (iv) مقطع

(ب) ہم. اسے منہ سے برا تو نہیں کہتے کہ فراقؔ
دوست تیرا ہے مگر آدمی اچھا بھی نہیں

یہ شعر قواعد کی رو سے کیا ہے؟

(i) مطلع (ii) مقطع
(iii) عام شعر (iv) آخری شعر

(ج) اس غزل میں ردیف کیا ہے؟

(i) تمنا، بھروسا (ii) [illegible] نہیں
(iii) بھی نہیں (iv) غیر مردّف ہے

(د) اس غزل میں شکیبا، اچھا، ایسا قواعد کی رو سے کیا ہیں؟

(i) قافیے (ii) ردیف
(iii) فعل (iv) استعارہ

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)

www.download...com

===

3- فراق گورکھ پوری کی اس غزل کا کون سا شعر آپ کو زیادہ پسند ہے؟ وجہ بھی لکھیں۔

جواب: مجھے فراق گورکھ پوری کی اس غزل میں سے یہ شعر سب سے زیادہ پسند آیا ہے

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے، ایسا بھی نہیں

اس کو پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی کاموں میں کھویا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کی یاد محو نہیں ہوتی۔ یہ معرفت کا شعر ہے اسی لیے مجھے یہ زیادہ پسند آیا ہے۔

فراق کی غزل کے متن کو ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سر میں سودا بھی نہیں دل میں

(i) دردِ دل بھی نہیں (ii) چاہت بھی نہیں
(iii) تمنا بھی نہیں (iv) اُمنگ بھی نہیں

(ب) سکونِ دلِ وحشی کا مقام کہاں نہیں؟

(i) کنجِ زنداں میں (ii) وسعتِ صحرا میں
(iii) زمیں میں (iv) کہیں نہیں

(ج) شاعر کو محبوب کی یاد کب سے نہیں آئی؟

(i) ایک ماہ سے (ii) ایک سال سے
(iii) ایک مدت سے (iv) ایک عرصے سے

(د) مقطعے میں کسے برا نہ کہنے کا ذکر کیا گیا ہے؟

(i) محبوب کے دوست کو (ii) رقیب کو
(iii) اپنے دوست کو (iv) جو بُرا لگے

(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(iii)	(د)	(iii)

5- مصرعے مکمل کریں:

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
یوں تو ہنگامے اٹھاتے نہیں دیوانۂ عشق
آج غفلت ان آنکھوں میں ہے پہلے سے سوا

www.d... .com

===

بات یہ ہے کہ سکونِ دلِ وحشی کا مقام
وسعت تیرا ہے، مگر آدمی اچھا بھی نہیں

6- غزل کے پہلے اور دوسرے شعر کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

7- درج ذیل الفاظ وتراکیب کے جملے بنائیے:

سودا، بھروسا، دیوانۂ عشق، ترکِ محبت، شکیبا، غفلت

الفاظ وتراکیب	جملوں میں استعمال
سودا	جس کے سر میں عشق کا سودا سما جائے پھر نہیں نکلتا۔
بھروسا	اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔
دیوانۂ عشق	مجنوں ایسا دیوانۂ عشق تھا کہ اسے لیلیٰ کے علاوہ اور کچھ نہیں سوجھتا تھا۔
ترکِ محبت	جب تیرا حکم ہوا ترکِ محبت کر دی دل اس پہ مگر وہ دھڑکا کہ قیامت کر دی
شکیبا	وہ مصائب میں گھر کر بھی ہمیشہ شکیبا ہی رہا۔
غفلت	پڑھائی سے غفلت برتنے والے طالب علم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

سرگرمیاں

1- فراق کی اس غزل کو زبانی یاد کریں اور کاپی میں خوش خط لکھیں۔

جواب: طلبہ اس نظم کو زبانی یاد کریں اور اپنی کاپیوں پر لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

2- ہر طالب علم کسی غزل سے اپنی پسند کے دو شعر سنائے۔

جواب: میرے پسندیدہ شعر

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

www.downloadclassnotes.com

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

3- طلبہ کے درمیان جماعت کے کمرے میں بیت بازی کا مقابلہ کروایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ کروائیں۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کے سامنے مردّف اور غیر مردّف غزل کی وضاحت کریں۔

جواب: ایسی غزل جس کے مطلع کے دونوں مصرعوں میں اور باقی اشعار کے ہر دوسرے مصرعے میں ایک یا ایک سے زیادہ لفظ بار بار آئیں تو انھیں ردیف کہا جاتا ہے جیسے فراق گورکھ پوری کی اس غزل میں ''بھی نہیں'' ردیف ہے۔ جس غزل میں ردیف ہو اسے مردف غزل کہتے ہیں۔ اگر کسی غزل کے آخر میں صرف قافیہ ہو اور کوئی ردیف نہ ہو تو ایسی غزل کو غیر مردف غزل کہتے ہیں جیسے یہ شعر

کوئی اپنا ہے یا کوئی پرایا
ملا ہے جب جس سے دل لگایا
ملے کانٹے محبت میں گلوں سے
عجب یہ معجزہ ہے اے خدایا

2- طلبہ کو مقطع اور آخری شعر کا فرق سمجھائیں۔

جواب: غزل کے آخری شعر کو، جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے، مقطع کہتے ہیں۔ اگر تخلص موجود نہ ہو تو وہ شعر مقطع نہیں ہوگا، بلکہ آخری شعر ہوگا۔

3- طلبہ کو بتایا جائے کہ غزل دیگر اصناف شعر کے مقابلے میں اپنی سادگی، سلاست، نغمگی اور ایجاز و اختصار کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

جواب: غزل ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس کا آغاز تو نثر کے بعد ہوا مگر اس نے بہت جلد ترقی کی منازل طے کر لیں۔ دوسری اصناف سخن کے مقابلے میں غزل کو زیادہ پسند کیا جانے لگا کیوں کہ اس کے لیے نہ تو موضوع کی کوئی قید تھی اور نہ ہی بحر وغیرہ کی کوئی پابندی تھی۔ نظم کے مقابلے میں غزل اس لیے زیادہ پسند کی

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

گئی کہ پوری نظم ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتی ہے جب کہ غزل کا ہر شعر اچھوتا، نرالا اور الگ ہوتا ہے۔ ایک ہی غزل میں کئی کئی مضمون پیش کیے جا سکتے ہیں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) شاعر کو بھروسا نہیں ہے:
(i) ترکِ محبت کا (ii) اپنے دوستوں کا
(iii) وقت کا (iv) زمانے کا

(ب) یوں تو ہنگامے کم ہی اٹھاتے ہیں:
(i) شریف لوگ (ii) بزدل لوگ
(iii) دیوانۂ عشق (iv) بچے

(ج) آج غفلت پہلے سے سوا ہے:
(i) دوستوں میں (ii) کاموں میں
(iii) ہر کسی میں (iv) آنکھوں میں

(د) سکونِ دلِ وحشی کا مقام ہے:
(i) صحرا کی وسعت میں (ii) کاکلِ حورو میں
(iii) دیارِ غیر میں (iv) کہیں بھی نہیں

(ہ) ہم اسے برا نہیں کہتے:
(i) تنہائی میں (ii) منہ سے
(iii) سب کے سامنے (iv) دل سے

(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(iv)
(ہ)	(ii)						

ادا جعفری

(1924ء)

یہ فخر تو حاصل ہے، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو ادا جعفری کی غزل گوئی اور اسلوب سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اردو شاعری کی وسعت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو جدید اور قدیم غزل کے مابین فرق سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو ادا جعفری کے حالاتِ زندگی سے واقفیت کروانا۔

شاعرہ کے حالاتِ زندگی

ادا جعفری 22 اگست 1924ء کو بدایوں میں پیدا ہوئیں۔ ان کا اصل نام عزیز جہاں ہے لیکن ادبی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد انھوں نے اپنے لیے قلمی نام "ادا" چنا۔ اپنی جائے پیدائش کے حوالے سے پہلے وہ اپنے آپ کو ادا بدایونی لکھتی تھیں۔ جب ان کی شادی نورالحسن جعفری سے ہوئی تو انھوں نے اپنے نام کے ساتھ اپنے خاوند کا نام لکھنا شروع کر دیا۔ یوں وہ ادا بدایونی سے ادا جعفری ہو گئیں۔

ادا جعفری کی عمر ابھی تین سال ہی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کی پرورش اپنے ننھیال میں ہوئی۔ ادا جعفری نے تیرہ سال کی عمر میں ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ ادا جعفری نے نظم گوئی سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ اکیس سال کی عمر میں ان کی پہلی غزل "رومان" میں شائع ہوئی۔ اس غزل نے ادا جعفری کو پہچان دی۔ انھوں نے اولین شاعر رومان اختر شیرانی سے اپنے کلام کی اصلاح لی۔ اس کے علاوہ اثر لکھنوی سے بھی اپنی کچھ غزلوں کی اصلاح لی۔

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ادا جعفری نے ادب کے لیے کافی خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ مختلف قسم کی ادبی کانفرنسوں میں شریک ہوئیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے بہت سے ممالک کا سفر بھی کیا۔

تصنیفات: ادا جعفری کے بہت سے مجموعہ کلام ہیں۔ 1950ء میں ان کی کتاب "میں ساز ڈھونڈتی رہی" شائع ہوئی۔ 1968ء میں ان کو اپنے مجموعۂ کلام "شہرِ درد" پر آدم جی ادبی انعام ملا۔ 1974ء میں ان کی نظموں اور غزلوں پر مشتمل کتاب "غزالاں تم تو واقف ہو" شائع ہوئی۔ 1982ء میں ان کی ہائیکو نظمیں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنی خودنوشت بھی لکھی جو "جو رہی سو بے خبری رہی" کے نام سے 1996ء میں شائع ہوئی۔ ان کی ادبی خدمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے انھیں 1981ء میں تمغۂ امتیاز سے نوازا۔

آج کل ادا جعفری کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فخر	ناز	حاصل	ملنا
بھلے	اچھے	مقدور	قسمت
ازل	پیدائش کا پہلا دن	کنول	ایک پھول کا نام
نازک	نرم	سمن	خوب رو، گورا چٹا
جذبات	دل کا جوش	سانچا	[illegible]
سرِ شام	شام سے	ہنگامِ سحر	صبح کا ہنگامہ
خورشید	سورج	جھیل جانا	برداشت کرنا
کڑی	سخت	تیور	انداز
خنک	ٹھنڈی	گردشِ دوراں	زمانے کی گردش

www.d... .com

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1 یہ فخر تو حاصل ہے ، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی ترے ساتھ چلے ہیں

حلِ لغت

فخر: بڑائی۔ دو چار قدم : تھوڑی دور

مفہوم: شاعر کو اپنے محبوب کے ہم قدم ہو کر تھوڑی دور چلنے پر بھی فخر ہے۔

تشریح: عشق میں عاشق اپنے محبوب سے تھوڑی سی توجہ بھی پا لے تو وہ اسے اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ عاشق اپنے کردار میں کیسا بھی ہو، نیکی اور بدی کی دونوں قوتیں اس دنیا میں موجود ہیں۔ ہر انسان نہ تو کامل طور پر اچھا ہوتا ہے اور نہ مکمل بُرا۔ شاعر کہتا ہے کہ اپنے اچھے یا بُرے ہونے سے قطع نظر مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اپنے محبوب کے ساتھ چند قدم ملائے ہیں۔ زندگی کی چند ساعتیں اپنے محبوب کی ہمرکابی میں گزاری ہیں۔ یہی ساعتیں میری زندگی کا سرمایا ہیں۔ ان پہ میں جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔

شعر نمبر:2 جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے ازل سے
یہ دل کے کنول ہیں کہ بجھے ہیں نہ جلے ہیں

حلِ لغت

مقدر: نصیب ۔ ازل : جب سے دنیا پیدا ہوئی

مفہوم: جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے چراغوں کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ جلیں۔ جلنا ان کا مقدر ہے مگر دل کا کنول نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔

تشریح: شاعرہ نے اس شعر میں کہا ہے کہ روزِ اول جب کہ ساری کائنات کو ربّ تعالیٰ

www.down .com

نے ان کے کام تفویض کیے تو چراغوں کی قسمت میں جلنا لکھا۔ چراغوں کو جلنا ہی ہے خواہ وہ خوشی کی تقریب ہو یا غم کی رات۔ ایک ہمارا دل ہے جو نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔ عشقِ حقیقی کا شعلہ ہے جو دل میں لپکتا ہے مگر روزگار کے غم نہ تو اسے جلاتے ہیں اور نہ ہی اسے بجھاتے ہیں۔ انسان غمِ روزگار میں اتنا الجھ گیا ہے کہ عشقِ حقیقی کا شعلہ ماند پڑ گیا ہے۔

ے دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

شعر نمبر:3　نازک تھے کہیں رنگِ گل و بوئے سمن سے
جذبات کہ آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں

حلِ لغت

نازک: نرم۔ سمن: چنبیلی جیسا سفید۔ جذبات: جوش و خروش: سانچے: قالب

مفہوم: پھول کے رنگ اور چنبیلی کی خوشبو سے بھی زیادہ نازک میرے جذبات تھے جو آداب کے قالب میں ڈھل گئے تھے۔

تشریح: شاعرہ کہتی ہیں کہ ایک محب اپنے محبوب کے لیے بڑے نازک اور لطیف جذبات رکھتا ہے۔ یہ جذبات پھولوں کے رنگ جیسے خوش نما ہوتے ہیں۔ ان میں سے یاسمین کے پھولوں جیسی خوشبو آتی ہے۔ جذبات میں سے خوشبو تو نہیں آ سکتی مگر شاعرہ کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ میرے جذبات بہت ہی نازک تھے۔ لیکن جب اس میں آداب کا ذکر آ گیا تو وہ جذبات محدود ہو گئے۔ اب میرے جذبات آداب کے پابند ہو گئے ہیں۔ مجھے اپنی اہمیت کا احساس ہو گیا ہے۔ مجھے پتا چل گیا ہے کہ میرے جذبات کتنے ہی نرم و نازک اور اچھے کیوں نہ ہوں ان کی ایک حد ہے اور وہ حد، ادب کی حد ہے۔

شعر نمبر 4: تھے کتنے ستارے کہ سرِ شام ہی ڈوبے
ہنگامِ سحر کتنے ہی خورشید ڈھلے ہیں

حل لغت

سرِ شام: شام کے وقت۔ ہنگامِ سحر: صبح کے وقت۔ خورشید: سورج

مفہوم: ستارے شام کے وقت آسمان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں مگر کتنے ہی ستارے ہیں جو سرِ شام ہی ڈوب گئے۔ اسی طرح کتنے ہی سورج ہیں جو دن نکلنے کے ساتھ ہی ڈھل گئے۔

تشریح: شاعرہ اس دنیا کی بے ثباتی اور موت کے بارے میں اظہار خیال کرتی ہے۔ موت کسی کو نہیں دیکھتی۔ موت نہایت ظالم اور بے رحم ہے۔ وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ کتنے ستارے ایسے ہیں جنھوں نے اپنی پوری آب و تاب سے چمکنا تھا۔ اس دنیا کی خوب صورتی سے لطف اٹھانا تھا مگر اس آب و تاب سے محروم رہ گئے۔ آہ! موت کسی کی پرواہ نہیں کرتی۔ سورج جس سے تمام دنیا کو چمکنا تھا، صبح کے وقت ہی ڈھل گیا۔ اس شعر سے شاعرہ مراد لیتی ہے کہ وقت نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ بہت سے ایسے بچے جنھوں نے دنیا کی خوب صورت اور رونق سے لطف اندوز ہونا تھا کم عمری ہی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ بہت سے نوجوان جن کے ہاتھوں میں اس ملک کی باگ ڈور تھی جنھیں اس ملک کی حفاظت کرنا تھی مگر

مع حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

یہاں اس فانی دنیا میں جو بھی آیا ہے اُسے آخر کار اس دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ یہ دنیا بے ثبات ہے۔ یہاں کسی کو دوام حاصل نہیں مگر افسوس اس بات پر ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے لطف نہیں اٹھا سکتے جو جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے
ہر ایک ذی روح کو آخر ممات ہے

شعر نمبر 5: جو جھیل گئے ہنس کے کڑی دھوپ کے تیور
تاروں کی خنک چھاؤں میں وہ لوگ جلے ہیں

حل لغت

تیور: ناراضی ، غصہ ۔ جھیل گئے : برداشت کر گئے

مفہوم: جو لوگ زمانے کی سختیاں برداشت کر گئے ان کے ساتھ یہ ظلم ہوا کہ اپنوں نے انھیں تکلیفیں پہنچائی ہیں۔

تشریح: شاعرہ اس شعر میں زمانے سے گلہ اور شکوہ کرتی ہیں کہ اس دنیا نے ہمارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ بہت سی سختیاں اور مشکلات ہمارے راستے میں آئیں، بہت سی تکالیف کا ہمیں سامنا کرنا پڑا مگر ہم ان تکالیف کو ہنس کر سہہ گئے۔ بہت سے مصائب آئے مگر ہم نے ان کو برداشت کر لیا مگر وہ سختی اور بے التفاتی جو اپنوں نے ہمیں دی ہے اسے برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔
انسانی فطرت ہے کہ وہ بڑی سے بڑی تکلیف کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے مگر محبوب کی بے رخی کا بوجھ اس سے نہیں اٹھایا جاتا، اس کی بے وفائی اسے مار ڈالتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ انسان کڑی دھوپ میں تو سفر کر سکتا ہے مگر خنک چھاؤں میں سفر کرنا اس کی برداشت سے باہر ہے۔ کیونکہ غیروں کے ستم تو گوارا ہو سکتے ہیں مگر اپنوں کی بے رخی مار ڈالتی ہے۔

دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے
ہر ایک ذی روح کو آخر ممات ہے

شعر نمبر 6: اک شمع بجھائی تو کئی اور جلا لیں
ہم گردشِ دوراں سے بڑی چال چلے ہیں

www.downloadclassnotes.com

حلِ لغت

گردشِ دوراں: زمانے کی گردش

مفہوم: زمانے نے تو بہت کوشش کی کہ وہ ہمیں اندھیرے میں رکھے مگر ہم نے بھی زمانے کی گردش سے چال چلی کہ اس نے ایک شمع چھین لی تو ہم نے دوسری جلا لی۔

تشریح: شاعر لوگوں کا خیال ہے کہ جتنی زیادہ تکالیف اور مصائب آتے ہیں سب زمانے کی وجہ سے ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ ظالم زمانہ ہوتا ہے۔ شاعرہ پر بھی زمانے نے بہت زیادہ ظلم کیا۔ اسے اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اسے پریشانیاں دینے کی کوشش کی مگر شاعرہ کہتی ہے کہ ہم بھی ہوشیار واقع ہوئے ہیں ہم بھی زمانے کی گردش سے چال چل گئے۔ اس نے ایک شمع بجھائی تو ہم نے ایک اور جلا لی۔ اس سے شاعرہ کی مراد یہ ہے کہ اگر زمانہ ہمیں پریشانیوں اور مصائب کا شکار کرنا چاہتا ہے تو ہم بھی بڑے بیدار مغز ہیں ہم خوشی کی ہلکی سی رمق پا کر ہر غم کو بھول جاتے ہیں اور پھر سے نئے غم کو سہنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور اگر وہ پھر سے ہمیں کوئی غم دینا چاہتا ہے تو ان پریشانیوں سے بالکل نہیں گھبراتے ہیں۔

حلِ مشقی سوالات

1۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) غزل کے مطلع میں شاعرہ کس بات پر نازاں ہے؟

جواب: شاعرہ کو اپنے محبوب کے ہم قدم ہو کر تھوڑی دور چلنے پر بھی فخر ہے۔ وہ اس بات پر نازاں ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ہمراہ تھوڑی دور چلی ہے۔

(ب) دل کے کنول اور چراغوں میں کیا بنیادی فرق بتایا گیا ہے؟

جواب: چراغوں کو جلنا ہی ہے خواہ وہ خوشی کی تقریب ہو یا غم کی رات۔ ایک ہمارا دل

ہے جو نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔ عشق حقیقی کا شعلہ ہے جو دل میں لپکتا ہے مگر روزگار کے غم نہ تو اسے جلاتے ہیں اور نہ ہی اسے بجھاتے ہیں۔

(ج) اک شمع بجھائی ______ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ زمانے نے ایک دکھ دیا، یہاں شمع بجھانے سے مراد ہے دکھ ملتا ہے۔

-2 دیے گئے جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کر کے (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) شاعرہ کو کس بات پر فخر ہے؟

(i) اچھا شعر کہنے پر (ii) محبوب کے ہم قدم ہونے پر

(iii) آسماں کے مہربان ہونے پر (iv) محبوب کے التفات پر

(ب) اک شمع بجھائی تو:

(i) ہم مسکرائے بہت (ii) کئی اور جلا لیں

(iii) سو رہے (iv) بے سکون ہو گئے

(ج) یہ غزل کس مجموعۂ کلام سے لی گئی ہے:

(i) شہر درد (ii) ساز سخن بہانہ ہے

(iii) غزالاں تم تو واقف ہو (iv) میں ساز ڈھونڈتی رہی

(د) "جو جھیل گئے ہنس کر کڑی دھوپ کے تیور" میں کڑی دھوپ سے کیا مراد ہے:

(i) سورج کی حدت (ii) زمانے کے مصائب

(iii) محبوب کی بے رخی (iv) عام دکھ اور بیماری

(ہ) پہلے شعر میں "جلے" کو کہیں گے:

(i) مطلع (ii) ردیف

(iii) قافیہ (iv) مقطع

(و) "تارک تھے کہیں رنگِ گل و بوئے سے" میں رنگ و بو سے مراد ہیں:

(i) آداب (ii) جذبات

(iii) تصورات (iv) خیالات

(ز) غزل کا چھٹا شعر ہے:

(i) مطلع (ii) مقطع

www.down

(iii) عام شعر (iv) آخری شعر

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(ii)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)	(ز)	(iv)		

3- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں:

ہ ۔ مقدر، جذبات، گل، سخن، خورشید، شمع، گردش

جواب: مُقَدَّر، جَذْبات، گُل، سُخَن، خُورشِید، شَمْع، گَرْدِش

4- کالم (الف) کو کالم (ب) کے الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
چراغوں کا مقدر	سرِ شام
رنگِ گل	خورشید
ستارے	تیور
ہنگامِ سحر	بوئے سمن
کڑی دھوپ	جلنا

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
چراغوں کا مقدر	جلنا
رنگِ گل	بوئے سمن
ستارے	سرِ شام
ہنگامِ سحر	خورشید
کڑی دھوپ	تیور

www.downloadclassnotes.com

5- آپ اداؔ جعفری کی اس غزل کی ردیف اور قوافی کی نشان دہی کریں۔

جواب: قوافی: بجھے، چلے، جلے، ڈھلے ردیف: ''ہیں'' ردیف ہے۔

قافیہ

کسی شعر کے آخر میں آنے والے ہم وزن، ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔ اگر شعر میں ردیف بھی ہو (ردیف کا ہونا لازمی نہیں) تو قافیہ ردیف سے پہلے آئے گا۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے

یہاں پہلے شعر میں ''ہوا'' اور ''دوا'' جب کہ دوسرے شعر میں ''یہاں'' اور ''کہاں'' قافیے ہیں۔

ردیف

کسی شعر میں قافیے کے بعد آنے والے ایک جیسے لفظ یا ایک جیسے الفاظ ردیف کہلاتے ہیں۔ اگر غزل کے مطلع میں ردیف موجود ہو تو باقی اشعار کے دوسرے مصرعے میں بھی ردیف آتی ہے، تاہم غزل غیر مردف بھی ہوتی ہے۔ ''قافیہ'' کے ضمن میں دیے گئے اشعار میں ''کرے کوئی'' اور ''آتے آتے'' ردیف ہیں۔

آپ اداؔ جعفری کی اس غزل کی ردیف اور قوافی کی نشان دہی کریں۔

جواب: اداؔ جعفری کی اس غزل کی ردیف ''ہیں'' ہے۔
اداؔ جعفری کی اس غزل میں درج ذیل قوافی آئے ہیں۔
بجھے، چلے، جلے، ڈھلے، جلے، چلے

سرگرمیاں

1- اس غزل کی ردیف اور قوافی اپنی کاپیوں پر خوش خط لکھیں اور اپنے استاد صاحب کو دکھا کر صحیح کروائیں۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے قافیہ اور ردیف

2- ادا جعفری کی کوئی اور غزل کاپیوں میں نوٹ کریں۔

جواب: ادا جعفری کی غزل

کس کس نے ساتھ چھوڑ دیا دھوپ چھاؤں میں
ذکرِ وفا نہیں ہے ، ہماری خطاؤں میں

موجِ ہوا بھی ریت کی دیوار بن گئی
ہم نے خدا تلاش کیا ، ناخداؤں میں

شاید ادھر سے قافلۂ رنگ و بو گیا
خوشبو کی سسکیاں ہیں ابھی تک ہواؤں میں

اب کے صبا کی نرم مزاجی کو کیا ہوا
بکھرے پڑے ہیں تازہ شگوفے ہواؤں میں

مقدور بھر جو راہ کا پتھر بنے رہے
وہ لوگ یاد آئے ہیں اکثر دعاؤں میں

ویرانیاں دلوں کی بھی کچھ کم نہ تھیں ادا
کیا ڈھونڈنے گئے ہیں مسافر خلاؤں میں

3- جماعت کے کمرے میں اس غزل کو درست تلفظ کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش الحان طالب علم اس غزل کو پڑھے اور باقی بچے پوری توجہ سے اسے سنیں۔

تدریسی اشارات

1۔ ادا جعفری کے سوانحی کوائف اور شاعری کی خصوصیات سے طلبہ کو آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالات زندگی

2۔ طلبہ کو آگاہ کیا جائے کہ غزل کے موضوعات وقت کے ساتھ ساتھ بدلے ہیں۔ پہلے صرف حسن و عشق ہی غزل کا موضوع تھا۔ اب اس میں ہر موضوع پر غزلیں کہی جا رہی ہیں۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے غزل فراق گورکھ پوری اساتذہ کے لیے نمبر 3

3۔ اگر میسر آئے تو ادا جعفری کی خود نوشت جو رہی سو بے خبری رہی سے اقتباسات پڑھ کر طلبہ کو سنائے جائیں۔

جواب: اساتذہ کرام سکول کی لائبریری سے ادا جعفری کی خود نوشت "جو رہی سو بے خبری رہی" حاصل کریں اور طلبہ کو اس میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات پڑھ کر سنائیں اور ان کی وضاحت بھی کریں۔

4۔ ادا جعفری کے مجموعہ کلام "غزالاں تم تو واقف ہو" سے کم از کم دو اور غزلیں طلبہ کو سنائی جائیں۔

جواب: دیکھیے سرگرمی نمبر 2

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) یہ فخر ہے کہ ہم ترے ساتھ چلے ہیں:
(i) دو چار قدم (ii) صبح سے شام تک
(iii) شانہ بشانہ (iv) ہر دم

(ب) جلنا تو مقدر ہے:
(i) لکڑیوں کا (ii) دل کا
(iii) چراغوں کا (iv) حاسدوں کا

(ج) آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں:
(i) خیالات (ii) احساسات
(iii) محسوسات (iv) جذبات

(د) ستارے ڈوبے ہیں:
(i) سرِ شام (ii) آدھی رات کو
(iii) صبح صبح (iv) مقدر کے

(ہ) جو کڑی دھوپ کے تیور جھیل گئے وہ چلے ہیں:
(i) دہکتی آگ سے (ii) تند خیالات سے
(iii) خنک چھاؤں میں (iv) باد صرصر سے

(و) بقول شاعر، ہم چال چلے ہیں:
(i) دوستوں سے (ii) زمانے سے
(iii) رقیبوں سے (iv) گردشِ دوراں سے

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)	(و)	(iv)				

www.d...com